اگست 2022
خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی

## ابتدائیہ


سرگوشیاں — مدیرہ — 08
حمد — ارشد محمود ارشد — 09
نعت — ارشد محمود ارشد — 09
در جواب آں — مدیرہ — 10


## دانش کدہ


سورۃ القدر — مشتاق احمد قریشی — 14


## سلسلے وار ناول


مجھ کو تسلیم کیوں...... — راحت وفا — 42
دل کانچ کا گھر — ام ایمان قاضی — 80


## مکمل ناول


وہ جو عشق تھا — نازیہ کنول نازی — 18
زادہ راہ — فاطمہ عاشی — 112


## افسانے


انعام — بشریٰ تنویر — 36
محبت امر ہے — نسیم سحر — 70
فرض اور قرض — رحاب طاہر خان — 101
دفاع — فاطمہ سرور — 104
گھر بنانا ہے — مونا نقوی — 106
دوریاں — عدیلہ ہاشمی — 112



پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتا: مکان نمبر B-1 مدینہ اسٹریٹ بلمقابل انٹر بورڈ آفس، نارتھ ناظم آباد کراچی 74700


pklibrary.com

سرورق: جیا طلحہ ...... آرائش: روز بیوٹی پارلر ...... عکاسی: موسیٰ رضا

pklibrary.com

## مستقل سلسلے


| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| بیاض دل | میمونہ رومان | 139 | یادگار لمحے | جویریہ سالک | 151 |
| نیرنگ خیال | ایمان وقار | 141 | آئینہ | شہلا عامر | 155 |
| دوست کا پیغام آئے | ہما احمد | 146 | ہم سے پوچھیئے | شمائلہ کاشف | 161 |


خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی، 74200
03008264242 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل: info@naeyufaq.com

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

# سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
اگست 2022ء کا آنچل آپ کے ذوق مطالعہ کی نذر ہے۔

اہلِ وطن کو یوم قیام پاکستان مبارک ہو

ہم اس وقت بیٹھے یہ سوچ رہے ہیں کہ وہ قومیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں انتہا کو پہنچ جاتی ہیں وہ مٹادی جاتی تھیں (اس آخری قوم کو مٹایا تو نہیں جائے گا تا قیامت) مگر نافرمانی کی سزا ضرور ملے گی اور یہ سزا پاکستان کے قیام کے ساتھ ہی شروع ہوگئی تھی۔ پاکستان کی بنیادوں میں مسلمانوں کا خون ناحق موجود ہے۔ خونِ مسلم کی ارزانی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کے کسی خطے میں یہ اتنا بے وقعت نہیں ہے۔ پاکستان کے در و دیوار، خون ناحق سے رنگے ہوئے ہیں۔ انہیں غیروں نے نہیں اپنوں نے رنگین بنایا ہے۔ یہی وہ سزا ہے جسے ہم سمجھ نہیں پا رہے۔ غیر مسلم میں تو اتنی جرأت بھی نہیں کہ مسلمانوں پہ ہاتھ اٹھا سکے۔ وہ یہ کام ہمارے اپنوں کے ذریعے کرا رہا ہے۔

پچھتر سال پہلے برصغیر حکومت برطانیہ کے ہاتھوں آزاد ہوا تھا۔ آزادی کی جدوجہد اتنی قوی اور پرجوش تھی کہ برطانوی حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑ گئے تھے اور پروانۂ آزادی دینا ہی پڑا تھا۔ پھر دو ملک عالم وجود میں آئے۔ بھارت اور پاکستان۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان پچھتر سالوں میں پاکستان نے کیا کھویا' کیا پایا؟ پاکستان نے قیام کے علاوہ کچھ نہ پایا بلکہ اپنا ایک حصہ کھو دیا۔ اس وقت سے کھونے کا عمل اتنا پختہ ہوا کہ پاکستان اب تک صرف کھوتا ہی چلا جا رہا ہے۔ جو آزادی ملی تھی اُسے بھی کھوتا چلا جا رہا ہے اور تو اور، ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہم ایسے رسیا ہو گئے ہیں کہ مزید ٹکڑے کر دینے پر تیار بیٹھے ہیں۔ اگر ہمارا رب، ہمارا خالق و مالک، سلامت رکھنا چاہے گا تو ان شاء اللہ پاکستان برقرار رہے گا اور مزید ٹکڑوں سے بھی بچا رہے گا، ورنہ ہمارے اعمال تو اس قابل بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی رحمتوں سے نوازے۔ اس کے باوجود ہمارا خالق و مالک ہم سے رحم کا معاملہ کر رہا ہے۔ اللہ پاکستان کو قائم و دائم رکھے اور کوئی نجات دہندہ بخش دے، آمین۔

آیئے اللہ سے پناہ کی دعا مانگیں اور شیطان مردود کے شیطانی وسوسوں سے محفوظ رہنے کی دعا کریں۔

ہم اپنی تمام لکھنے و پڑھنے والی بہنوں کے شکر گزار و ممنون ہیں کہ ان حالات میں وہ ادارے کے ساتھ تعاون کر رہی ہیں اور ہمارے حوصلے بڑھا رہی ہیں، ہماری پوری کوشش ہے کہ صفحات کی کمی کے باعث کہانیوں کی تعداد میں کمی نہ آنے پائے اس کے لیے ہم نے کچھ سلسلے عارضی طور پر بند کر دیئے ہیں اور کچھ کے صفحات میں کمی کر دی ہے اور اسی طرح ادارے کی ریڑھ کی ہڈی کا کام کرنے والے اشتہارات کے صفحات بھی کم کر دیئے ہیں۔ اکثر بہنوں نے ای میل اور سوشل میڈیا پیغامات پر کہا ہے کہ ہمیں کہانی کے ساتھ لگا اسکیچ بھی ختم کر دینا چاہیے اس طرح بھی مزید جگہ مل جائے گی۔ اب یہ تجویز ہم آپ کی عدالت میں پیش کر رہے ہیں، یہ فیصلہ آپ سب نے ہی کرنا ہے کہ کیا، کیا جائے، جیسی آپ سب بہنوں کی رائے ہوگی ادارہ اس پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کرے گا، ہمیں آپ کی آرا کا انتظار رہے گا۔

اس ماہ کے ستارے:۔
بشریٰ تنویر، نسیم سحر، رحاب طاہر خان، فاطمہ سرور، مونا نقوی، فاطمہ عاشی، عدیلہ ہاشمی۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

مدیرہ
سعیدہ نثار

# حمد

ہو عطا مجھ کو یہ دولت مالکِ ارض و سما
دِل میں ہو بس تیری چاہت مالک ارض و سما

ایک مدت سے بہت بے کل ہوں میں بے تاب ہوں
کب ملے گی مجھ کو راحت مالکِ ارض و سما

کاش تیرے گھر پہ جا کر حجرِ اسود چوم لوں
مدتوں سے ہے یہ حسرت مالکِ ارض و سما

تو رکھے جس حال میں خوش میں رہوں گا یا خدا
تجھ سے کیا شکوہ شکایت مالکِ ارض و سما

دھوپ یہ حالات کی جھلسائے کیا میرا وجود
ہے جو تیری نظرِ رحمت مالکِ ارض و سما

گردشِ حالات ہے مشکل میں میرے خدا
پوری کردے میری حاجت مالکِ ارض و سما

دے مجھے توفیق توبہ اس سے پہلے موت ہو
مجھ پہ کردے یہ عنایت مالکِ ارض و سما

# نعت

محمد مصطفیٰ ﷺ دل میں بسا کر چین آتا ہے
انہیں ﷺ کا نام ہونٹوں پر سجا کر چین آتا ہے

مدینے جانے والے آکے اکثر ایسا کہتے ہیں
مدینے کے گلی کوچوں میں جا کر چین آتا ہے

غمِ دُنیا سے جب بھی دل میرا مغموم ہو جائے
نبی ﷺ کی نعت لوگوں کو سنا کر چین آتا ہے

تصور میں جو آجاتا ہے نقشہ سبز گنبد کا
تو آنکھوں آنکھوں میں اُس کو بسا کر چین آتا ہے

نہیں ہے خوف کوئی بھی ہمیں اب دنیا والوں کا
نبی ﷺ کے در پہ سر اپنا جھکا کر چین آتا ہے

مدینے کا تصور کرکے آنکھیں بھیگ جاتی ہیں
انہیں اشکوں کی پھر مالا بنا کر چین آتا ہے

محمد مصطفیٰ ﷺ کا جو خلوصِ دل سے خادم ہو
اُسے پھر اپنی ہستی کو مٹا کر چین آتا ہے

(ارشد محمود ارشد)

pklibrary.com

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

# در جواب آں
## مدیرہ

بشریٰ سیال......

پیاری بشریٰ! سدا سہاگن رہو، اللہ سبحان وتعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت سے نوازا ہے جس پر ہم آپ کو دلی مبارک باد پیش کرتے ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو اور بچی کو اپنی حفظ وامان میں رکھے بے حد خوشیوں کے ساتھ آمین۔

نرجس ملک......ساہیوال

نرجس جان! خوش رہو، محبت بھرا، دعاؤں سے سجا، پیارا پیارا سا خط ملا، اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو دعاؤں کا اجر عطا فرمائے آمین۔ آپ کی نظم شعبے کو بھیج دی جائے گی۔ ہم انتخاب نہیں کرتے، اگر قابل اشاعت ہوگی تو چھپ جائے گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی موجودہ ٹینشن ختم ہوجائے جو آپ کے لیے پریشانی کا باعث ہے۔ جب کوئی پریشانی درپیش ہو تو کثرت سے درود شریف کا ورد کرتی رہا کیجیے۔ جلد ہی پریشانی سے نجات مل جائے گی، ان شاء اللہ۔

مالا خان......سانگھڑ

مالا! سلامت رہو، پہلا اور مہمانوں بھرا خط موصول ہوا۔ چھٹیوں کا مہمانوں کی بھینٹ چڑھ جانا اور پھر واپس نہ جانے کا حال پڑھ کر محظوظ ہوئے۔ کھیر کی مٹھاس اور سالن کی خوش بو پنجاب سے چلی تو کراچی پہنچی۔ ہم دونوں چیزوں سے لطف اندوز ہورہے ہیں۔ چاول پھر کبھی سہی، دم پر لگے ہوئے ہیں۔ ہم انتظار نہیں کرسکتے۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ شکر کریں کہ آنچل آپ کو دستیاب ہوجاتا ہے۔ ماموں کی خوشامد کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ناولٹ بھیج دیجیے پڑھ کر ہاں یا نا کا جواب دیں گے۔ آپ کو تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔ ایک صفحہ، ایک لائن چھوڑ کر، صفحات پر نمبر اور مکالمے علیحدہ علیحدہ لکھیے گا۔

ودیعہ یوسف......لاہور

ودیعہ! خوش رہو، دعاؤں سے بھرا خوب صورت خط ملا۔ آرمی کو آپ کا سلام پہنچا رہے ہیں اور آپ نے جو قطعہ آرمی کے لیے لکھا ہے وہ آنچل فیملی کو بھی پڑھا رہے ہیں۔

تیری زمیں سے اٹھیں گے تو آسماں ہوں گے
ہم ایسے لوگ زمانے میں پھر کہاں ہوں گے
چلے گئے تو پکارے گی ہر صدا ہم کو
نجانے کتنی زبانوں سے ہم بیاں ہوں گے

یہ آرمی کے شہیدوں کے لیے نذرانہ ہے۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ "سانسوں کے اس سفر" کی تعریف ان سطور کے ذریعے ام ایمان قاضی تک پہنچ جائے گی۔ اس بات کو کبھی دل میں نہ آنے دیجیے گا کہ ہم ناراض بھی ہوسکتے ہیں، کبھی نہیں، ہرگز ایسا نہیں ہوسکتا۔

ماہی صنم......راولپنڈی

ماہی! سدا آباد رہو، پہلا خط موصول ہوا۔ آپ کی تمام باتوں کو رائٹرز تک پہنچا رہے ہیں۔ ☆ایسے سین یا الفاظ نہ لکھے جائیں جو بزرگوں کی موجودگی میں پڑھے نہ جاسکیں۔ ☆اسلامی معلومات کے لیے جناب مشتاق احمد قریشی کی تحریر آنچل میں پڑھیے۔ ☆نام ایسے نہ رکھے جائیں جو ٹی وی سے اخذ کیے جائیں یا عام طور پر نہ رکھے جاتے ہوں۔ ☆مڈل کلاس گھرانوں میں جو ہوتا ہے اس پر بھی کہانیاں لکھیں۔ لیجیے آپ کا پیغام رائٹرز کو پہنچا دیا۔ آنچل کو نوازنے کا شکریہ۔

یاسمین خان......پشاور

ڈیئر یاسمین! خوش رہو، نازیہ کنول نازی آج کل ہارون آباد میں رہ رہی ہیں۔ آنچل فیملی کے تمام رائٹرز کو آپ کی پسند پہنچ جائے گی۔

ہما ایوب......کبیر والا

ہما جی! جیتی رہو، عرصے بعد عنایت نامہ ملا، پڑھ کر بیٹھے خوش ہورہے ہیں۔ آپ کو پورا پورا حق ہے کہ تنقید کریں۔ تبصرے کے لیے "آئینہ" کالم موجود ہے۔

pklibrary.com

''درجواب آں'' ذاتی خط وکتابت کا ذریعہ ہے۔آپ نے جس بات کی طرف توجہ دلائی ہے اس کا بہت بہت شکریہ۔اللہ آپ کو اس کا اجر عطا فرمائے آمین۔اصل بات یہ ہے کہ ہمارے وطن میں بہت سے ''مسالک'' موجود ہیں جن کی پیروی کرنے سے فرقہ بندی پیدا ہوگئی ہے اگر صرف قرآن وسنہ کو ہی امرونہی، کا ذریعہ بنایا جائے، جو بات حدیث مبارکہ میں موجود نہ ہو اس کو رد کردیا جائے تو یہ فرقہ بندی ختم ہوسکتی ہے یا کم ہوسکتی ہے۔مختلف مسالک کی وجہ سے پیروی کرنے والے اپنی اپنی زبان بولتے ہیں۔

کوثر علوی......بہاولپور

فریناؔ! ڈھیروں دعائیں، دعاؤں سے بھرا ہوا پہلا خط موصول ہوا۔ایسا لگا جیسے ہم دعاؤں سے بھرے ستاروں کے آسمان کے نیچے بیٹھے آپ کا خط پڑھ رہے ہیں۔اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائے آمین۔یہ پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنی زندگی میں جو پہلا ڈائجسٹ پڑھا وہ آنچل تھا۔یعنی آپ نے آنچل پر آنکھیں کھولیں۔انگریزی میں ایم اے کرنے کا مطلب ہے کہ آپ کافی مصروف رہتی ہوں گی۔مناسب یہ ہے کہ پہلے آپ اپنی تعلیم پوری کیجیے، اس کے بعد لکھنے کا شغل اپنائیے گا۔افسانہ پہنچ گیا اس لیے آپ کو مشورہ ہے، آپ ابھی افسانہ نگاری کی جانب قدم نہ بڑھائیے۔ایم اے کرنے کے بعد اس پر طبع آزمائی کیجیے گا۔امید تشفی ہوئی ہوگی۔

فرزانہ امین......جہلم

شبانہ ڈیئر! ڈھیروں دعائیں،آپ کا پہلا خط ملا۔آپ کی دعاؤں نے دل کو جکڑ لیا۔اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی دعاؤں کو قبول فرمائے اور آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔یہ کیسے سمجھ لیا کہ ہم آپ کے محبت بھرے خط کا جواب نہیں دیں گے۔آپ کا شعر بہت دل کو بھایا، بہنوں کو بھی اس خوشی میں شریک کرتے ہیں۔

دل تو چاہتا ہے کہ ہر بار تجھے انمول خزانہ بھیجوں
لیکن میرے دامن میں دعاؤں کے سوا کچھ بھی نہیں

اتنا بڑا انمول خزانہ آپ کے دامن میں موجود ہے، ہمارے لیے اس خزانے سے بڑھ کر کوئی خزانہ نہیں۔تمام دنیا کی دولت ایک طرف اور دعاؤں کا انمول خزانہ ایک طرف۔ملک کے حالات پر آپ نے جو روشنی ڈالی ہے، ہم بھی تشویش میں مبتلا ہیں۔آپ آنچل فیملی کا حصہ بن گئی ہیں۔البتہ آنچل دیر سے ملنے کی شکایت دور نہیں کرسکتے ہاں ایسا ہوسکتا ہے کہ آپ سالانہ خریدار بن جائے تو شاید یہ مسئلہ بھی حل ہوجائے۔

سمیرا خان......پشاور

کشمالہ ڈیئر! سلامت رہو، کسی قدر پریشانی میں ڈوبا ہوا خط موصول ہوا۔اللہ سبحان وتعالیٰ کی مصلحتوں میں کوئی دخل اندازی نہیں کرسکتا لیکن اس پر بھی ایمان پختہ کرلیجیے کہ وہ ایک چیز لیتا ہے تو جلد ہی اس کا نعم البدل دو چیزوں کی صورت میں دے دیتا ہے جو کہ اس چیز سے زیادہ بہتر ہوتی ہے۔اگر ضرورت نہ ہو اور شوہر بہ آسانی کفالت کرسکتا ہو تو عورت کو جاب نہیں کرنا چاہیے۔بے ضرورت جاب خاتون خانہ کے لیے ہرگز مناسب نہیں ہوتی۔آنچل میں جتنے کالم آپ دیکھ رہی یا پڑھ رہی ہیں یہ بہنوں کے اپنے شوق سے سجے ہوئے ہیں اور شوق کا کوئی مول نہیں ہوتا۔غالباً آپ سمجھ گئی ہوں گی۔ہاں اگر ناول نگاری، افسانہ نگاری شروع کردیں اور معیار کو برقرار رکھ سکیں تو یہ آپ کے لیے فائدے مند ہے۔اللہ سبحان وتعالیٰ سے آپ کی صحت کے لیے دعا گو ہیں۔

فرح ناز......جھڈو

پیاری فرح! خوش رہو، کچھ ناراض ہو۔جو خطوط دس تاریخ کے بعد ملتے ہیں وہ شامل اشاعت نہیں ہوسکتے۔ہم نے تاریخ اس لیے مقرر کردی ہے کہ وقت پر تمام چیزیں مل جائیں اور جگہ پاسکیں۔پرچہ پریس جلدی جاتا ہے۔ہم انتظار نہیں کرسکتے۔امید ہے آپ کو تسلی ہوگئی ہوگی۔دعاؤں کا شکریہ۔ہر ایک کی بات ماننا درست نہیں، درست بات ماننا صحیح ہے۔

فریدہ جاوید فری......لاہور

پیاری فریدہ! خوش رہو، ہمارا اور آپ کا پرانا ساتھ ہے اور ان شاء اللہ پرانا ہوتا جائے گا۔ وقت کے ساتھ مصروفیت بڑھ گئی ہے، ہوسکتا ہے اسی وجہ سے ہر خط کا جواب نہ دے سکے ہوں۔ کچھ نہ کچھ آپ کا چھپتا ہی رہتا ہے اور چھپتا رہے گا ان شاء اللہ، مطمئن رہئے اور آپ کی صحت کے لیے بھی دعا گو رہتے ہیں۔

ثناء شفیق...... اٹک

ڈیئر ثناء! ڈھیروں دعا، مشتاق انکل کو آپ کا سلام پہنچا دیا۔ دعاؤں کا شکریہ۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو دنیا و دین کی ہر نعمت سے نوازے آمین۔ عشنا کوثر سردار، سمیرا شریف طور، نگہت سیما، یاسمین نشاط، صباء ایشل تک آپ کی تعریف پہنچ جائے گی۔

طیبہ رانی...... حیدرآباد

ڈیئر رانی! بہت سا پیار، پیارا سا دوستی بھرا خط موصول ہوا۔ ہمیں آپ کی دوستی قبول ہے، ہمیشہ کے لیے قبول۔ آپ کا قطعہ بہت پسند آیا جو آپ نے ہماری دوستی کے نام لکھا ہے۔ بہنوں کو بھی پڑھوا رہے ہیں۔

مانگی تھی دعا ہم نے رب سے
دینا ہمیں دوست جو الگ ہو سب سے
اس نے ملا دیا ہمیں آپ سے
سنبھالو انہیں، یہ ہیں انمول سب سے
شکریہ۔

سندس جبین...... گوجرانوالہ

سندس ڈیئر، خوش رہو! آپ نے آنچل کے لیے بہت لکھا اور بہت اچھا لکھا۔ ہر کہانی پہلی کہانی سے منفرد ہوتی تھی۔ اسی مہارت سے آپ نے اپنی ایک الگ پہچان بنائی پر اب اچانک سے ایک دم غائب ہوگئی یا پھر آنچل کب بھول گئی ہم امید کرتے ہیں ان سطور کو پڑھ کر آپ جلد ہی اپنی تحریر سے آنچل کو سجائیں گی۔

فاطمہ کنیز...... فیصل آباد

فاطمہ ڈیئر! دعائیں، آپ کا پہلا خط ملا۔ خوشی ہوئی۔ پہلی کاوش اور وہ بھی غزل، بس کیا بتائیں، خط سے منسلک تھی، پڑھنا پڑی۔ آپ کی غزل کا ایک شعر بہنوں کو بھی پڑھوائے دیتے ہیں۔ آپ کو داد دیں گی۔

لوگوں کو اکثر چہرے دھوکا دیتے ہیں
مگر مجھے وہ ہر چہرے میں کیوں دکھائی دیتا ہے

انعم خان...... ہرہ پور ہزارہ

انعم ڈیئر! سلامت، نہ خبر، نہ خیریت، نہ جھنڈا، اگست کے پرچے کے لیے بھی جھنڈا غائب، کہاں غائب ہیں؟ کس سوچ میں ہیں، مانا بچوں کے ساتھ زندگی بہت مصروف ہوجاتی ہے وہ بھی بیرون ملک پر اب ایسا بھی کیا کہ آنچل کو ہی بھول بیٹھیں۔ انعم خان، الماری کھولیں اور کہانی بھیج دیں جلدی سے۔ ہمارا خیال تھا کہ اگست کے لیے ضرور کوئی تحریر بھیجیں گی۔ شادی کے بعد کچھ، پہلی جیسی نظر نہیں آرہی ہیں۔ ممکن ہے ہمیں یہ محسوس ہورہا ہے۔ اللہ حافظ۔ ہم یاد کررہے ہیں۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

پروین ڈیئر! خوش رہو، شکایتی خط ملا، رائٹرز کو آپ کی پسند پہنچ جائے گی۔ جو خطوط دس تاریخ کے بعد ملتے ہیں وہ شامل اشاعت نہیں ہوپاتے۔ آپ کے خط کے ساتھ یہی ہوا ہوگا ورنہ آپ کی چیزیں چھپتی رہتی ہیں اور آج کل ملک بھر میں ڈاک کا نظام انتہائی درجے کا خراب ہوگیا ہے اس کا اندازہ بھی آپ کو بخوبی ہوگا۔

میرب علی...... آزاد کشمیر

میرب ڈیئر، دعا۔ "ہماری پسند" میں جو پسند بہت اچھی ہوتی ہے اسے جگہ ملتی ہے۔ یعنی خوب سے خوب تر کی تلاش۔ مائنڈ نہ کیجئے گا۔ دعاؤں کا بہت بہت شکریہ، اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائے آمین۔ "در جواب آں" میں صرف خطوط کے جواب دیئے جاتے ہیں۔

صنم ناز...... گوجرانوالہ

پیاری ناز! سلامت رہو، دعاؤں اور شکریے کا خط موصول ہوا۔ دعویٰ تو نہیں کرتے مگر ہم آپ کے پکے اور سچے دوست ہیں۔ میلوں دور سے دعاؤں کا تحفہ ہی بھیج سکتے ہیں۔ دوستی کے بارے میں ایک مشورہ اگر "وہ" ایک

pklibrary.com

اچھی دوست ثابت نہیں ہوئی تو آپ تو یقیناً اچھی دوست ہیں جواب تک دوستی کو یاد کرتی ہیں۔ یوں سمجھ لیں نہ جانے کیا مجبوریاں ہوگی جو وہ آپ سے رابطہ قائم نہ رکھ سکیں۔ پریشانیاں بھی ہوسکتی ہیں۔ اس طرح اپنے دل کو تسلی دیں اور خود دوست بنی رہیں، ٹھیک ہے ناں؟

ماہ رُخ...... جتوئی

ڈیئر ماہ رُخ! ڈھیروں دعائیں، معصومانہ روٹھا روٹھا خط ملا۔ یوں تو خط میں ایک سوال بھی نہیں جس کا جواب دیا جائے پھر بھی جواب حاضر ہے۔ خیالی پلاؤ کا ستیاناس نہ ماریے، جلنے کی خوش بو یہاں تک پہنچ رہی ہے۔ خوشی ہوئی یہ پڑھ کر آپ ہمت ہارنے والی نہیں، ایسے خیالی پلاؤ پکاتی رہیں گی اور ستیاناس مارتی رہیں گی۔ ''ہمت زنانی تے مدد خدا''

سمیرا کاجل...... بھکر

سمیرا ڈیئر! خوش رہو، آپ کی ہمتوں کی داد دیتے ہیں۔ ہمتیں میں اکٹھی کیں پھر کہانی لکھی، بھیجا مگر فی الحال ہم نے نہیں پڑھا۔ فرصت نہیں۔ آپ کے بقول کہانی میں ''بے شمار غلطیاں'' ہوں گی۔ آپ نے خود ہی اپنی کہانی پر ''بے لاگ'' تبصرہ فرمادیا۔ جب بھی فرصت ملی ان بے شمار غلطیوں کو گننے کی کوشش کریں گے۔ جواب کا انتظار کیجیے گا۔

www.naeyufaq.com

## مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔
☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔
☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔
☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔
☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔
☆ مسودے کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام، پتا اور رابطہ نمبر خوشخط تحریر کریں۔
☆ کہانی ای میل کرنے کے لیے ان پیج کی فائل ہو، ایم ایس ورڈ کی فائل میں اردو میں لکھیں تحریر ہونی چاہیے یا یونی کوڈ پر ہو۔ کہانی کے نام سے فائل کا نام رکھنا ہوگا۔ کہانی کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخر میں اپنا پورا نام، مکمل پتا اور رابطہ نمبر بھی لکھنا ہوگا۔
☆ ای میل چاہے کہانی کی کرنی ہو یا مستقل سلسلوں میں ہمیشہ نیو ای میل کا انتخاب کریں اور سبجیکٹ میں کہانی اور سلسلے کا نام لکھیں۔ جوابی میل پر کچھ بھی ای میل نا کریں اگر جوابی میل پر کچھ بھی ای میل کیا جائے گا وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ editor_aa@naeyufaq.com
☆ ای میل پر کہانی یا مستقل سلسلے میں شرکت کے لیے اسکین، امیج، رومن یا پی ڈی ایف قابل قبول نہیں ہوتی۔
☆ دیگر سوشل ایپ پر بھی کہانی یا سلسلوں کی کوئی بھی چیز قابل قبول نہیں ہوگی۔
☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک یا کوریئر کے ذریعے ارسال کیجیے۔ بنگلو نمبر B1، مدینہ اسٹریٹ، بالمقابل انٹر بورڈ آفس، نارتھ ناظم آباد بلاک A، کراچی 74700

# دانش کدہ
# سورۃ القدر
## مشتاق احمد قریشی

اللہ تبارک وتعالیٰ جو اپنی تمام ہی مخلوقات پر اور خصوصاً انسان پر بے حد وحساب مہربان ہے (رحمان ورحیم) ہے نے اس کتابِ عظیم کو نازل کیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس وضاحت میں بھی اپنے رحمٰن ورحیم ہونے کی صفت کا ذکر فرمایا ہے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اپنے بندوں سے کس قدر شفقت کا معاملہ فرماتا ہے کہ بندوں کو تنبیہ کے لیے بھی اس خالق ومالک نے اپنی صفات قہاری وجباری کا استعمال نہیں فرمایا بلکہ رحمٰن ورحیم والی صفات کا استعمال فرمایا ہے جو اس بات کی وضاحت ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی ہر حال میں بہتری وفلاح چاہتا ہے۔ یہ کلامِ عظیم نازل کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس کے بندے جو راہِ راست سے بھٹک گئے ہیں وہ راہِ راست کو اپنا لیں اور اپنی آخرت کے بہتر سے بہتر بندوبست کے لیے' قرآن کریم جو مالک وخالق نے انسانوں کی رہنمائی اور فلاح وسعادت کے لیے نازل کیا ہے۔ جو اس کی صفت رحمت کا آئینہ دار ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے رخی برتتا تو انہیں ان کی مرضی ومنشاء پر چھوڑ دیتا انہیں اندھیروں میں بھٹکنے دیتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی تمام مخلوقات میں افضل ترین مخلوق بنایا ہے اور اسے اشرف المخلوقات کے اعزاز سے نوازا ہے اسی لیے مالک الملک نے اپنی اس مخلوق انسان کو پیدا کر کے یونہی نہیں چھوڑ دیا۔ اسے روزی دینے کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی سنوارنے کے لیے علم کی روشنی سے بھی اسے آراستہ کیا ہے تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ سکے اور اپنے اچھے برے کی تمیز کر سکے ورنہ تو انسانوں اور حیوانوں میں کوئی فرق ہی نہ رہتا۔ انسان بھی دیگر مخلوقات کی مانند اللہ کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق عمل کرتا رہتا' مقرر کردہ دستورِ عمل سے ذرا اِدھر اُدھر نہ ہوتا پھر نہ اس کی ہدایت ورہنمائی کے لیے کسی رسول وپیغمبر کی ضرورت پڑتی نہ ہی کسی آسمانی کتاب وہدایت کی ضرورت پڑتی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر ہر قوم کے لیے اتاری گئی کتاب وہدایات کو ان کی ہی زبان وبیان میں نازل کیا تاکہ وہ اسے اچھی طرح سمجھ سکیں۔ اس کتابِ الٰہی کی خوبی یہ ہے کہ اس کتاب قرآنِ حکیم میں آیاتِ الٰہی کو خوب کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ اول اول قرآن کریم کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم یعنی اہل عرب کے لیے اتارا گیا تھا اسی لیے اسے عربی زبان میں اتارا تاکہ اہل عرب عذر پیش نہ کر سکیں۔ ہاں اگر قرآنِ کریم کو عربوں کے لیے کسی غیر عرب زبان میں اتارا جاتا تو پھر وہ یہ کہہ سکتے تھے ہم تو اس زبان سے نابلد ہیں جس میں اللہ نے اپنی کتاب اتاری ہے۔ قرآن کریم کا اسلوب بھی مخصوص ہے وہ لب ولہجہ وہ اشارے استعارے استعمال کیے گئے ہیں جو اہلِ عرب میں عام طور پر بولے اور سمجھے جاتے تھے اس کتاب میں کوئی گنجلک اور پیچیدگی نہیں رکھی گئی تاکہ کوئی بھی شخص اسے سمجھنے سے معذوری کا اظہار نہ کر سکے۔ اس میں صاف صاف بتادیا گیا ہے کہ حق کیا ہے' اور باطل کیا ہے صحیح عقائد کیا ہیں اور غلط عقائد کونسے ہیں ہر قسم کی اچھائی اور برائی کو خوب کھول کر بتادیا گیا



pklibrary.com

ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب قرآن کی آیات اہل عرب کو سنائی گئیں تو وہ اس کے معنی ومطلب کو خوب اچھی طرح سمجھ رہے تھے کہ اگر ہم اس کتاب کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں تو ہمارا اس دنیا کی زندگی میں تو سراسر نقصان ہی نقصان ہوگا۔ ہر قسم کے ظلم وزبردستی جس کو وہ اب تک اپنا حق سمجھتے رہے تھے ان سب سے اس کتاب میں روکا جارہا تھا پھر سب سے اہم یہ کہ تمام معبودوں کو جن کی وہ اب تک پوجا کرتے رہے تھے چھوڑنے کا نہیں توڑنے کا حکم دیا جارہا تھا۔ اہل عرب خوب اچھی طرح سمجھ رہے تھے ان کی نگاہوں میں اس طریقہ کو اختیار کرنے میں خسارہ ہی خسارہ نظر آرہا تھا کیونکہ وہ پوری طرح شیطان کے چنگل میں پھنسے ہوئے تھے۔ اسی لیے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمربستہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں یہ بھی وضاحت فرمادی ہے کہ ''علم رکھنے والوں کے لیے ہی یہ فائدے اور بھلائی مہیا کرتی ہے'' یعنی اس سے نادان لوگ اپنی نادانی کم عقلی اور شیطان کے بہکائے میں آئے ہوئے فائدہ اٹھانے سے قاصر رہتے ہیں۔ نادان لوگوں کے لیے یہ اسی طرح بے فائدہ ہے، جس طرح ایک قیمتی ہیرا اس شخص کے لیے بے فائدہ ہوتا ہے، جو ہیرے اور پتھر کا فرق نہیں جانتا۔

آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ یہ کتاب بشارت یعنی خوش خبری دینے والی ہے اور ڈرانے والی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ قرآن محض ایک تخیل ایک فلسفہ کی کتاب ہو بلکہ یہ کتاب تو تمام دنیا کو پوری انسانیت کو خبردار کررہی ہے انہیں بتارہی اور سمجھارہی ہے حکم الٰہی ماننے اور اطاعت وبندگی کرنے کے کیا کیا اور کیسے کیسے فائدے ہیں اور انکار کرنے احکام کو نہ ماننے کے نتائج انتہائی خطرناک بلکہ ہولناک ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر اچھائی کی جزا اور ہر برائی کی سزا سے خوب اچھی طرح کھول کر اپنے بندوں کو اس کتابِ عظیم میں مطلع کردیا ہے۔ ہدایت ورہنمائی کا فریضہ ادا کردیا گیا ہے۔ اب یہ انسانوں کا اختیار ہے کہ وہ اپنی فلاح وبہبود کا راستہ اختیار کریں اور اس کتابِ حق سے رہنمائی حاصل کریں یا اس کتاب کو نظرانداز کرتے ہوئے اندھیروں میں بھٹکتے پھریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کی خصوصیت واہمیت کا اظہار سورۃ القلم کی آخری آیت میں اس طرح فرمارہا ہے۔

ترجمہ:۔ درحقیقت یہ (قرآن) تو تمام جہانوں والوں کے لیے سراسر نصیحت ہے۔ (القلم۔۵۲)

آیتِ کریمہ میں ربّ کائنات نے بہت ہی خوبصورتی اور تمام تر وضاحت سے ارشاد فرمادیا ہے کہ قرآنِ حکیم کسی ایک مخصوص علاقے یا زبان بولنے والوں کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ کلام عظیم تو تمام جہان والوں کے لیے ہے۔ تمام جہان والوں میں یوں تو اللہ کی تمام ہی مخلوقات آجاتی ہیں لیکن بالخصوص انسان اور جن ایسی مخلوقِ الٰہی ہیں جنہیں ارادے کا محدود اختیار حاصل ہے، جن سے ان اختیارات کے بارے میں روزِ محشر پرسش ہوگی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم تمام جن وانس کی ہدایت ورہنمائی کے لیے اتارا ہے۔ اور جس عظیم شخصیت پر اتارا گیا وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص اور مقرب شخصیت ہے، جس کے لیے تمام محققین ومفسرین کے مطابق تمام دنیا اور اس کی تمام چہل پہل اور رنگینیوں کو اللہ تعالیٰ نے بنایا اور سجایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء علیہم السلام پر فضیلت واکرام سے نوازا ہے اور قرآن حکیم کی تکمیل ونزول اس فضلِ خاص اور انعام الٰہی کا نتیجہ ہے، جو ربّ کائنات نے اپنے محبوب ومقبول بندے پر فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رہتی دنیا تک یعنی قیامت تک کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور ان کا نام وکام برقرار رہنے والا ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ کتابِ الٰہی قرآنِ کریم اہلِ ایمان بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور بڑا شرف ہے۔ جو بھی اس کتاب سے روشنی حاصل کرے گا اس کی ہدایات ورہنمائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان احکام

وقوانین پر عمل کرے گا وہ آخرت کی دائمی زندگی میں بھرپور جزا پائے گا اور جو اس سے انحراف وانکار کرے گا اسے پس پشت ڈالے گا وہ یقیناً سزا کا حقدار ٹھہرے گا جیسا کہ الزخرف کی اس آیت میں ارشاد الٰہی ہورہا ہے۔

ترجمہ:۔اور یقیناً یہ (خود) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے نصیحت ہے اور عنقریب تم لوگ پوچھے جاؤ گے۔ (الزخرف۔۴۴)

آیت کریمہ کے دو مفہوم ہوسکتے ہیں۔ یہ کہ قرآن کریم تمہارے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی قوم (اہلِ قریش) کے لیے نصیحت ہے اور آپ سے جلد ہی قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ اس نصیحت اور یاددہانی کے بعد آپ کے پاس کوئی حیلہ کوئی بہانہ نہیں رہے گا ان پر حجت تمام ہوجائے گی اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم آپ اور آپ کی قوم کے لیے ایک شرف اور شہرت وامتیاز ہے اور یہ مفہوم تو واقع ہوچکا ہے۔

قرآنِ کریم وہ عظیم کتاب ہے جس کے ذریعے نہ صرف تمام انسانیت کی رہنمائی ورہبری ہوئی اور انسانی تاریخ میں عربوں کا عظیم کردار متعین ہوا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم قریش کو قرآن مجید کے آنے سے پہلے کوئی اس طرح جانتا بھی نہیں تھا جیسے قرآن کریم آجانے کے بعد ان کو شناخت وشہرت نصیب ہوئی۔ جب تک قرآن کریم کو انہوں نے اپنے سینے سے لگائے رکھا تو دنیا ان کے زیرِ نگیں آتی چلی گئی اور جب قرآن کو چھوڑ دیا تو دنیا میں حقیر ہوکر رہ گئے اور قافلہ انسانیت کی صف میں سب سے پیچھے ہوکر رہ گئے۔ جب تک قرآن کو سینے سے لگائے رکھا وہ سالارِ قافلہ رہے جو ایک عظیم ذمہ داری تھی پوری انسانیت کی قیادت کے ذمہ دار اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں مخاطب فرمایا ہے کہ عنقریب یعنی روزِ قیامت تم سے جواب طلبی کی جائے گی کہ تم نے اس عظیم منصب کو کیوں چھوڑا۔

قرآن کریم چونکہ عربی زبان میں اترا جو اہلِ عرب کی زبان ہے اس کو وہی سب سے زیادہ سمجھنے والے بھی تھے بلکہ اب بھی سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں۔ اس کتاب عظیم کی رہنمائی اور ہدایات کی روشنی میں وہ پوری دنیا پر فضل وبرتری پاسکتے ہیں۔ اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ چونکہ تبلیغ دینِ حق کی ابتدا عرب سے ہوئی ہے کہ اس پیغامِ حق کو سمجھنے والے سب سے زیادہ وہی ہیں اس کا مقصد ہے کہ جو بھی اس کلامِ عظیم کو سمجھے اس سے بھرپور انداز میں رہنمائی ورہبری حاصل کرسکے وہی سب سے آگے ہوگا چاہے وہ عربی ہوں کہ عجمی ہوں۔

یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک (رہتی ہے)

یہ بات قطعی ثابت ہوچکی ہے کہ اسلامی نظامِ زندگی اور نظامِ عبادت دراصل ایک بہترین نظامِ حیات ہے، جو ان حقائق کو زندہ کرتا ہے جو انسانی ضمیر وشعور میں اور عمل اور طرزِ عمل میں زندہ اور متحرک ہوتا ہے کیونکہ ان حقائقِ اصلی کا محض ذہنی ادراک بھی بغیر عمل وعبادت کے نہیں ہوسکتا اور نہ ان عقائد ونظریات کو ثبات وقرار بخش سکتا ہے۔ عبادت وعمل کے بغیر حقائقِ اصلی نہ انسان کی زندگی میں نہ معاشرے میں زندہ متحرک ہوسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لیلۃ القدر کی یاد میں اس شبِ عظیم میں ایمان اور خلوص کے ساتھ عبادت کرنے کو لازمی قرار دیا گیا ہے اور یہ اسلامی نظامِ زندگی کا طریقہ کار اور راستے کا ایک خاص پہلو بھی ہے۔

آیتِ کریمہ میں ارشادِ ربِّ کائنات ہورہا ہے کہ یہ رات اہلِ ایمان کے لیے امن وسلامتی کی رات ہے۔ اس عظیم رات میں نفس اور شیطان کی وسوسہ اندازیاں عبادت گزاروں کو پریشان نہیں کرتیں، وہ بڑی دلجمعی اخلاصِ نیت اور خلوص سے اپنے رب کے حضور حاضر رہ کر اس سے لو لگاسکتے ہیں اور ذکرِ جمیل میں مشغول ومصروف رہ سکتے ہیں۔

pklibrary.com

اس عظیم رات میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے عبادت گزار بندوں سے رابطے اور ان پر اپنی بے حد وحساب رحمتیں اور فضل وکرم کی بارش برساتا ہے اور فرشتوں کا ایک عظیم لشکر فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام کی سربراہی میں حکم الٰہی کے مطابق ان عبادت گزار بندوں کو سلام پیش کرنے انہیں سلامتی اور امن کی خوش خبری سنانے کے لیے زمین پر اترتے ہیں اور اہل ایمان عبادت گزاروں کو جو حکم الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق اس عظیم الشان رات کو اپنے ربّ کے حضور کھڑے رہتے ہیں خوش خبری سناتے ہیں کہ تمہارے سارے گناہ آج کی رات کی عبادت کے اجر کے طور پر معاف کردیے گئے۔

اسلام محض ظاہری رسومات واشکال کا نام نہیں ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عبادت کے سلسلے میں فرمایا ہے "ایماناواحتسابا" یعنی ایمان اور اخلاص کے ساتھ تاکہ اس رات عبادت وقیام اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے ہو جو اس رات متعین ہوئے اور احتساب کے طور پر یعنی خالص اللہ کے لیے ان دو شرائط سے انسانی دل میں ایسے حقائق جاگزیں ہوجاتے ہیں۔ جو انسان کو ان معانی سے مربوط کردیتے ہیں جن کے لیے یہ کتاب عظیم قرآن کریم نازل ہوا ہے۔

اسلامی نظامِ حیات کا یہ طریقہ ہے کہ وہ ایمان وعمل، ضمیر میں موجود معتقدات اور عملی عبادات کے درمیان ربط پیدا کرتا ہے اور نظام عبادت اس طرح تجویز کرتا ہے کہ اس کے ذریعے انسان کے ضمیر شعور میں وہ عقائد اچھی طرح مستحکم ہوجائیں اور متحرک صورت میں موجود محسوس ہوں۔ اسلامی نظام حیات میں عبادت محض افکار کی حد تک محدود نہ ہوں بلکہ ان کا پوری طرح عملی اظہار بھی ہو۔

نبی آخرالزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت یعنی ہمارے لیے بہت ہی آسان طریقہ عبادت بتائے اور سکھائے ہیں تاکہ ہم ان سے رہنمائی اور فلاح حاصل کرکے اپنی آخرت کی دائمی زندگی کا بہتر سے بہتر بندوبست کرسکیں اور ان یادوں کو تازہ رکھنے کے لیے اور اپنی روح کو اس سرچشمے سے مربوط کرسکیں اور اس عظیم کائناتی واقعہ کو یاد رکھ سکیں جو اس عظیم رات کو وقوع پذیر ہوا۔ اسی واقعہ عظیم کی یاد کو تازہ رکھنے کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تاکید فرمائی ہے کہ ہر سال اس عظیم رات کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور عبادت میں کھڑے رہیں اور اس عظیم قدر والی رات کو رمضان شریف کی آخری دس راتوں میں تلاش کریں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ "شب قدر کو رمضان کی آخری راتوں میں تلاش کرو" اور صحیین ہی کی ایک دوسری حدیث مبارکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "جس شخص نے شب قدر میں اللہ کی عبادت ایمان اور احتساب اللہ (پورے اخلاص اور توجہ) کی حالت میں کی اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔

(جاری ہے)

www.naeyufaq.com

حصہ تین

نازیہ کنول نازی

# وہ جو عشق تھا

اندھیرا لاکھ ہو، مجھ کو سحر کی آس رہتی ہے
یہی وہ روشنی ہے جو مجھے ڈرنے نہیں دیتی
مجھے معلوم ہے وعدہ نبھانا سخت مشکل ہے
مری کم ہمتی انکار بھی کرنے نہیں دیتی

وہ دیوار کے ساتھ لگی بیٹھی تھی جب وہ دھاڑتا ہوا اندر داخل ہوا۔ سرخ انگارہ آنکھوں میں جیسے خون سوار تھا۔ محراب کا شدت سے دھڑکتا دل یکلخت ساکت ہوا تاہم زارون نے اس کی خوف زدہ آنکھوں میں نہیں دیکھا تھا۔ شدید غصے کی حالت میں کمرے میں داخل ہوتے ہی وہ کسی عقاب کی طرح اس پر جھپٹا تھا۔

"بذات، بدکردار، بے غیرت لڑکی، کہا تھا ناں تم سے کہ تم صرف میری ہو...... میری ضد، میری پسند ہو، نہیں دستبردار ہو سکتا میں تم سے، کیا کیا نہیں کیا تمہارے حصول کے لیے میں نے اور تم ہو کہ پھر بھی نقب لگانے پر تلی ہوئی ہو، کس مٹی کی بنی ہو تم؟" حلق پھاڑ کر چلاتے ہوئے اس نے اس پر تھپڑوں کی بارش کردی تھی۔ محراب چلانے لگی۔

"چھوڑو مجھے...... نفرت کرتی ہوں میں تم سے۔"

"کرتی رہو، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" تنک کر کہتے ہوئے وہ اسے بازو سے کھینچتا بیڈ روم سے باہر لے آیا تھا۔

"تم جیسی عورت پر اعتبار کا مطلب ہے خود اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھودنا، اب جب تک میں تمہارا کہیں بندوبست نہیں کر دیتا، مرو یہیں پر۔" چھوٹے سے اسٹور میں اسے بند کرتے ہوئے وہ جنونی ہو رہا تھا۔ محراب کی چیخیں بلند ہونے لگیں۔

چھوٹا سا تاریک اسٹور جس میں کاٹھ کباڑ کے سوا اور کوئی چیز دیکھائی نہیں دے رہی تھی اسے خوف زدہ کرنے کے لیے کافی تھا۔ زارون اسے اسٹور میں بند کرنے کے بعد لمبے لمبے قدم اٹھاتا باہر آیا، سرعت سے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور درد سے تڑپتے عباد عبداللطیف کو اپنے مضبوط بازوؤں میں سنبھالتا، گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پھینک دیا تھا۔

"میں چاہتا تو ایک ہی گولی میں تمہارا کام تمام کر سکتا تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا، پتہ ہے کیوں؟ کیونکہ تم اپنے باپ کے اکلوتے بیٹے ہو، اس بڑھاپے میں اپنے سگے چچا کو بے موت مرتے نہیں دیکھ سکتا میں، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز مت سمجھنا کہ اگلی بار محراب تک پہنچنے کی تمہاری غلطی میں آسانی سے معاف کردوں گا، سمجھ گئے ناں، شاباش، دور رہنا اب محراب سے۔" جھک کر تنبیہی لہجے میں کہتا وہ اسے زہر لگا مگر تکلیف اتنی تھی کہ فی الحال وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

جسم سے خون تیزی سے بہنے کی وجہ سے اس پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ زارون اسے پچھلی سیٹ پر آرام سے لٹا کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔ اگلے پندرہ منٹ

pklibrary.com

کے بعد وہ قریبی ہاسپٹل میں اپنے ایک دوست کی توسط سے اس کے بڑے بھائی کے سامنے کھڑا تھا جو سرجن تھے۔

"عامر بھائی، فوری آپریٹ کا بندوبست کریں، کزن ہے میرا، تین گولیاں لگی ہیں جسم میں، خون تیزی سے بہہ رہا ہے مگر خون کی فکر نہ کریں، میرا اور اس کا بلڈ گروپ ایک ہے۔ جتنی چاہیے اتنی بوتلیں دینے کے لیے تیار ہوں مگر اسے کچھ ہونا نہیں چاہیے پلیز۔" اس کا دوست چونکہ پہلے ہی اپنے بھائی سے بات کر چکا تھا لہٰذا بناء پولیس کو ملوث کیے عباد کے فوری آپریٹ کا بندوبست ہو گیا تھا۔

عباد کے جسم میں تین گولیاں پیوست تھیں۔ ایک دائیں ٹانگ میں، ایک بائیں کندھے پر اور تیسری پیٹ میں۔ زارون عبدالرحیم نے اسے ہاسپٹل پہنچانے میں دیر نہیں کی تھی مگر خون بہت زیادہ بہہ گیا تھا۔ سردار عبدالطیف اور حویلی کے دیگر افراد تک جس وقت یہ خبر پہنچی اس کا آپریشن ہو چکا تھا۔ زارون کو وہاں موجود دیکھ کر سردار عبدالطیف کو سارا معاملہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی خون جیسے ان کی رگوں میں ابلنے لگا تھا۔

"کیا ہوا ہے میرے بیٹے کو؟" خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے انہوں نے پوچھا جب کہ وہ کمال بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔

"کچھ نہیں، تین گولیاں لگی ہیں مگر بے فکر رہیے زندہ بچ جائے گا۔ ڈاکٹر نے گولیاں نکال کر خون چڑھا دیا ہے۔"

"اسے گولیاں مارنے کی ہمت کس نے کی؟"

"کون کر سکتا ہے؟ ظاہر ہے جسے اس سے مسئلہ ہوگا وہی ہمت کرے گا۔"

"تم اب اپنی حد پار کر رہے ہو زارون۔"

"نہیں..... نہیں چاچا جان، حد پار کرتا تو اس وقت حویلی میں چچی جان کی چیخیں گونج رہی ہوتیں اور آپ کے کندھے ٹوٹ گئے ہوتے مگر میں نے ایسا نہیں کیا، فی

pklibrary.com

الحال اسے اپنی عزت کی طرف میلی نظر سے دیکھنے کی سزا دی ہے۔ دوبارہ اگر اس نے ایسی جرأت کی تو نہ آپ کو یہاں ڈاکٹر کے پاس آنے کی زحمت کرنی پڑے گی نہ مجھے آپ کو اس کے متعلق کوئی خبر دینے کی، یاد رکھیے گا۔“

وہ ان سے خائف ہونے کی بجائے نہایت دیدہ دلیری سے دھمکی دیتا وہاں سے نکل گیا تھا۔

سردار عبداللطیف پیچ و تاب کھاتے بس مٹھیاں بھینچتے رہ گئے تھے۔

☆......☆......☆

تنگ و تاریک اسٹور میں چیخ چیخ کر اس کا گلا خشک ہوگیا تھا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

زارون عبدالرحیم اسے وہاں قید کرنے کے بعد گویا اس سے غافل ہو چکا تھا۔ صبح کی سپیدی ہلکی ہلکی نمودار ہو چکی تھی تب ہی اس کے کانوں نے پسٹل ہل کی ٹک ٹک سنی۔ نیم مردار وجود میں گویا دوبارہ زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ سرعت سے اٹھ کر اس نے زور زور سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا تھا۔ جواب میں کچھ بھی سیکنڈز کے بعد ہلکی سی کلک سے دروازہ کھل گیا تھا۔

سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔ یہ وہی لڑکی تھی جسے پرسوں رات اس نے روتے ہوئے ایمبولینس کے پیچھے بھاگتے دیکھا تھا۔ وہ بھلا یہاں کیا کر رہی تھی؟

لڑکی نے شاید اس کی آنکھوں میں ابھرتی حیرانی بھانپ لی تھی تب ہی اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔

”میرا نام آئرہ ہے، یہ سامنے والی بلڈنگ میں رہتی ہوں، کل رات سے آپ کے لیے بہت خوف زدہ ہوں، بہت خونی منظر دیکھا آپ کے گھر کے باہر، ایک روز کسی مرد کو آپ کا بازو گھسیٹ کر یہاں لاتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ پوری رات آپ کے بارے میں سوچ سوچ کر سو نہیں سکی۔“ اس نے اپنی وہاں موجودگی کی وضاحت پیش کی۔

محراب نے جھجکتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”کون ہے وہ مرد جو آپ کو گھسیٹ کر یہاں لا رہا تھا؟“ گفتگو کا آغاز ہوا۔

محراب نے آنسوؤں سے بھیگا چہرا دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے صاف کیا۔

”شوہر ہے میرا۔“

”اوہ مجھے اندازہ تھا شوہر ہی ہو سکتا ہے، کیا زبردستی کی شادی ہے؟“

”ہوں۔“

”پڑھی لکھی ہو؟“

”ہوں۔“

”کتنا پڑھی ہو؟“

”گریجویشن کیا ہے پرائیویٹ۔“

”آگے کیوں نہیں پڑھا؟“

”اجازت نہیں ملی؟“

”کس سے...... کیا شوہر سے؟“

”نہیں بڑے تایا سے۔“

”کیوں انہیں کیا مسئلہ تھا؟“ وہ حیران ہوئی۔ محراب ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔

”بہت لمبی کہانی ہے یہ، کبھی فرصت میں سناؤں گی، اس وقت تو آپ کی شکر گزار ہوں آپ نے میری مدد کی۔“

”نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے، اصل میں کل رات میں بہت ٹینس تھی۔ اسی لیے سڑک پر ٹہل رہی تھی تب ہی اچانک میں نے آپ کے گیٹ کے سامنے ایک گاڑی رکتے اور اس میں سے ایک ہینڈسم سے مرد کو باہر نکلتے دیکھا مجھے وہ غصے میں لگ رہا تھا۔ ابھی چند منٹ بھی نہیں گزرے کہ اس نے اس گھر سے نکلتے ایک دوسرے خوبرو مرد کو بے دردی سے مارنا شروع کر دیا مارتے مارتے اچانک پتہ نہیں کیا ہوا کہ اس نے گاڑی سے پسٹل نکال لیا اور یکے بعد دیگرے اسے تین گولیاں مار دیں، بعد میں ایسی موڑ اور غصے کے ساتھ وہ اندر چلا گیا، میں بہت ڈر گئی تھی۔ مانو اپنی جگہ سے ہلنے کی ہمت بھی

pklibrary.com

نہیں بچی تھی مجھ میں پھر میرے دیکھتے دیکھتے وہ تین چار منٹ کے بعد اکیلا باہر نکل آیا، میں سمجھی شاید اس نے آپ کو مار دیا ہے۔ بعد میں وہ اس زخمی شخص کو خود بھی اٹھا کر گاڑی میں ڈال کر یہاں سے چلا گیا۔ میں ساری رات آپ کے بارے میں سوچ کر پریشان ہوتی رہی کہ جانے آپ کس حال میں ہوں گی۔ رات تو جیسے تیسے گزر گئی مگر صبح ہوتے ہی میں خود کو یہاں آنے سے نہیں روک سکی۔" اپنی وہاں موجودگی کی مکمل وضاحت دیتے ہوئے اس نے محراب کا اعتماد بحال کرنے کی کوشش کی۔ وہ سر جھکا گئی۔

"آپ ٹھیک ہیں ناں؟"

"ہوں۔"

"گڈ، میں یہیں سامنے رہتی ہوں، کوئی بھی مسئلہ یا پریشانی ہو آپ کسی بھی وقت بلا جھجک مجھے مدد کے لیے پکار سکتی ہیں۔ ان شاء اللہ جتنا ہو سکا آپ کی مدد کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"بہت شکریہ۔" اس وقت وہ اتنی خوف زدہ اور غائب دماغ تھی کہ چاہتے ہوئے بھی اس سے کوئی بات نہیں کر پا رہی تھی۔

آئزہ نے بھی یہ بات محسوس کر لی تھی تب ہی اسے بناء مزید کریدے وہاں سے پلٹ گئی۔ اس کے جاتے ہی محراب پر پھر جیسے خوف غلبہ پانا شروع ہو گیا۔

"کیا ہوا ہوگا؟ عباد عبداللطیف زندہ ہوگا یا نہیں۔" یہ سوال کسی زہریلے ناگ کی طرح بار بار ان کے اعصاب کو ڈس رہا تھا۔

صبح سے دوپہر ہو گئی تھی وہ وہیں اسی پوزیشن میں گم صم سی بیٹھی رہی۔ زارون ہوسپٹل سے سیدھا گھر آیا تھا۔ اسے لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا دیکھ کر ٹھٹک گیا۔

"تمہیں بھی رات اسٹور میں بند کر کے گیا تھا پھر تم باہر کیسے نکلیں؟" اس کا غصہ پھر عود آیا۔ محراب اس بار بے خوف رہی۔ بچا بھی کیا تھا اب کھونے کے لیے؟ نہ عزت نہ محبت۔

"عباد سائیں کہاں ہیں؟" اس کے سوال نے اسے مزید تپا دیا۔ تب ہی خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورتے ہوئے بولا۔

"وہ جہاں بھی ہو تمہیں اس سے مطلب؟"

"میری محبت ہیں وہ۔" اپنی پوری ہمت جمع کر کے اس نے کہا۔ جواب میں وہ چونک کر اسے دیکھتے ہوئے ہنس پڑا۔

"اچھا؟ اسی لیے میری چھوٹی سی پلاننگ پر بناء کچھ سوچے سمجھے طلاق دے ماری تمہارے منہ پر؟"

"شٹ اپ......"

"شٹ اپ کی بچی آخری بار وارن کر رہا ہوں تمہیں زندگی کی آخری سانس تک میرے سوا تمہاری زبان سے اور کسی مرد کا نام نہ سنوں میں، ورنہ اتنا برا کروں گا تمہارے ساتھ کہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا ہوگا تم نے۔" اسے گدی سے پکڑ کر اپنے قریب کرتے ہوئے گویا اس نے دھمکی دی۔ محراب ان آنکھوں کی وحشت دیکھتی رہ گئی۔

"چلو اب کھانا پکاؤ بھوک لگی ہے۔ صبح سے کچھ نہیں کھایا اوپر سے دو بوتلیں خون کی نکلوائی ہیں جسم سے۔" اگلے ہی پل وہ دھوپ سے چھاؤں بن گیا تھا۔

"چلو شاباش جلدی کرو۔ تب تک نہا کر آتا ہوں میں۔" اس بار اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے وہ کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

محراب ٹوٹے اعصاب کے ساتھ شکست خوردہ سی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ وہ نہا کر آیا تو وہ کچن ٹیبل پر بیٹھی پیاز کاٹ رہی تھی۔

"شاباش ہے تمہیں، ابھی تک پیاز ہی کاٹ رہی ہو، میں سمجھا کھانا ٹیبل پر لگ چکا ہوگا۔" وہ نہانے میں اچھی خاصی دیر لگاتا تھا۔ تب ہی غصہ ہوا۔

محراب نے ایک نظر اسے دیکھا پھر سر جھکاتے ہوئے بولی۔

"روٹی پکا کر رکھ دی ہے، پلاؤ دم پر ہے، سالن میں

pklibrary.com

بھی زیادہ دیر نہیں ہے۔ یہ پیاز سلاد کے لیے کاٹ رہی ہوں۔"

"ہوں، چلو پھر کھانا لگاؤ ٹیبل پر مجھے کہیں جانا ہے۔" کچی پیاز اٹھا کر منہ میں رکھتے ہوئے اس نے نیا حکم جاری کیا۔

محراب نے پیاز وہیں چھوڑ کر ڈش میں چاول نکالے، ساتھ میں ہاٹ پاٹ اٹھا کر میز پر رکھ دیا۔ سلاد تقریباً تیار تھی، فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل بھی نکال لی، مرغی کا گوشت تھا پکنے میں زیادہ ٹائم نہیں لگا تھا لہٰذا بوٹی چیک کر کے ڈونگے میں سالن بھی نکال لیا۔

"آجاؤ تم بھی کھالو، پتہ نہیں کب سے نہیں کھایا ہوگا۔" ڈائننگ ٹیبل پر اپنی سیٹ سنبھالنے کے بعد ڈونگے کا ڈھکن اٹھاتے ہوئے اس نے پھر اسے مرچیں لگائیں مگر وہ خاموش رہی۔

"کب تک سوگ مناؤ گی اس فضول سے انسان کا، مرا نہیں ہے ابھی بچ گیا ہے بے فکر ہو کر کھانا کھاؤ۔" اس کی خاموشی نے اسے زچ کیا مگر محراب کھڑی رہی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"بھوک نہیں ہے تب بھی کھانا کھاؤ میں جو کہہ رہا ہوں۔" وہ جب ضد پر آجاتا تو پھر اس کے لیے پیچھے ہٹنا آسان نہیں رہتا تھا۔ محراب نے ایک نظر سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر چپ چاپ بیٹھ گئی۔ زارون اب اپنی پلیٹ میں چاول نکال رہا تھا۔

"جانتا ہوں میں بہت خواب دیکھے ہوں گے تم نے عباد عبداللطیف کے ساتھ زندگی گزارنے کے مگر وہ شخص تمہارے لائق نہیں ہے، بودا شخص ہے بودا جبکہ تمہارے شریر کو فولادی ہونا چاہیے تاکہ وہ تمہاری حفاظت کر سکے مجھے سارا زمانہ کہتا رہے تم بدکردار ہو پھر بھی کبھی تمہیں چھوڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ بھروسہ کرتا ہوں تم پر۔" پلیٹ میں چاول نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اس نے گویا اس کا دل صاف کرنے کی کوشش کی۔ محراب پھر خاموش رہی۔

"یہ جو سامنے والی بلڈنگ میں لڑکی ہے اس سے بھی زیادہ میل میلاپ بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے، وہاں بھی کوئی مسئلہ ہوجائے یا میں جلدی گھر نہ آسکوں تب مدد لے سکتی ہو۔" وہ شخص جیسے اس گھر میں ہونے والی ہر آہٹ سے واقف تھا۔

محراب کہاں جانتی تھی کہ مین گیٹ سے لے کر اس کے بیڈروم تک میں سی سی ٹی وی کیمرا لگا تھا تاکہ وہ اس کی ہر حرکت پر نظر رکھ سکے۔ تب ہی سامنے والی لڑکی کے ذکر پر چونک اٹھی تھی۔ زارون اس کی حیرانی پر مسکرا دیا۔

"زیادہ حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے، یہاں موجود نہ ہو کر ہی تمہاری ہر حرکت کی خبر ہوتی ہے مجھے، بہرحال کھانا اچھا پکاتی ہو تم، ماننا پڑے گا۔" ہاٹ پاٹ سے روٹی نکالتے ہوئے وہ اسے مسلسل حیران کر رہا تھا۔ وہ پلیٹ میں رکھے چاولوں سے کھیلتی رہی۔

"ایک پتے کی بات بتاؤں تمہیں جو کسی ریاست کو فتح کرنا جانتا ہے ناں، اسے اس کی حفاظت کرنا بھی آتی ہے۔" پہلی بار وہ اتنا بول رہا تھا۔ شاید کل رات میں وحشت کا اس نے مظاہرہ کیا تھا اس کا مداوہ کرنے کی بھونڈی کوشش تھی یہ۔ وہ اب بھی خاموش بیٹھی رہی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلتا ہوں اب کھانا کھا لینا اچھی طرح، رات میں کوشش کروں گا جلدی آجاؤں۔" ڈائننگ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھاتے ہوئے اس نے پیشگی اطلاع دی پھر چند لمحے اس کے جواب کا انتظار کرنے کے بعد واپس پلٹ گیا۔

محراب اس کے جاتے ہی ڈائننگ ٹیبل سے اٹھ گئی۔ دل تھا کہ بے حد بوجھل ہو رہا تھا۔ عباد عبداللطیف کے بارے میں سوچ سوچ کر اس نے اپنے اعصاب تھکا لیے تھے۔ نہ پاس کوئی فون تھا نہ موبائل فون کیسے اس کے بارے میں پتہ کرتی، کس سے پوچھتی کہ وہ کس حال میں ہے۔ گزرتا ایک ایک لمحہ جیسے اس کے لیے پل صراط ثابت ہو رہا تھا۔

pklibrary.com

زارون نے یہ تو بتادیا تھا کہ وہ زندہ ہے مگر کس حال میں ہے یہ نہیں بتایا تھا۔ دن اسی اضطراب کی کیفیت میں کٹ گیا تھا۔ شام ڈھلی پھر رات آ گئی۔ زارون نے کہا تھا وہ جلدی آ جائے گا، اسی اطمینان میں جانے کب بستر پر لیٹتے ہی اس کی آنکھ لگ گئی۔ رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب ہلکی سی کھٹ پٹ کی آواز سے اس کی آنکھ کھل گئی تھی۔

کمرے میں اس کے سوا کوئی نہیں تھا یکلخت اس کا دل تیزی سے دھڑک اٹھا۔ سرہانے پڑا دوپٹہ اٹھا کر اچھی طرح سر پر جماتے ہوئے وہ کمرے سے باہر آئی تو سامنے لاؤنج میں جو منظر دیکھائی دیا اس نے بے ساختہ اسے ٹھٹک کر وہیں فریز ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

زارون گھر آ چکا تھا مگر اکیلا نہیں آیا تھا اس کے ساتھ غزالہ نامی وہ لڑکی بھی تھی جس نے مدرسے میں اس کا اعتماد جیت کر پھر دوستی کے نام پر چھرا گھونپا تھا اس کی پیٹھ میں۔ نظر کے بالکل سامنے وہ صوفے پر بیٹھی تھی اور زارون عبدالرحیم اسے چائے بنا کر پیش کر رہا تھا۔

جانے کیوں اس لمحے اس لڑکی کو وہاں دیکھ کر اس کا خون کھول اٹھا تھا۔ وہ آگے بڑھی اور بناء زارون کی موجودگی کا خیال کیے کسی چیل کی طرح جھپٹ کر اس نے اس کا بازو جکڑ لیا تھا۔

”مکار، جادوگرنی، یہاں بھی پہنچ گئیں تم؟ شرم نہیں آتی رات کے اس پہر یوں بے حیاؤں کی طرح کسی کے گھر کا رخ کرتے ہوئے۔“ وہ چلائی۔

غزالہ نے اس کے ردعمل پر قدرے حیران ہو کر زارون کی طرف دیکھا۔

”تم نے بتایا نہیں کہ اسے بھی یہاں رکھا ہوا ہے۔“

”مجھ سے بات کرو۔“ زارون کے کچھ کہنے سے پہلے بھی وہ چلائی۔

”شرم نہیں آتی تمہیں آدھی رات کو یوں کسی کے شوہر کے ساتھ کسی دوسری عورت کے گھر میں نقب لگاتے ہوئے، دوسری عورت بھی بھلا کون؟ جس کی پیٹھ میں اعتماد کا چھرا گھونپ کر تم نے اس کو ساری دنیا کی نظروں میں گناہ گار کر دیا، صرف تمہاری وجہ سے، تمہارے اس عیاش عاشق نے میری بے گناہ معصوم بہن کی بے رحم موت کا پلان بنایا، صرف تمہاری وجہ سے میرے پاک دامن پر تہمت لگی اس کے باوجود کتنی ڈھٹائی اور بے حیائی سے تم پھر میرے سامنے چلی آئیں، شرم نہیں آئی تمہیں؟“

”نہیں۔“ اس کے چلانے پر آہستگی سے اپنا بازو اس کی گرفت سے نکالتے ہوئے اس نے نہایت سکون سے نفی میں سر ہلایا۔

”اپنی غلطی کی تصحیح کر لو، یہ جو سامنے شخص کھڑا ہے ناں تمہارے، صرف عاشق نہیں ہے میرا، شوہر بھی ہے، باقاعدہ نکاح کیا ہوا ہے ہم نے، سمجھ آئی تمہیں، تو اپنے شوہر کے ساتھ، کبھی بھی کہیں بھی جانے میں کیسی شرم ہوں؟“ کوئی پہاڑ تھا جو اس وقت محراب عبدالکریم کے سر پر ٹوٹا تھا۔

پھٹی پھٹی سی بے یقین نگاہوں سے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے وہ گویا چکرا کر رہ گئی۔ تب ہی زارون نے اس سے کہا۔

”تم جاؤ کمرے میں، بعد میں بات کرتا ہوں تم سے۔“

”کیا بات کرو گے اب تم مجھ سے؟“ زارون کی بات نے گویا اسے تپا دیا تھا۔ تب ہی وہ چلائی تھی۔

”تمہارا اس لڑکی کے ساتھ جائز رشتہ تھا تو بتا دیتے ناں سب کو، وہ توڑ دیتی منگنی، ہٹ جاتی تمہارے راستے سے، اسے بے خبر رکھ کر، حویلی کے سرداروں سے اپنی اصلیت چھپا کر تم سمجھتے ہو بڑی بہادری کا کام کیا تم نے، تف ہے تمہاری مردانگی پر۔“

”شٹ اپ۔“ اس وقت محراب کا چلانا اسے طیش دلا گیا۔

”چلو کمرے میں۔“ بجائے غزالہ کو کچھ کہنے کے اس نے محراب کا بازو پکڑا اور اسے کھینچتے ہوئے کمرے میں

pklibrary.com

لے آیا۔

"فی الوقت تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ تم چپ کر کے سو جاؤ۔"

"کیوں؟ تاکہ تم اس کے ساتھ اپنی رات رنگین کر سکو، یہی کرنا تھا تو میری زندگی برباد کیوں کی، کیوں میرے اور عباد سائیں کے راستے جدا کیے، تم کتنا گرو گے زارون عبدالرحیم، کتنا گرو گے تم؟" وہ رو پڑی۔ زارون لب بھینچ کر رہ گیا۔

"اس کے ساتھ نکاح تمہیں اپنے نکاح میں لینے کے بعد کیا ہے، وہ بھی اس لیے کیونکہ تمہارے عاشق عباد صاحب نے میرے بابا اور بھائیوں کو میرے سارے پرانے کارناموں کے بارے میں بتادیا تھا۔ خود کو اپنے بابا اور بھائیوں کی نظر میں معتبر رکھنے کے لیے مجبوراً یہ نکاح کیا مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، بابا اور بھائیوں کی نظروں میں اپنی پارسائی کا ثبوت پیش کرنے سے پہلے ہی اپنے باپ کو کھودیا میں نے، جو زخم اس وقت میرے دل پر لگا ہے اس کی تکلیف تم نہیں جان سکتیں اس لیے بہتر یہی ہے کہ چپ رہو، خوامخواہ چیخ چیخ کر اپنا اور میرا تماشا مت بناؤ سمجھیں؟" یہ پہلی بار ہوا تھا کہ اس نے اسے اپنے کسی عمل کی وضاحت دی تھی۔ محرا گال پونچھ کر رخ پھیر گئی۔

"تم جیو یا رو میری بلا سے جہنم میں جاؤ۔" زیر لب بڑبڑاتے ہوئے وہ پلٹ گئی تھی۔ زارون بمشکل غصہ کنٹرول کرتا کمرے سے نکل آیا۔

"چلو۔" لاؤنج میں غزالہ کے مقابل آتے ہی اس نے حکم صادر کیا تو وہ چونک اٹھی۔

"کہاں؟"

"تمہارے گھر چھوڑ آتا ہوں اور کہاں۔"

"مگر کیوں؟ تم نے کہا تھا تم آج رات میرے ساتھ رہو گے۔"

"ہاں کہا تھا مگر اب میں ہی کہہ رہا ہوں چلو تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آتا ہوں۔"

"زارون......"

"بس چپ۔" تیز قدموں سے بیرونی گیٹ کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے اس نے تنبیہہ کی تو غزالہ اپنے گال پیٹ کر رہ گئی۔

"کیا ہو جاتا ہے ایک دم سے اچانک تمہیں؟ بالکل اجنبی ہو جاتے ہو تم۔" بمشکل بھاگ کر وہ اس کے تیز قدموں کا ساتھ دے پائی تھی۔

زارون نے چپ چاپ گاڑی کا دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ غزالہ برابر والی سیٹ پر بیٹھی تو اس نے فوراً گاڑی تیزی سے آگے بڑھادی۔ تب ہی اپنی توجہ سامنے روڈ پر مرکوز رکھتے ہوئے وہ بنا اس کی طرف دیکھے بولا۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو کہ تم سے نکاح میں نے صرف اپنی عزت بچائے رکھنے کے لیے مجبوری میں کیا تاکہ اپنے بابا اور بھائیوں کے سامنے نکاح نامہ پیش کر کے معتبر رہ سکوں، انہیں یقین دلا سکوں کہ میرا کسی بھی لڑکی کے ساتھ کوئی ناجائز تعلق نہیں ہے مگر پہلی بار اپنی پلاننگ میں کامیاب نہیں ہوا میں، بہرحال جو ہوا سو ہوا اب تمہارے حق میں یہ بہتر ہے کہ تم اس نکاح کو کسی گولڈ میڈل کی طرح گلے میں لٹکا کر سارے زمانے میں میری منکوحہ ہونے کا اشتہار مت لگاتی پھرنا، محراب کو بتادیا کافی ہے، کسی اور کو اگر اس راز کے بارے میں آگاہ کیا تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں اسی لمحے، اسی پل یہ تعلق توڑ دوں گا، میرے غصے سے اچھی طرح واقف ہو تم۔"

"ہاں بہت اچھی طرح واقف ہوں مگر تم بھی یہ جان لو کہ میں کوئی کلنک کا ٹیکہ نہیں ہوں جسے ماتھے پر سجانے سے خوف آرہا ہے تمہیں۔" اسے شاید اس کی تنبیہہ بری لگی تھی تب ہی غصے سے بولی تو وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"جب تک اس نکاح کو خفیہ رکھو گی تب تک کلنک کا ٹیکہ نہیں بنو گی کیونکہ میں جس خاندان سے تعلق رکھتا ہوں اس خاندان میں کسی بھی باہر کی لڑکی سے نکاح کا مطلب ہے اپنی برادری اور اس کی روایات سے انحراف کرنا، بابا جان زندہ ہوتے اور بات تھی، اب میری وہ حیثیت نہیں

محراب نے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے اپنے آنسو خشک کرلیے۔ زندگی اس کے لیے آسان پہلے بھی نہیں تھی اب تو اور بھی مشکل ہوگئی تھی۔

☆......☆......☆

کوئی زنجیر ہو چاہت کی چاندی کی روایت کی
محبت توڑ سکتی ہے
یہ ایسی ڈھال ہے جس پر
زمانے کی کسی تلوار کا سکہ نہیں چلتا
اگر چشم تماشا میں ذرا سی بھی ملاوٹ ہو
یہ آئینہ نہیں رہتا
یہ ایسی آگ ہے جس میں
بدن شعلوں میں جلتے ہیں تو روحیں مسکراتی ہیں
یہ وہ سیلاب ہے جس کو
دلوں کی بستیاں آواز دے کے خود بلاتی ہیں
یہ جب چاہے کسی بھی خواب کو تعبیر مل جائے
دعا جو بے ٹھکانہ ہو اسے تاثیر مل جائے
کسی رستے میں رستہ پوچھتی تقدیر مل جائے
محبت روک سکتی ہے سمے کے تیز دھارے کو
کسی جلتے شرارے کو
خفا کے استعارے کو
محبت روک سکتی ہے کسی گرتے ستارے کو
یہ چکنا چور آئینے کی کرچیں جوڑ سکتی ہے
جدھر چاہے محبت اپنی باگیں موڑ سکتی ہے
کوئی زنجیر ہو اس کو محبت توڑ سکتی ہے

عباد عبداللطیف کا آپریشن کامیاب ہوگیا تھا۔ سردار عبداللطیف کی آنکھوں میں گویا قہر کا طوفان بپا تھا۔ زارون کی وجہ سے ایک تو ان کے بیٹے کی زندگی پہلے ہی برباد ہوگئی تھی اوپر سے اس لڑکے نے ان کے بڑے بھائی کی زندگی بھی چھین لی تھی۔ وہ ابھی ان صدمات سے نکل بھی نہیں پائے تھے کہ اپنی حدود کراس کرتے ہوئے اس نے ان کے اکلوتے لخت جگر کو گولیوں سے چھلنی کرکے رکھ دیا۔

کامیاب آپریشن کے باوجود ڈاکٹر اس کی صرف زندگی بچا پائے تھے اسے معذوری سے نہیں بچا پائے تھے۔ اس کی وہ ٹانگ جس میں گولی لگی تھی ہمیشہ کے لیے ناکارہ ہوگئی تھی۔ کوئی اس لمحے ان کے دل سے پوچھتا اس پر کیا بیت رہی تھی۔ ان کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ زارون کو سامنے کھڑا کرکے گولیوں سے بھون دیتے۔

گو سردار عبدالرحیم کے بڑے دونوں بیٹوں نے اپنے بھائی کی اس حرکت پر ان سے معافی مانگ لی تھی مگر ان کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ بدلے اور انتقام کی آگ ان کے اندر بھڑکتی سارے احساسات مسمار کررہی تھی۔ اوپر سے زارون عبدالرحیم کو اپنی اس سفاکانہ حرکت پر کوئی شرمندگی نہیں تھی الٹا وہ ان پر احسان جتا رہا تھا کہ اس نے ان کے بیٹے کی زندگی بخش دی۔

اب وہ اپنے قبیلے اور علاقے کے سرپرست اور سردار تھے۔ اب انہیں اپنا اختیار استعمال کرتے ہوئے زارون عبدالرحیم کو سبق سکھانا تھا۔

☆......☆......☆

عباد ہسپتال سے گھر آگیا تھا مگر اس کی حالت دیکھنے لائق تھی۔ جب سے اسے اپنی معذوری کا پتہ چلا تھا وہ سارا سارا دن اپنے کمرے میں اندھیرہ کیے چپ چاپ لیٹا رہتا۔

سردار صاحب اور ان کی بیگم نے بہت کوشش کی اسے حوصلہ دلانے کی مگر اس کی چپ ٹوٹنے کا نام بھی نہ لیتی۔ اسے دیکھ کر ان دونوں کا دل کٹ کررہ جاتا۔ ان کی اکلوتی بیٹی فردا کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ زارون کا کلیجہ نکال کر چبا جائے۔

نایاب اور محراب کے ساتھ ساتھ سردار عبداللطیف کی فیملی بھی اس کی غلط حرکات سے محفوظ نہیں رہ سکی تھی اور اس کی سنگین صورت حال کا احساس زارون کے بڑے دونوں بھائیوں کو تھا۔

وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یقینی طور پر سردار عبداللطیف اب زارون کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے تب ہی

انہوں نے اپنے بھائی کو محتاط رہنے کی ہدایت کی تھی۔ حویلی میں اس کا داخلہ سختی سے بند تھا۔ ان دونوں نے اسے پرزور الفاظ میں تلقین کی تھی کہ وہ چند روز تک گھر سے بالکل باہر نہ نکلے سوائے کسی بہت ضروری کام کے۔ جب تک کہ وہ ارجنٹ بنیاد پر اس کی اور محراب کی بیرون ملک سکونت کا بندوبست نہیں کردیتے۔

زارون نے انہیں یقین دلایا تھا کہ وہ ان کی ہدایت پر عملک کرے گا مگر حقیقت میں اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اس کی زندگی میں ڈر و خوف نام کی کوئی چیز کبھی نہیں رہی تھی۔ شام ڈھل رہی تھی جب وہ گھر واپس آیا تھا۔

محراب کپڑے دھو رہی تھی اس کے دل میں نجانے کیا آئی کہ گاڑی سے نکل کر وہ سیدھا اس کے پاس چلا آیا۔

"میرے بھی دو سوٹ دھونے والے رکھے ہیں وہ بھی دھو دو۔" اسے مزا آتا تھا اسے چڑانے میں اس وقت بھی یہی ہوا۔ وہ غصے میں آگئی۔

"نوکر نہیں لگی تمہاری۔"

"پھر کیا لگتی ہو؟"

"پتا نہیں۔" وہ اس وقت بالکل بھی اس کے منہ لگنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

زارون نے اس کے جواب پر اپنی فل بازو کے کف موڑ کر ہاتھ پانی میں ڈال دیئے۔

"چلو میں مدد کرتا ہوں تمہاری۔"

"ضرورت نہیں ہے۔"

"سدھر جاؤ یار، ساری عمر کیا یونہی لڑتی رہو گی؟" پر شوق نگاہوں سے اس کا تپا تپا چہرہ دیکھتے ہوئے اس نے پانی کے چند قطرے اس کی طرف اچھالے۔ محراب تنگ ہو کر اٹھ گئی۔

"تم دھولو پہلے اپنے کپڑے میں بعد میں دھولوں گی۔"

"اکیلے کام کرنے کی عادت نہیں ہے مجھے۔" وہ بھی اس کے پیچھے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ زچ ہوئی۔

"مسئلہ کیا ہے تمہارے ساتھ، کیوں ہاتھ دھو کے پیچھے پڑ گئے ہو میرے؟"

"اچھی لگتی ہو دل کو، کتنی بار بتاؤں۔"

"تمہیں تو ہر راہ چلتی لڑکی اچھی لگتی ہے اس میں خاص کیا ہے۔"

"کون سی راہ چلتی لڑکی دیکھ لی تم نے میرے ساتھ؟" ایک دم وہ اس کے سامنے آگیا تھا۔ اپنے دھیان میں تیز چلتی محراب ٹھٹک کر رکنے کے باوجود اس سے ٹکرا گئی۔

"غزالہ اور اس جیسی سینکڑوں لڑکیاں جن کا اپنے مفاد کے لیے استعمال کرتے ہو تم۔"

"ہاہاہا...... تمہیں وہ راہ چلتی لگتی ہے؟ کروڑ پتی باپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔"

"اسی لیے مر مٹے تم اس پر۔"

"تمہیں جیلسی ہو رہی ہے؟"

"کیوں اس میں ایسی کیا خاص بات ہے جو میں اس سے جلوں؟"

"یہ تو تمہیں پتا ہوگا۔"

"بھاڑ میں جاؤ تم بھی اور وہ بھی۔"

"اور تم؟" وہ کہاں اس کی جان آسانی سے چھوڑنے والا تھا۔ محراب تڑپ گئی۔

"میں دنیا میں ہی ٹھیک ہوں۔"

"یہ تو زیادتی ہے یار، تمہارے بغیر میں اکیلا بھاڑ میں کیا کروں گا؟"

"مجھے نہیں پتا۔" اس کی سائیڈ سے نکل کر وہ کچن میں چلی آئی۔ زارون بھی پیچھے ہی چلا آیا۔

"ایک کپ چائے میرے لیے بھی بنادو۔"

"فارغ نہیں ہوں میں۔"

"چلو پیچھے ہٹو پھر میں بنالیتا ہوں۔" اس کا مقصد صرف اسے تنگ کرنا تھا۔ محراب کچن سے ہی نکل گئی۔

"اس کا دھیان عباد عبداللطیف میں اس کا تھا کہ جانے اس کا کیا حال ہوگا ایسے ہی زارون کی اٹھکیلیاں اسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھیں مگر اسے کہاں پروا تھی۔ محراب نے خود کو کمرے میں بند کر کے کمرا لاک کرلیا تھا۔

pklibrary.com

اس کا دل اس لمحے ٹوٹ کر رونے کو چاہ رہا تھا لہٰذا بیڈ کی پٹی سے ٹیک لگا کر نیچے قالین پر بیٹھی وہ چپ چاپ روتی رہی۔

نایاب عبدالکریم کے لیے۔

عباد عبدالطیف کے لیے۔

اپنی بے بس مجبور ماں کے لیے۔

اپنی بے حس، بے رنگ زندگی کے لیے۔

☆......☆......☆

زارون کی ایبروڈ جانے کی ساری تیاری مکمل ہوگئی تھی۔ اپنے طور پر زارون کے بھائی سب خفیہ رکھ رہے تھے مگر پھر بھی سردار عبدالطیف کو خبر ہوگئی تھی۔

حویلی میں ان کے وفاداروں کی بھی کمی نہیں تھی۔ زارون عبدالرحیم کے لیے وہ ایسی سزا تجویز کرنا چاہتے تھے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ یعنی وہ اسے سزا بھی دے دیں اور ان پر الزام بھی نہ آئے۔

ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے تھے ان کے بھائی کو دنیا سے گئے ابھی اگر وہ سب کے سامنے یتیم بھتیجے کو نقصان پہنچاتے تو بہت ممکن تھا کہ ان کی سرداری چلی جاتی، علاقے اور قبیلے کے سرداران کی حرکت پر ان سے ناراض ہو کر بائیکاٹ کر لیتے۔ لہٰذا انہیں جو بھی کرنا تھا سوچ سمجھ کر کرنا تھا۔

زارون اس روز غزالہ کے ساتھ مارکیٹ آیا تھا۔ پچھلے کئی دنوں سے وہ شاپنگ کی ضد کر رہی تھی اس نے سوچا چلو ایبروڈ جانے سے پہلے اسے خوش کر دے اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی اس کے ایک ایک پل پر نظر رکھے ہوئے ہے اور غزالہ اس وقت بوتیک میں کپڑے دیکھ رہے تھے جب سائیڈ سے ایک لڑکے نے غزالہ کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کا بوسہ لے لیا۔

یہ سب اتنی تیزی سے ہوا کہ غزالہ کو سمجھ ہی نہ آسکا کہ اس کے ساتھ ہی نہیں تھا کہ وہ اسے سلامت جانے دیتا۔ بھاگنے کی کوشش کرتے لڑکے کو اس نے پیچھے کالر سے پکڑ کر اس کے منہ پر مکا رسید کیا تھا۔ اتنے میں دو اور لڑکے قریب ہی نکل آئے۔ وہاں بوتیک میں کسی کو بھی اصل معاملے کا پتہ نہیں چل سکا تھا کہ آخر کیا بات ہوئی ہے البتہ سب یہ ضرور جانتے تھے کہ لڑائی زارون نے شروع کی ہے۔ اس سے پہلے کہ کوئی صلح صفائی کی کوشش کرتا زارون نے پسٹل نکال لی۔ پسٹل دیکھ کر سب سائیڈ پر ہوگئے مگر اس سے پہلے کہ وہ فائر کرتا پیچھے کھڑے لڑکے نے اسے چالاکی سے قابو کر کے اس کی گرفت سے پسٹل نکال لی۔ اس سے پہلے کہ زارون اسے دیکھتا غزالہ کے ساتھ بدتمیزی کرنے والے لڑکے نے اپنی پاکٹ سے پسٹل نکل اور یکے بعد دیگرے کئی فائر زارون کی ٹانگوں پر کھول دیئے۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی اور اچانک ہوا تھا کہ کوئی بھی کچھ نہیں کر سکا۔

لڑکے اپنا کام کرنے کے بعد وہاں سے فرار ہوگئے کسی کو بھی ان کے بارے میں پتہ نہ چل سکا کہ وہ کون تھے۔

اس وقت وہاں اتنا شور اور افراتفری مچ گئی تھی کہ ان کے بارے میں جاننے کا کسی کو ہوش بھی نہیں رہا تھا۔ غزالہ چیخیں مارتے ہوئے کانپ رہی تھی۔ کوئی ایمبولینس کو کال کر رہا تھا اور کسی نے سردار عبدالطیف کو کال ملائی تھی۔

"مبارک ہو سردار صاحب آپ کا کام آپ کی ہدایت کے عین مطابق ہوگیا ہے۔" سردار عبدالطیف نے کال سنی اور پھر اپنے کارندے کو شاباش دیتے ہوئے کال کاٹ دی۔

حویلی اور قبیلے میں جس جس کو اس حادثے اور حادثے کی وجہ کا پتا چلا ان کا خون کھول کر رہ گیا۔ وہ تعلق جو زارون نے اب تک چھپا کر رکھا ہوا تھا وہ بھی منظر عام پر آ گیا تھا۔ زارون کے بڑے دونوں بھائی ہر کسی سے منہ چھپاتے پھر رہے تھے۔

مریم بیگم خون کے گھونٹ پی کر رہ گئیں۔

ہسپتال میں زارون کے پاس غزالہ کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ اگلے چوبیس گھنٹوں کے بعد اس کا آپریشن



pklibrary.com

کامیاب ہوگیا تھا۔ جس وقت اسے ہوش آیا سردار عبدالطیف وہیں اس کے کمرے میں موجود تھے۔ انہیں سامنے دیکھ کر زارون کو ساری کہانی سمجھ آ گئی۔ اس کی دونوں ٹانگیں بے جان تھیں وہ اذیت سے آنکھیں میچ کر رہ گیا۔ تب ہی سردار صاحب اس کے قریب آئے تھے۔

"کیسے ہو برخوردار؟" زارون جانتا تھا وہ اس وقت اس کے پاس کیوں آئے ہیں تب ہی خاموش رہا۔

"لگتا ہے کچھ زیادہ ہی تکلیف میں ہو اس وقت، مگر جتنی بھی تکلیف میں ہو تمہاری تکلیف اس باپ کی تکلیف سے زیادہ نہیں ہوسکتی جس کا ایک ہی جوان بیٹا ہو اور اس کی زندگی بھی تم نے موت سے بدتر کردی ہو۔" اپنے سوال کے جواب میں اس کی خاموشی پر انہوں نے پھر نمک پاشی کی۔

"اب تم ساری زندگی میرے احسان مند رہنا کہ جان بخش دی تمہاری میں نے وہ بھی صرف محراب بیٹی کی وجہ سے اور اس کے بعد میرا خیال ہے کہ تمہیں اب یہ بات اچھی طرح سمجھ آ جائے گی کہ شیر چاہے جتنا بوڑھا بھی ہوجائے اپنے شکار کو گھائل کرنا نہیں بھولتا۔ اب جیسی زندگی میرا بیٹا گزارے گا تم بھی ویسی زندگی ہی گزارو گے ان شاءاللہ۔" زارون کو اب سمجھ آ رہا تھا کہ اس کے بھائیوں نے اسے محتاط رہنے کے لیے کیوں کہا تھا۔ کیوں وہ فوری طور پر اس کے ملک سے باہر چلے جانے پر زور دے رہے تھے۔ اس نے لاپروائی کی اور اب اسی لاپروائی کا خمیازہ اسے بھگتنا تھا۔ سردار عبدالطیف اپنے اندر کی بھڑاس نکالنے کے بعد وہاں سے چلے گئے ان کے جانے کے بعد غزالہ اس کے پاس آئی۔

"شکر ہے ہوش آ گیا تمہیں، اب کیسی طبیعت ہے؟"

"پتہ نہیں، ڈاکٹر کیا کہتے ہیں؟" وہ بیزار سی بولا۔ غزالہ اس کے قریب سر جھکا کر بیٹھ گئی۔

"اچھی رپورٹ نہیں ہے زارون، ڈاکٹرز کے مطابق تم اب ساری عمر اپنے پاؤں پر چل پھر نہیں سکو گے۔"

"ایبروڈ جا کر بھی نہیں؟"

"نہیں، کوئی چانس نہیں ہے۔" وہ خود بھی بے حد مضطرب لگ رہی تھی۔ زارون کو چپ لگ گئی۔

"میرے گھر سے آیا کوئی؟" بہت دیر کے بعد اس نے پوچھا تب وہ بولی۔

"نہیں، میں نے حویلی اطلاع بھجوادی تھی مگر پھر بھی کوئی نہیں آیا۔"

کوئی نشتر تھا جو اس وقت زارون کے اندر پیوست ہوا تھا۔ پہلی بار اسے تنہائی بہت زیادہ محسوس ہوئی تھی۔ بہت دیر تک اس سے کچھ بولا بھی نہیں گیا تب ہی غزالہ بولی۔

"تم اپنی وائف کو یہاں بلا لو، میں کل سے یہیں ہوں میرے گھر والے پریشان ہورہے ہوں گے۔" وہ اب معذور ہوگیا تھا تو اس رئیس لڑکی کے لیے بھی اس کی اہمیت صفر ہوگئی تھی۔

زارون چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ بالکل خالی سپاٹ نگاہوں میں جیسے ڈھول اڑ رہی تھی۔

"ہوں۔" خالی دماغ کے ساتھ اس کا سر آہستہ سے اثبات میں ہلا تھا۔

"ٹھیک ہے..... میرا گھر دیکھ رکھا ہے تم نے، اسے خبر کردینا۔" اس وقت وہ یہی کہہ سکا۔

غزالہ اسی کو غنیمت سمجھتے ہوئے فوراً وہاں سے نکل گئی۔ اس کے وہاں سے نکلتے ہی جو پہلا خیال زارون کے دماغ میں آیا وہ خودکشی کا تھا۔ بچپن سے اب تک اس نے ایک بھرپور زندگی گزاری تھی اب اسے یہ محتاجی اور خود ترسی کی زندگی گوارہ نہیں تھی۔

اب اسے احساس ہورہا تھا کہ اس نے عباد عبدالطیف کے ساتھ کتنا غلط کیا تھا مگر اب اس احساس کا کوئی فائدہ نہیں تھا کیونکہ پانی پلوں کے نیچے سے گزر چکا تھا۔

اب اسے محراب عبدالکریم کو خود پر ہنستے ہوئے نہیں دیکھنا تھا۔ کمرے میں ادھر ادھر نظر دوڑائی، وہاں کوئی چیز ایسی نہیں تھی جس سے وہ خود کو نقصان پہنچا سکتا۔ اسے

ڈرپ لگی تھی اس نے وہ نوچ کر اتار دی۔ نرس کمرے میں آئی تو اسے اس حال میں دیکھ کر پریشان ہوگئی۔

"مسٹر زارون آپ ٹھیک ہیں؟"

"نہیں اور اب دفع ہوجاؤ یہاں سے میں مزید کوئی سوال نہ سنوں۔" ایک لمحے میں وہ کنٹرول سے باہر ہوا تھا۔

نرس انہی قدموں پر واپس پلٹ گئی۔ اگلے پانچ منٹ کے بعد ڈاکٹر فرحت اس کے پاس آئے تھے۔

"السلام علیکم۔" کمرے میں داخل ہوتے ہی انہوں نے سلام کیا۔

زارون نے سلام کا جواب دیا نہ نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھنے کی زحمت کی۔ تب ہی وہ اس کے قریب چلے آئے۔

"ڈرپ کیوں اتار دی آپ نے؟"

"ضرورت نہیں تھی۔" آنکھیں موندتے ہوئے اس نے سر پیچھے تکیے سے ٹکایا۔ تب ہی وہ بولے۔

"یہ طے کرنا کہ ضرورت تھی یا نہیں تھی آپ کا نہیں ہمارا کام ہے اور آپ تو جوان ہیں، خوب صورت اور سمجھ دار ہیں، زندگی کی بہت ضرورت ہے آپ کو۔"

"مفلوج زندگی کی ضرورت نہیں ہے مجھے۔"

"ایسا نہیں کہتے، اللہ اپنے محبوب بندوں کو آزمائش کے لیے چنتا ہے، ان کا ایمان اور حوصلہ آزماتا ہے جو اس کی آزمائش میں سرخرو ہوجاتے ہیں ان کے لیے بڑا انعام ہے اور جو اس آزمائش میں ہمت ہار دیتے ہیں وہ انہیں دنیا اور اس کی آسائشیں عطا کردیتا ہے، ہوسکتا ہے آپ کو اللہ نے اس آزمائش کے ذریعے کچھ ایسا دینا ہو جس کا آپ تصور بھی نہ کرسکے۔"

"مجھے ضرورت نہیں ہے کسی چیز کی، آپ جائیں پلیز فی الحال میں کسی سے بھی بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" اس کا موڈ اس وقت بے حد خراب تھا۔ ڈاکٹر فرحت اپنا چشمہ ٹھیک کرکے رہ گئے۔

"آپ غلط کررہے ہیں مسٹر زارون، مایوسی کفر ہے۔"

"آپ کا تو کوئی نقصان نہیں کررہا ناں میں، پلیز جائیں یہاں سے۔" اس بار وہ تلخ ہوا تھا۔ ڈاکٹر فرحت کو بے حد سبکی محسوس ہوئی مگر وہ ضبط کرگئے۔

"ٹھیک ہے، آپ کو بتانا تھا کہ آپ کی رپورٹس میں نے لندن میں اپنے ایک دوست کو بھجوائی ہیں، وہ آپ کا کیس دیکھ رہا ہے، جیسے ہی کوئی اچھی خبر آئی میں آپ کو بتاؤں گا، تیار رکھیے گا خود کو۔" اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ کمرے سے نکل گئے تھے۔

زارون ان کے جانے کے بعد کتنی بھی دیر تک گومگوسی کیفیت میں لیٹا رہا۔ رات ساری ایک عجیب سے اضطراب اور بے چینی کی نظر ہوگئی۔

صبح ڈاکٹر فرحت معائنے کے آئے تو اس نے خود انہیں مخاطب کیا۔

"آپ سے کچھ پوچھنا تھا ڈاکٹر۔" وہ جو اس کی فائل پڑھ رہے تھے فوراً اس کے چہرے کی طرف متوجہ ہوئے۔

"جی پوچھیے۔"

کیا میں ٹھیک ہوسکتا ہوں، زندگی میں دوبارہ کبھی اپنے پاؤں پر چل سکتا ہوں؟"

"بالکل، کل بتایا تو تھا آپ کو کہ آپ کی رپورٹس لندن بھجوائی ہیں، آپ کی وائف کو بھی یہ بات بتادی تھی کہ کچھ وقت لگے گا مگر آپ ان شاء اللہ دوبارہ اپنے پاؤں پر چل سکیں گے۔"

"واقعی؟" اسے جیسے اپنے کانوں پر یقین بھی نہ آیا۔ ڈاکٹر فرحت نے اپنا سر اثبات میں ہلا کر گویا اسے زندگی دان کردی۔ اب اسے سمجھ آرہا تھا کہ غزالہ نے اس سے جھوٹ کیوں بولا تھا۔ حقیقت میں وہ اس سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔ اسے بے ساختہ ہنسی آئی اور وہ ہنستا چلا گیا۔

اب اسے دنیا اور اس کی حقیقت کو پرکھنا تھا۔ خود کو پہلے سے زیادہ مضبوط کرنا تھا۔



pklibrary.com

☆......☆......☆

محراب بے کل سی ٹیرس پر ٹہل رہی تھی جب اپنے گھر کی ٹیرس پر موجود آئرہ نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلایا۔ محراب کے چہرے پر اس کی پریشانی صاف دیکھی جاسکتی تھی۔

زارون کل صبح کا گھر سے نکلا چوبیس گھنٹوں بعد بھی گھر واپس نہیں آیا تھا اور اب غزالہ نے اپنے ایک ملازم کے ہاتھ اسے پیغام بھجوادیا تھا کہ اسے گولیاں لگی ہیں وہ ہوسپٹل میں ہے لیکن معذور ہوچکا ہے۔ ملازم اطلاع دے کر چلا گیا تھا مگر وہ تب سے بے حد پریشان تھی۔

آئرہ کو معلوم ہوگیا کہ کوئی نہ کوئی مسئلہ ہے تب ہی وہ سیڑھیاں پھلانگتی اگلے پانچ منٹ کے بعد اس کے پاس موجود تھی۔

''السلام علیکم! کیسی ہو؟''

''ٹھیک ہوں۔''

''لگ تو نہیں رہیں۔''

''ہوں، کچھ پریشانی ہے۔''

''کیا؟''

''میرے شوہر کل رات سے گھر نہیں آئے، اب ان کی دوسری وائف کے ملازم سے پتہ چلا ہے کہ وہ ہوسپٹل میں ہیں گولیاں لگی ہیں انہیں۔''

''اوہ میرے اللہ پھر تو تمہیں ان کے پاس ہونا چاہیے تھا اس وقت۔''

''کیسے جاؤں؟ سوائے میرے شوہر کے میرا یہاں کسی کو نہیں پتا، نہ کوئی رابطہ ہے کسی سے۔''

''اچھا چلو میں لے چلتی ہوں، ہوسپٹل کا پتہ ہے؟''

''ہوں، ایڈریس دے کر گیا ہے ملازم، ساتھ ہی یہ پیغام بھی دے گیا کہ میں رکشہ لے کر چلی جاؤں مگر مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا کہ کیا کروں۔''

''کچھ نہ کرو، تم میرے ساتھ چلو، بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔'' آئرہ نے اس کے ساتھ تکلف کی دیوار گرادی تھی۔

محراب کو مجبوراً اس پر بھروسہ کرنا پڑا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ہسپتال پہنچی تو زارون سو رہا تھا۔ آئرہ ڈاکٹر فرحت سے ملی اور ان سے زارون کے متعلق ساری معلومات لے کر وہ کوریڈور میں محراب کے پاس آ بیٹھی۔

''ٹانگ میں گولیاں لگی ہیں تمہارے شوہر کو، موصوف اپنی بیوی کے ساتھ کسی ہال میں تھے جب کسی لڑکے نے ان کی دوسری بیوی کو چھیڑ دیا اور یہ ہیرو بن کر اس سے الجھ پڑے۔ وہ کئی لڑکے تھے پھر اسلحہ بھی تھا ان کے پاس، لڑائی لڑائی میں زخمی کر کے چلے گئے۔'' مختصر لفظوں میں اس نے ساری روداد اسے کہہ سنائی۔ محراب مضطرب سی سر جھکا کر بیٹھی رہی۔

''کیا یہ سب ڈاکٹر نے بتایا ہے تمہیں؟''

''ہوں، تمہارے شوہر کی دوسری بیوی نے ڈاکٹر فرحت کو بتایا ہے یہ سب اور تمہیں پتا ہے ڈاکٹر فرحت کون ہیں، میرے فیاسی۔'' وہ اسے بڑے عام سے انداز میں بتا رہی تھی۔ محراب نے بے حد حیرانی سے سر اٹھایا۔

''واقعی؟''

''ہوں۔'' اس کے حیران ہونے پر وہ مسکرائی۔ محراب نے دوبارہ سر جھکا لیا۔

''کیا کہتے ہیں وہ زارون کی حالت کے بارے میں؟''

''فی الحال تو کچھ بھی کہنا مشکل ہے۔ چار گولیاں لگی ہیں دونوں ٹانگوں میں اسے ساری عمر کے لیے معذور بھی ہوسکتا ہے مگر یہ بات اس سے چھپا کر رکھنا اوورری ایکٹ کرسکتا ہے وہ، باقی اس کے گھر سے اطلاع کے باوجود اب تک کوئی نہیں آیا۔''

''کیوں؟'' ایک مرتبہ پھر اسے بے حد حیرانی ہوئی۔ آئرہ نے کندھے اچکا دیئے۔

''پتہ نہیں، یہ تو تم بھی معلوم کرسکتی ہو۔''

''ہوں، حویلی جا کر بھی ساری بات کا پتہ چل سکتا ہے۔ کیا تم ابھی مجھے حویلی ڈراپ کرسکتی ہو؟''

''بالکل چلو، تمہارا شوہر تو ویسے بھی ابھی دواؤں کے

pklibrary.com

زیرِاثر شام سے پہلے تک نہیں اٹھے گا۔"
"ٹھیک ہے پھر چلو۔" اپنی شال سنبھالتی وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ آئرہ نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی تھی۔
"فرض کرو اگر تمہارا شوہر اپنے پیروں پر نہ چل سکا تو تم کیا کرو گی، کیا حویلی واپس چلی جاؤ گی؟" ڈرائیونگ کے دوران اس نے پوچھا۔
محراب اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں مسل کر رہ گئی۔
"نہیں، حویلی میں اب میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔"
"تو پھر کہاں رہو گی، گزر بسر کیسے کرو گی؟"
"پتہ نہیں، میں نے ابھی اس بارے میں کچھ نہیں سوچا۔"
"چلو کوئی بات نہیں پہلے حویلی سے ہو آؤ پھر اس موضوع پر دوبارہ بات کریں گے۔" گاڑی حویلی کے راستے پر ڈالتے ہوئے آئرہ نے بات ختم کر دی تھی۔
محراب تمام راستے کھڑکی سے باہر دیکھتی خاموش بیٹھی رہی۔ اس کا دل عجیب وسوسوں کا شکار ہو رہا تھا۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں جانے کیا کرے۔

☆......☆......☆

گاڑی ایک جھٹکے کے ساتھ حویلی کے بڑے سے کشادہ سرخ گیٹ کے سامنے رکی تھی، محراب اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔
"آؤ، تم بھی آ جاؤ۔"
"نہیں، میں یہیں گاڑی میں انتظار کروں گی۔"
"مجھے دیر ہو جائے گی۔ اتنی دیر یہاں باہر گاڑی میں بیٹھنا ٹھیک نہیں، امی سے بھی لینا۔ آ جاؤ پلیز۔"
"چلو ٹھیک ہے پھر۔" اس کے اصرار پر اس نے انجن بند کر کے گاڑی لاک کر دی۔
وہ دونوں اندر آئیں تو عجب سی وحشت ناک خاموشی نے ان کا استقبال کیا۔ شیشے کی مانند صاف شفاف سرخ حویلی میں سوائے پرندوں کی چہکار کے اور کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ محراب قدرے پریشان سی تیز قدم اٹھاتی اپنے پورشن میں آ گئی۔
مریم بیگم اپنے بستر میں دبکی تیز بخار میں جل رہی تھیں۔ وہ بے قرار ہو گئی۔
"امی......" اس کی پکار پر انہوں نے فوراً پٹ سے آنکھیں کھول دی تھیں۔
"محراب، میرے بچے، تم کب آئیں؟" بازو اس کی کمر کے گرد حائل کرتے وہ فوراً اٹھ بیٹھیں۔
تب ہی آئرہ نے بھی آگے آ کر ان کے سامنے سر جھکا دیا تھا۔
"السلام علیکم آنٹی، میں آئرہ ہوں، محراب کی دوست اور پڑوسن۔" اپنے تعارف کا مرحلہ اس نے خود بھی نپٹا دیا تھا۔
محراب کی پیشانی کا بوسہ لیتی مریم بیگم اس کی جانب متوجہ ہوتی مسکرا دیں۔
"جیتی رہو بیٹی۔" اس کی پیشانی پر بھی انہوں نے بوسہ دیا۔ آئرہ کو بے حد اچھا لگا۔
"بخار کب سے ہو گیا آپ کو؟" محراب نے پوچھا۔ تب وہ بولیں۔
"بخار تو اکثر رہتا ہے بیٹے، پرسوں کپڑے کافی جمع ہو گئے تھے بس جب سے وہ دھوئے ہیں تھوڑا بخار جان نہیں چھوڑ رہا۔"
"آپ نے کیوں دھوئے کپڑے ملازم کہاں گئے سارے؟" وہ حیران بھی ہوئی اور غصے بھی۔ مریم بیگم نظر چرا گئیں۔
"بس بیٹے ملازموں کو اور بھی سو کام ہوتے ہیں۔"
"بخار کی دوا لی؟"
"ہاں منگوائی تھی، اتر جاتا ہے پھر ہو جاتا ہے۔"
"کچھ کھایا بھی ہے آپ نے کہ نہیں؟"
"کھایا ہے کھچڑی بنا کر دے گئی تھی زینب، تم کہو کیسے آنا ہوا...... زارون کہاں ہے اب؟"
"آپ کو پتا ہے زارون کا؟" وہ حیران ہوئی۔ مریم بیگم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہاں، عبدالطیف بھائی نے بتایا تھا یہاں حویلی میں سب کو۔"

"تو پھر کوئی ہسپتال کیوں نہیں گیا اس کے پاس؟" اس نے پوچھا جب ایک ملازم وہاں چلا آیا۔

"محراب بی بی، آپ کو سردار صاحب بلا رہے ہیں۔" اس کا دل دھڑکا۔

کن نظروں سے مریم بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے وہ اٹھی۔

"میں ابھی آتی ہوں امی، آئرہ آپ بھی امی کے پاس بیٹھیں، میں چچا جان کی بات سن کر آتی ہوں۔" ملازم کی تقلید میں سست قدموں سے چلتی وہ سردار عبدالطیف کے پورشن میں چلی آئی۔

سردار عبدالطیف اس وقت اپنے کمرے میں صوفے پر براجمان سیب چھیل رہے تھے، وہ سلام کرتی پاس بیٹھ گئی۔

"آپ نے مجھے بلایا چچا جان۔"

"ہاں...... زارون کے بارے میں بات کرنی تھی تم سے۔"

"جی چچا جان۔"

"دیکھو محراب، میرے مرحوم بھائی کی بیٹی ہو تم، جان سے پیاری ہو مگر ایک بات اچھی طرح جان لو، لال حویلی میں زارون عبدالرحیم کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے، اس کا جو کردار ہے، میں اپنی بیٹے کو بھی اس کے یہاں ہونے سے محفوظ نہیں سمجھتا، نایاب اور تم پہلے ہی اس کے شیطانی دماغ کی بھینٹ چڑھ چکی ہو، اب بھی سارے زمانے میں ہمارے چہروں پر کالک ملنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اس نے تو جب تک تم اس شخص کے نکاح میں ہو، اس حویلی میں تمہارے لیے بھی کوئی جگہ نہیں، اس سے کہو فارغ کرے تمہیں تاکہ میں تمہارے سرپرست کے حیثیت سے کسی اچھے انسان کے ساتھ دوبارہ شادی کروا سکوں تمہاری، میری بات سمجھ میں آرہی ہے ناں تمہارے؟"

"جی چچا جان۔" اپنے سوال کا جواب اسے سردار عبدالطیف کی زبان سے مل گیا تھا۔

"شاباش، چلو جاؤ اب۔" نہایت سفاکی سے بنا اس کے جذبات کا احساس کیے اسے اپنا فیصلہ سنا کر وہ دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گئے تھے۔

محراب بے حد بوجھل دل سے ساتھ وہاں سے اٹھ آئی۔ وہ اچھی طرح جان گئی تھی کہ سردار عبدالطیف نے زارون سے اپنے بیٹے کا بدلہ لیا ہے اور اب وہ اس کی شادی ختم کر کے دوبارہ سے اس کا نکاح اپنے بیٹے سے کروانا چاہتے تھے تاکہ ان کے بیٹے کی ہر خواہش پوری ہو سکے۔

"کیا ہوا...... کیا کہہ رہے تھے سردار صاحب؟" آئرہ نے اس کا لٹکا ہوا چہرا دیکھ کر پوچھا۔ وہ آہستہ سے نفی میں سر ہلا گئی۔

"کچھ نہیں۔"

"لیکن تمہارا چہرا تو کوئی اور کہانی سنا رہا ہے۔" وہ اس کے جواب سے مطمئن نہیں ہوئی تھی۔ محراب مریم بیگم کے پہلو میں ٹک گئی۔

"ہمارا اس حویلی سے دانا پانی ختم ہو گیا ہے امی، اب آپ بھی وہیں رہیں گی جہاں میں رہوں گی۔" آئرہ کو اس کے سوال کا جواب مل گیا تھا۔ مریم بیگم کی آنکھیں بھر آئیں۔

"میں اس حویلی کو کیسے چھوڑ سکتی ہوں محراب، میری نایاب یہاں ہے، تمہارے بابا کا وجود بھی اسی حویلی کی مٹی میں دفن ہے۔"

"جانتی ہوں امی لیکن کیا آپ مردہ رشتوں کے لیے اپنی زندہ جاوید بیٹی کے بغیر رہ سکیں گی...... نہیں ناں؟ اس لیے کہہ رہی ہوں اب آپ میرے ساتھ رہیں گی بس۔" مریم بیگم کے سارے جواز اس نے رد کر دیئے تھے۔

آئرہ نے بھی اثبات میں سر ہلا کر اس کے فیصلے کی تائید کی۔ ابھی مریم بیگم کچھ بول بھی نہ پائی تھیں کہ مسز رحیم وہاں چلی آئیں اور آتے ہی محراب پر چڑھ دوڑیں۔

pklibrary.com

"کالے منہ والی منحوس ڈائن، میرے بیٹے کو ڈس لیا تم نے، اس حویلی میں جو کچھ بھی برا ہو رہا ہے اس کی ذمہ دار صرف تم ہو، تمہاری وجہ سے اس حویلی کے دو مستقبل کے سردار معذوری کی زندگی گزاریں گے، خبردار اگر کبھی دوبارہ یہاں بھول کر بھی غلطی سے پیر رکھا، کچا چبا جاؤں گی میں تمہیں۔" ان سے کچھ بعید نہیں تھا وہ واقعی اسے کچا چبا جاتیں اگر مریم بیگم بیٹی کی ڈھال نہ بن جاتیں تو۔

"بس کریں بھابی، آپ کے بیٹے کی وجہ سے میری پاک باز بیٹی بھری جوانی میں دردناک موت کی بھینٹ چڑھ گئی، آپ کے بیٹے کی وجہ سے میری محراب پر بدکاری کا الزام لگا اور اسے طلاق ہوئی، اب بھی آپ کو صرف اپنا درد دکھائی دے رہا ہے، میرا درد کوئی درد نہیں، میری بیٹی کا درد کوئی درد نہیں۔" زخمی شیرنی کی مانند دھاڑتے ہوئے انہوں نے محراب کو اپنے سینے میں دبوچ لیا تھا۔ تب ہی مسز رحیم بولیں۔

"بس...... بس زیادہ چیخیں مارنے کی ضرورت نہیں، اسے کہہ دیں دفع ہو جائے یہاں سے، میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔"

"چلی جائے گی مگر مت بھولیں کہ یہ حویلی اس کے باپ کی بھی ہے، جتنا آپ کا حق ہے اس حویلی پر اتنا ہی میرا اور میری بیٹی کا بھی حق ہے۔" ساری زندگی مصلحت کی چادر اوڑھے چپ رہنے والی وہ عورت اپنی اولاد کے لیے چپ نہیں رہ سکی تھی۔

محراب خشک پتے کی طرح کانپتی مریم بیگم کی پشت سے چپٹی رہی۔

مسز رحیم بک بک کرتی وہاں سے چلی گئیں تب مریم بیگم نے فیصلہ کرتے ہوئے اس سے کہا۔

"تم صحیح کہتی ہو بیٹے اس حویلی سے واقعی ہمارا دانا پانی ختم ہوگیا ہے۔" انہوں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ انہیں اپنی باقی کی زندگی مردہ رشتوں کے ساتھ گزارنی ہے یا زندہ رشتے کے ساتھ اور فیصلہ زندہ رشتے کے حق میں ہوگیا تھا۔

اگلے ایک گھنٹے کے بعد وہ اپنا ضروری سامان سمیٹ کر آئرہ اور محراب کے ساتھ گاڑی میں آ بیٹھی تھیں۔

"کہاں چلنا ہے؟" ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے آئرہ نے پوچھا تب وہ بولی۔

"گھر چلو، زارون نے ایک سال کا ایڈوانس دیا ہوا ہے، ایک سال پورا ہو جائے گا تو سوچوں گی مجھے کہاں جانا ہے۔"

"تمہیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے، تمہاری شوہر خیریت سے گھر آ جائے اس کے بعد میں تمہاری جاب کا بندوبست کر دوں گی۔"

"کیسی جاب؟ میں زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہوں۔"

"کوئی بات نہیں، میرے پاپا کے بہت عزیز دوست ہیں، انہیں ایک بہت اچھی کھانا پکانے والی شیف کی ضرورت ہے، جو محنتی اور ایمان دار ہو، وائف نہیں ہے ان کی، بس صرف ایک بیٹا ہے جو اب تک باہر رہا ہے مگر اب شاید پاکستان آ جائے کیونکہ انکل اب بیمار رہنے لگے ہیں، روز آفس نہیں جا سکتے تو شاید ان کا بیٹا ان کی جگہ آفس سنبھالے وہ تھوڑا اکھڑیلا اور کھڑوس ہے اسی لیے انکل چاہتے ہیں کوئی اچھی صاف ستھری محنتی شیف انہیں مل جائے تاکہ ان کا بیٹا کھانے کے لیے کوئی ڈرامہ نہ لگا سکے۔ خواتین کی عزت کرتا ہے وہ، میل شیف کو ٹکنے نہیں دیتا۔" آئرہ نے اسے ساری تفصیل سمجھائی۔

محراب اپنے آنسو پیتی فی الحال اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔ آئرہ نے گاڑی اسٹارٹ کرلی تھی۔

زندگی ایک اور نئے سفر کی طرف رواں دواں ہوگئی تھی۔

(جاری ہے)

www.naeyufaq.com
pklibrary.com

بشریٰ تنویر

# انعام

اب اور کتنی دیر یہ دہشت، یہ ڈر، یہ خوف
گرد و غبار، عہد ستم اور کتنی دیر
شام آ رہی ہے، ڈوبتا سورج بتائے گا
تم اور کتنی دیر ہو، ہم اور کتنی دیر

بے رحم برستے بادل، ایک تسلسل سے کچی زمین پر درخت کے نیچے بھیگتے اس ننھے بچے کا دل بری طرح سہارہے تھے، ہواؤں کا زور چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں تھمے سبز ہلالی پرچم کو بری طرح لہرا رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پرچم ابھی کے ابھی اپنی جگہ سے اکھڑ کر، کسی گندے نالے کی نذر ہو جائے گا لیکن اس ننھی جان نے ایسا ہونے نہ دیا۔ اپنی پوری طاقت اس نے اس جھنڈے کو جکڑنے میں صرف کر رکھی تھی۔ وہ طاقت تھی سچائی کی، وہ طاقت تھی محبت وطن کی، اسے اپنے مخالفوں سے جیتنا تھا تاکہ وہ پرچم ہمیشہ کے لیے اس کی زمین پر لہراتا رہے۔

آج اس کو سینہ تان کر دشمنوں کی للکار کا جواب دینا تھا۔ ثابت قدم رہ کر اپنے جھنڈے کی حفاظت کرنا تھی اور پھر وہ جیت گیا۔ صبح کاذب تک ثابت قدم رہا، سورج آب و تاب سے چمک کر اسے خراج تحسین پیش کر رہا تھا۔ نم آلود شفاف فضا میں، دھیرے دھیرے ہلتا سبز ہلالی پرچم اس معصوم محبت وطن کی خوشی میں محو رقص تھا۔ علی کے گھنے بالوں میں ہولے ہولے نازک انگلیاں چلاتی وہ ٹھہرے لہجے میں اپنے اکلوتے شہزادے کو محبت وطن سے بھرپور کہانی سنا رہی تھیں۔

''ماما...... مجھے بھی اس جیسا بننا ہے۔'' معصوم لہجے میں ایک نئی خواہش پنپنے لگی۔

''اچھا وہ کیسے؟'' نازک انگلیاں بالوں سے نکل کر تھوڑی تلے آ چکی تھیں، انداز ایسا تھا جیسے وہ اس کا عزم جاننا چاہ رہی ہوں۔

''میں بھی آرمی میں جاؤں گا اور اپنے ملک کے دشمنوں کو گولی مار دوں گا۔'' بچگانہ انداز میں چٹانوں جیسی سختی تھی۔

ان شاء اللہ کہتے ہی اس نے علی کو اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔ وہ ماں تھی محبت و خلوص کی مٹی سے گندھی، اسے اس مٹی کو مضبوطی کی خوشبو سے مہکانا تھا تاکہ کل کو اگر اس کے اکلوتے لاڈلے کی سبز ہلالی پرچم میں لپٹی لاش گھر کی دہلیز پر رکھی جاتی تو وہ صبر سے وہ لحات برداشت کر سکے۔ آنکھیں آنسوؤں سے تو بھریں لیکن چیخیں اپنا وجود کھو دیں، دکھ تو ہو لیکن حیات کو بے رنگ کرنے والا نہیں، درد ہو بھی تو روح میں نہ اتر سکے گویا صف ماتم یوں بچھے کہ اس کا گلشن ویران نہ کر پائے لیکن یہ سب تو سوچنے کی حدود میں بہت آسان لگتا ہے مگر حقیقت تو کچھ اور

pklibrary.com

ہے۔

❁ ❁ ❁

امبر اپنے چار سالہ بیٹے سے جنون کی حد تک عشق رکھتی تھی، سارے دن میں وہ صرف اسکول کے اوقات میں اس کی نظروں سے اوجھل رہتا تھا۔ اس کی ہر خواہش کو وہ حکم کا درجہ دیتی تھی، اسی لیے اب بھی اسے آملیٹ کے لیے مچلتے دیکھ کر، وہ فٹ سے کچن کی طرف بڑھی ہی تھی کہ حسام کی آواز نے اس کے بڑھتے قدموں کو روک لیا تھا۔

''امبر...... علی کو پہلے ہی دیر ہو چکی ہے، اس لیے آملیٹ کل کھلا دینا۔''

''اب ایسی بھی کوئی دیر نہیں ہوئی کہ میں اپنے بیٹے کو بھوکا جانے دوں، ویسے بھی سر طوصف (پرنسپل) تمہارے اچھے دوست ہیں، تم ان سے بات کر لینا۔'' ہاتھ جھاڑتی وہ معاملہ ختم کر گئی اور ہمیشہ کی طرح حسام نے مزید بحث کرنے کو بے معنی جانا، وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ امبر علی کے چھوٹے سے معاملے میں بھی ذرا سا سمجھوتا بھی نہیں کرے گی۔ بظاہر تو وہ خاموش ہو گیا تھا لیکن برسوں سے اس کے وجود میں امبر کی جنونیت سے پیدا ہونے والا خوف، آج تناور درخت کی شکل میں اپنی جڑیں اس کی روح تک ہلا گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

اسے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی تپتے صحرا میں ننگے پاؤں تنہا کھڑی ہے۔ دور تک دیکھنے پر بھی کوئی سایہ نگاہ کی زد میں نہیں تھا، خود سے بے گانہ، عجب عالم فراموشی میں وہ خود کو گھسیٹتی، اس گھر کی دہلیز پار کر گئی جہاں اس کا شوہر حسام مضطرب سا اسی کے لیے محو انتظار تھا۔

''امبر......'' اس کی مجنونانہ بکھری حالت کو دیکھ کر قدم بے ساختہ اس کی جانب بڑھے۔ دھندلائی نگاہوں میں وحشت، ویرانی، خوف اور خدشوں کا

pklibrary.com

ایک آسیب تھا۔

''سب ٹھیک ہوجائے گا، تم پریشان مت ہو، میں ہوں ناں۔'' عالم نزع میں حسام کی امید حیات جیسی تسلی تھی، جس کا احساس اسے شدت سے تھا۔

''کیسے؟'' خاموش نگاہوں میں سوال مچلا، جسے جان کر بھی وہ انجان بن گیا۔ دھیرے سے ہاتھ پکڑ کر اس کے بے جان ہوتے وجود کو اس نے اپنے پہلو میں بٹھایا، خشک ہوتے حلق کو تھوگ نگل کر تر کیا گیا اور پھر سب احساسات سے عاری اس کی گمبھیر مردانہ آواز نے اس موت جیسے سکوت کو توڑا۔

''تم مجھ سے کتنی محبت کرتی ہو امبر؟'' غیر مناسب موقع پر غیر متوقع سوال۔

''یہ وقت محبت کے اظہار کا نہیں ہے حسام۔'' بھیگے پرسوز لہجے میں بلا کا کرب تھا۔

''میرے سوال کا جواب دو امبر۔'' سرد سپاٹ لہجے میں بولتے ہوئے وہ اب بھی اس کی جانب دیکھنے سے گریزاں تھا۔

''کبھی محبت ناپنے کا کوئی پیمانہ بنے تو بتانا، شاید وہ تمہارے لیے میری محبت کو ناپ سکے۔'' کرب میں محبت کے رنگ بکھرنے لگے۔

''تو اگر آج اس وسیع محبت کے عوض کچھ تھوڑا سا مانگوں تو دو گی۔'' آہستہ آہستہ وہ اصل موضوع کی جانب محو پرواز ہوا۔

''تم کہنا کیا چاہتے ہو؟'' چھٹی حس نے بیدار ہوکر اسے بری طرح چونکایا۔

''یہ وقت تو ایک دن ہم پر آنا ہی تھا لیکن شاید کچھ جلدی آ گیا ہے۔'' وہ کچھ سخت سنانے سے پہلے نرمی سے تمہید باندھنے لگا تھا۔

''آج تمہیں ایک فوجی کی بیوی اور مجھے محب وطن کی طرح سوچنا ہے۔''

''تم جو کہنا چاہ رہے ہو، صاف لفظوں میں کہو۔'' اس کی بات کاٹ کر وہ وحشت سے چلائی۔

''صاف لفظوں میں......'' اس کی بڑبڑاہٹ واضح تھی، چند پل سوچنے کے بعد وہ دل کڑا کر بولنے لگا۔

''صاف لفظوں میں سن سکتی ہو تو سنو۔'' نگاہیں اب اس کے ویران چہرے کا طواف کررہی تھیں۔ ''علی کو جس گروہ نے اغوا کیا ہے اس کے اہم بندوں کو میں نے تین مہینوں کی سرتوڑ کوششوں کے بعد کچھ دیر پہلے جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچایا ہے اور اب انہوں نے علی کی بازیابی کی شرط اپنے بندوں کی آزادی پر رکھی ہے۔''

''پھر تم نے کیا فیصلہ کیا؟'' اس کے خاموش ہوتے ہی اس نے سب جانتے ہوئے بھی نجانے کس امید کے تحت اس سے سوال کیا تھا۔

''وہی جو کسی بھی محب وطن فوجی کا ہونا چاہیے۔''

''اور اگر میں ان بندوں کو آزاد کرنے کا کہوں تو......'' اس نے آس سے پوچھا۔

''تو پھر میں تم سے معذرت کرلوں گا۔'' ایک ایک لفظ پر زور دیتا، وہ کمرے سے نکل گیا۔ امبر کو محسوس ہوا جیسے پوری کائنات خاموشی کی لپیٹ میں آ چکی ہے اور دور کہیں کوئی اس کی بے بسی پر ہنس رہا ہو، اسے کہہ رہا ہو۔

''تم تو بڑے مزے سے، لہجے میں محبت سمو کر اپنے راج دلارے کو محبِ وطنی سے بھرپور کہانیاں سنائی تھیں، خود کو مضبوط بنانے کی کوششیں کیا کرتی تھیں پھر آج کیوں نوحہ کناں ہو؟ کیوں جسم سے روح نکلتی محسوس ہورہی ہے، کیوں...... کیوں؟'' اس کے اندر کیوں کیوں کی آوازیں گونجنے لگیں اور وہ خاموش، جامد لبوں سے اشک بار تھی۔

❁......❁......❁

''تایا ابو...... آپ جانتے ہیں حسام نے کیا فیصلہ کیا ہے؟'' وہ ان کے سامنے بے بس سی بیٹھی تھی

اور آس سے ان کو دیکھ رہی تھی۔

''جانتا ہوں۔'' سوال میں جس قدر بے سکونی تھی، جواب اسی قدر اطمینان سے پر تھا۔

''پھر...... پھر آپ اسے روکتے کیوں نہیں؟'' اس نے وحشت سے استفسار کیا اور پھر لہجے میں انتہا کا درد سمیٹ کر بولی۔

''وہ اپنی وردی کے لیے میرا بیٹا قربان کرنے جارہا ہے، وہی بیٹا جس کی سانسیں چلنے سے میری زندگی کی گاڑی آگے چلتی ہے، جسے پاکر میرا ادھورا پن مکمل ہوا، آپ...... آپ اسے روک دیں۔ مجھے یقین ہے وہ آپ کی بات کبھی نہیں ٹالے گا۔'' سرخ انگارہ آنکھوں میں یقین لہرا واضح تھی جبکہ سماعتیں موذن کی آواز سے بے پروا، تایا ابو کی زبان سے نکلنے والے لفظوں پر مرکوز تھیں۔

''میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے امبر...... جاؤ اس کے سامنے جا کر جھولی پھیلاؤ جو جھولیاں بھرنے پر قادر ہے۔ جاؤ امبر جاؤ، وہ پکار رہا ہے، اس کی پکار پر لبیک کہہ دو، دیکھنا سب تمہارے حق میں ہوگا۔'' تایا ابو کے لفظ موذن کے کہے کلمات کا ساتھ دے رہے تھے جواب کامیابی کی طرف بلا رہا تھا لیکن ابھی اس کی عقل سمجھنے کے در پر قفل لگائے، خاموش سی اندر بیٹھی تھی، ابھی اس کی نگاہیں وہ دیکھنے سے قاصر تھیں جو تایا ابو کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں، ہدایت کا وقت ابھی دور تھا، امبر پہلے سے بھی زیادہ درد سے سسکی۔

''اللہ کے واسطے تایا ابو...... یہ وعظ کا وقت نہیں، یہ عمل کا وقت ہے، کچھ کریں تایا ابو، اللہ کے لیے کچھ کریں۔'' اس نے باقاعدہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''یہی تو میں کہہ رہا ہوں، یہ عمل کا وقت ہے۔ جاؤ پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہہ دو۔ جاؤ اس کے حکم پر عمل کرو، جاؤ امبر جاؤ نہیں تو دیر ہو جائے

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں
ماہنامہ آنچل کراچی
ماہنامہ حجاب کراچی
اہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرینگے
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زر سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے ہر کونے میں 1440 روپے
امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے
25000 روپے
مڈل ایسٹ، ایشیائی، افریقہ، یورپ کے لیے
23000 روپے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ، منی آرڈر، منی گرام، ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔
مقامی افراد
ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر
0316-0128216
موبی کیش اکاؤنٹ نمبر
0300-8264242
رابطہ: طاہر قریشی...... 0300-8264242
نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز
بنگلو نمبر B1، مدینہ اسٹریٹ
بلاک A نارتھ ناظم آباد کراچی 74700
فون نمبرز: 0300-8264242
naeyufaq.com
Info@naeyufaq.com

pklibrary.com

گی بہت۔" موذن اب اذان کے آخری کلمات ادا کررہا تھا۔

"آپ میری بات سمجھ نہیں رہے۔" وہ بحث میں پڑگئی، موذن رب کی طرف پکار پکار کر تھک گیا، اذان ختم ہوگئی۔ وہ رب کی جانب نہ لوٹ پائی، وہ بندوں سے مانگتی رہی اور رب اس کی ایک پکار پر عطا کرنے کے لیے محوانتظار رہا پھر وقت گزر گیا اور شاید اس کا بیٹا بھی۔

۞......۞......۞

"تو پھر تمہارا کیا فیصلہ ہے کیپٹن حسام؟" کسی پیاسے کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کے سامنے اگر پانی سے بھرا گلاس رکھ دیا جائے تو اس وقت جو اس کی کیفیت ہوتی ہے وہی کیفیت اس لمحے حسام کی تھی۔ لاؤڈ اسپیکر سے ابھری اس منحوس مردانہ آواز نے امبر کے قدم دہلیز پر ہی روک دیئے تھے۔

"تم میرے ایک بیٹے کو تو کیا پورے خاندان کی بھی جان لے لو تو تب بھی میں وہ نہیں کروں گا جو تم چاہتے ہو۔" وہ قطعی لہجے میں بول رہا تھا، امبر نے بے ساختہ دروازے کا کونہ تھاما۔

"ہاہاہا......" زندگی سے بھرپور قہقہہ لیکن لہجے میں بے انتہا سفاکی۔ "لگتا ہے تمہیں میری بات کی سچائی کا یقین نہیں۔"

"میں تمہاری درندگی کو تم سے بھی زیادہ جانتا ہوں۔" وہ حقارت سے بولا۔

"چلو تو پھر ٹھیک ہے، ہم کیپٹن کے یقین پر ایک اور خوب صورت مہر لگا دیتے ہیں۔" اور پھر اگلے ہی لمحے گولیوں کی خوفناک آوازوں میں علی کی معصوم دل دوز چیخیں وہاں کھڑے تینوں نفوسوں کے کانوں میں اتریں۔ حسام نے دھیرے سے فون بند کرنے کے بعد، چپکے سے آنکھ کے کنارے پر ٹھہرے ایک آوارہ سے آنسو کو اپنی پوروں پر چن لیا۔ دہلیز پر کھڑی وہ نازک سی لڑکی برف کی سل بن چکی تھی جبکہ اس کے پیچھے کھڑے تایا ابو نے بے اختیار اسے شانوں سے تھام لیا تھا۔

"میں نے کہا تھا ناں امبر...... مانگ لو، دینے والے سے ورنہ دیر ہوجائے گی۔" ان کے لہجے میں دکھ اور تاسف بول رہا تھا۔

"مم...... مم...... میں نے دیر کردی...... دیر...... بب...... بہت دیر...... وہ چلا گیا...... ختم ہوگیا سب...... سب ختم۔" خالی لہجہ، خالی آنکھیں، پچھتاوے کی تصویر جیسا اس کا چہرہ، عقل پر لگا قفل کھلنے لگا، سب واضح ہوگیا۔ سویا ضمیر جاگ گیا، ادراک ہونے لگا، برف کی سل پگھلنے لگی، پانی بہنے لگا۔ آنسوؤں کا نمکین چشمہ ابل رہا تھا، چیخیں دیواروں سے سر پٹخنے لگیں۔ وہ حال سے بے حال ہورہی تھی کہ تایا ابو کا وجود ایک بار پھر تاریکی میں روشنی جیسا کردار ادا کرنے لگا۔

"شش...... چپ کر جاؤ، پہلے نہیں سمجھی تو اب سمجھ لو، اب صبر کرلو۔ کسی پیارے کی موت پر آنسو بہانا جائز ہے لیکن بین کرنا نہیں۔ اپنے دکھ کو آنسوؤں کے ذریعے بہا دو نہ کہ آہ و بکا کے۔"

الفاظ جادو کی طرح اس کے اندر تک اتر گئے پھر اس کی آواز اندر ہی دبنے لگی، چیخیں خاموش ہوگئیں۔ اشک آنکھوں سے خاموشی کی چادر اوڑھے، گالوں کو رستہ بنائے گریبان میں جذب ہونے لگے۔

حسام جو کافی دیر سے یہ سارا منظر نہایت تکلیف سے دیکھ رہا تھا، اسے صبر وضبط کی انتہاؤں کو چھوتا دیکھ کر آگے بڑھا اور اسے اپنے مضبوط توانا بازوؤں کے ہالے میں گھیر لیا۔ آنسو قطار در قطار حسام کی آستین اور اس کے گریبان کو گیلے کررہے تھے، بھیگے سے اس موسم میں حسام اور تایا ابو کی آنکھیں بھی چھلک رہی تھیں۔ صبر کے اس منظر میں چیخیں حیران ہوتی وہاں سے بھاگ گئیں اور بے شک اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

pklibrary.com

لان کے وسط میں رکھی چارپائی کی طرف وہ سہج سہج کر قدم اٹھا رہی تھی، گیلے نین اور مسکراتے لب اس کے پرسوز حسن کی تابناکی میں کچھ اور بھی اضافہ کررہے تھے۔ اردگرد کی آنکھوں میں حیرت و استعجاب کی ملی جلی کیفیات تھیں، چارپائی کے عین سامنے پہنچ کر حسام کے ہاتھ میں دبا اس کا ہاتھ دھیرے سے لرزا، صبر وضبط کا پیالا چھلکنا ہی چاہتا تھا لیکن چھلک نہ پایا۔ یہ اس کے لیے رب کی جانب سے بھیجا گیا تحفہ تھا، اس کے حد سے تجاوز کرتے ضبط کا، نسوانی ہاتھ نے ہولے سے اس کے چہرے سے سفید چادر ہٹائی، دل کش نقشوں سے سجا معصوم چہرہ، کسی درندے کی درندگی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ اس نے اتنی زور سے لبوں کو آپس میں پیوست کیا کہ چیخ منہ کے اندر ہی کراہ کر رہ گئی، ہلکا سا جھک کر اس نے علی کی ٹھنڈی ننھی پیشانی پر ممتا سے بھرپور بوسہ دیا اور پیچھے کھڑے حسام کی طرف دیکھ کر دھیرے سے ہنس دی۔

علی کی تدفین ہوئے چھ گھنٹے گزر چکے تھے۔ لان کی سیڑھیوں پر خاموش بیٹھی امبر دور خلاؤں میں نجانے کیا کھوج رہی تھی جب حسام دبے پاؤں آ کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

''امبر......'' اس نے اسے پکارا۔

''تمہیں پتا ہے حسام ہیر را نجھا، لیلیٰ مجنوں ایک ساتھ جی کیوں نہیں سکتے۔'' اس کی پکار کو نظر انداز کرتی، وہ عجیب سا سوال کررہی تھی، بنا جواب کا انتظار کیے وہ خود ہی بول پڑی۔

''کیونکہ انہوں نے محبت نہیں، عشق کیا تھا اور عشق کی تو معراج ہی جدائی ہے۔ میرا بیٹا بھی میرا عشق تھا، آج میرا عشق امر ہوگیا۔'' اس نے بوجھل سا گہرا سانس لیا۔

''ہاں، امر ہوگیا عشق میرا، آج اس نے آکاش کی بلندیوں کو چھولیا کیونکہ آج اسی کے توسط ہی سے تو مجھے صبر کرنا آیا ہے۔ میں اپنے خالق کو پہچان گئی، جدائی امر ہوگئی، عشق مکمل ہوگیا اور شاید ہم سرخرو۔'' چند لمحوں کے وقفے کے بعد پھر بولی۔

''اسی لیے تو عمر بھر کی پونجی ہار کر بھی میں مطمئن ہو، یہ اطمینان خاص ہے۔ رب کا مجھ پر کرم ہوگیا اور شاید اس کی رحمت کی وجہ سے ہم دونوں کامیاب ہوگئے۔'' کھوئی ہوئی آواز میں مسرت کی مہک تھی، خوشی کی لہر تھی جبکہ حسام کے ذہن کے پردے پر اس امبر کی شبیہ لہرا رہی تھی جو اپنے پہلے بیٹے کی پیدائش پھر کبھی پھر نہ ماہ بننے کی خبر سن کر کفر بکنے لگی تھی۔ کتنا فرق تھا ناں آج کی اور چار سال قبل والی امبر میں۔ وہ حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے بغور دیکھتا حسام شاید بھول گیا تھا جو ایک بار رب کی چاہ کو اپنی چاہ بنالے، اس کی رضا میں راضی ہوجائے، وہ جاوداں قرار پالیتا ہے، جیسے امبر نے پایا تھا۔

شام سے رات ہورہی تھی، ہر منظر تاریکی میں ڈوب رہا تھا، سیاہی ہر شے پر پھر رہی تھی سوائے امبر کے وجود کے، اس کے اندر تو سدا رہنے والی صبح نے ڈیرہ جمالیا تھا جو یقیناً اس کے رب کی طرف سے اس کے لیے انعام تھا۔

www.naeyufaq.com

## قسط نمبر چودہ

راحت وفا

# مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے

اک دل کا کہا مانو، اک کام کر دو
اک بے نام سی محبت میرے نام کر دو
میری ذات پہ فقط اتنا احسان کر دو
کسی صبح ملو اور شام کر دو

جھٹ پٹے کے بعد کا وقت بڑی تیزی سے اپنا سفر طے کر رہا تھا۔ اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا، ایک سڑک سے دوسری سڑک، دوسری سے تیسری سڑک پر ظہیر ہمایوں صاحب کی گاڑی بھاگ رہی تھی۔ انہیں شاید اندازہ ہی نہیں تھا کہ گاڑی کی کتنی رفتار ہے اور سامنے سے آنے والی، دائیں بائیں سے گزرنے والی سواریاں خود کو کیسے بچا رہی تھیں۔ یہ اندازہ پیچھا کرنے والے چنگیز خان کو شدت سے ہو رہا تھا۔ وہ بس ان کے پیچھے بھاگ رہا تھا اور وہ ایسے بھاگ رہے تھے کہ جیسے آگے کوئی ان کا منتظر ہو جو بڑھ کر ان کو گلے لگانے کے لیے بیقرار ہو، ان کے سینے کا بوجھ بانٹنے کے لیے بے چین تھا، ان کی آنکھوں میں دوڑتی نمی کو اپنے احساس میں جذب کرنے کو تیار تھا، وہ جس شدت سے ٹوٹے تھے، اس کا درد نا قابل برداشت تھا۔ گاڑی ظہیر فارم ہاؤس کے اندر آ کر رکی تو چنگیز خان نے باہر ہی گاڑی روک کر اندر جھانک کر دیکھا...... روشنی کم تھی اس لیے مزید اندر کا احوال وہ نہ جان سکا، تاج دین بابا کو فون کے ذریعے بتایا اور ان کے کہنے پر واپس لوٹ گیا تھا، وہ سمجھ چکا تھا کہ اندر کیا ہے۔

ظہیر ہمایوں نازیہ بیگم اور اپنے والد گرامی کی قبروں کے سرہانے کھڑے، بچوں کی طرح رونے لگے...... خاص کر نازیہ بیگم سے تو وہ مخاطب بھی ہوئے۔

"بہت بری طرح پامال ہوا ہوں میں تمہاری بیٹی کی وجہ سے، اس نے لوگوں میں میرا سر جھکا دیا، میں نے پھولوں کی طرح پالا اور اس نے مجھے لہولہان کر دیا...... اس وقت تمہارے گھر سے، تمہارے محل سے میری بے عزتی کا دھواں نکل رہا ہے۔ نازیہ! میں نے ان کی خاطر سب کچھ خود پر حرام کیا مگر میری نیک نامی، میرا وقار سب ملیامیٹ کر دیا...... مجھے بھی اپنے پاس جگہ دے دو، مجھے بلا لو، میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتا...... نازیہ سن رہی ہو ناں۔"

"میاں صاحب! مداخلت کی معافی چاہتا ہوں، بس گزارش اتنی ہے کہ آج کافی عرصے بعد اگر آئے ہیں تو بیگم صاحبہ کو دکھوں کی کہانی نہ سنائیں، آپ کی آمد کے احساس سے سرشار ہو کر انہیں جھومنے دیں...... دنیا کے قصے تو دنیا کے ساتھ چلیں گے۔" بزرگ باریش لقمان صاحب نے کہا تو ظہیر ہمایوں ٹھٹکے۔

"آپ...... آپ زندہ ہیں؟ مجھے کبھی یہاں کے ملازمین نے اطلاع نہیں دی۔"

"میں نے ہی سب سے کنارا کر رکھا ہے، بڑے صاحب اور بیگم صاحبہ کے احسانات کا بدلہ اتارنے کے لیے زندہ

pklibrary.com

ہوں۔"

"اوہو...... بہت شکریہ، یہ تو بہت اچھی بات ہے، ملازمین آپ کا خیال تو رکھتے ہیں؟" وہ واقعی شرمندہ سی خوشی سے بولے۔

"ارے نہیں صاحب، مجھے ضرورت نہیں ہوتی، میں تو اس واجبی سی کٹیا میں رہتا ہوں بڑے صاحب اور بیگم صاحبہ کی قبروں کی دیکھ بھال کے لیے۔" وہ بڑی عاجزی سے بولے۔

"آپ کا بہت شکریہ، مگر آپ آئیں اندر چلیں، جس فارم ہاؤس میں درجنوں کمرے بند پڑے ہیں آپ یہاں کٹیا میں کیوں؟ اللہ وسایا اور بختیار علی نے کیوں خیال نہیں رکھا؟" ظہیر ہمایوں اپنے دل کا بوجھ بھول کر خود کو بہت چھوٹا سمجھ رہے تھے، کتنے ماہ و سال کے بعد یہاں آئے تھے، اتنی غفلت، اتنی مصروفیت۔

"میاں صاحب! آپ پریشان نہ ہوں، اللہ وسایا میرے کھانے پینے کا خیال رکھتا ہے۔" لقمان صاحب نے کہا۔

"پھر بھی آپ یہاں نہیں رہیں گے، آئیں میرے ساتھ۔" ظہیر ہمایوں صاحب نے انہیں مجبور کیا۔

"چلیں جیسا آپ کا حکم مگر آپ جو باتیں بیگم صاحبہ سے کرنے آئے ہیں وہ ضرور کر کے جانا۔" وہ ان کے ہمراہ دھیرے دھیرے چلتے ہوئے بولے۔

"ہاں...... بہت ٹوٹ کر فارم ہاؤس آیا ہوں۔"

"میاں صاحب! مجھے ہر روز یہ احساس ہوتا تھا کہ فضا میں اداسی ہے، کسی کے انتظار کا دکھ سا ہے، یہ زمین کے اندر رہنے والے بھی اپنوں کا انتظار کرتے ہیں، میں ایسے میں بیگم صاحبہ اور بڑے صاحب کو کچھ پڑھ کر سناتا ہوں، باتیں کرتا ہوں تو اداسی دور ہو جاتی ہے۔" لقمان صاحب نے دھیرے دھیرے لمبا سانس بھر کر بات مکمل کی۔ دونوں اندرونی مین دروازے

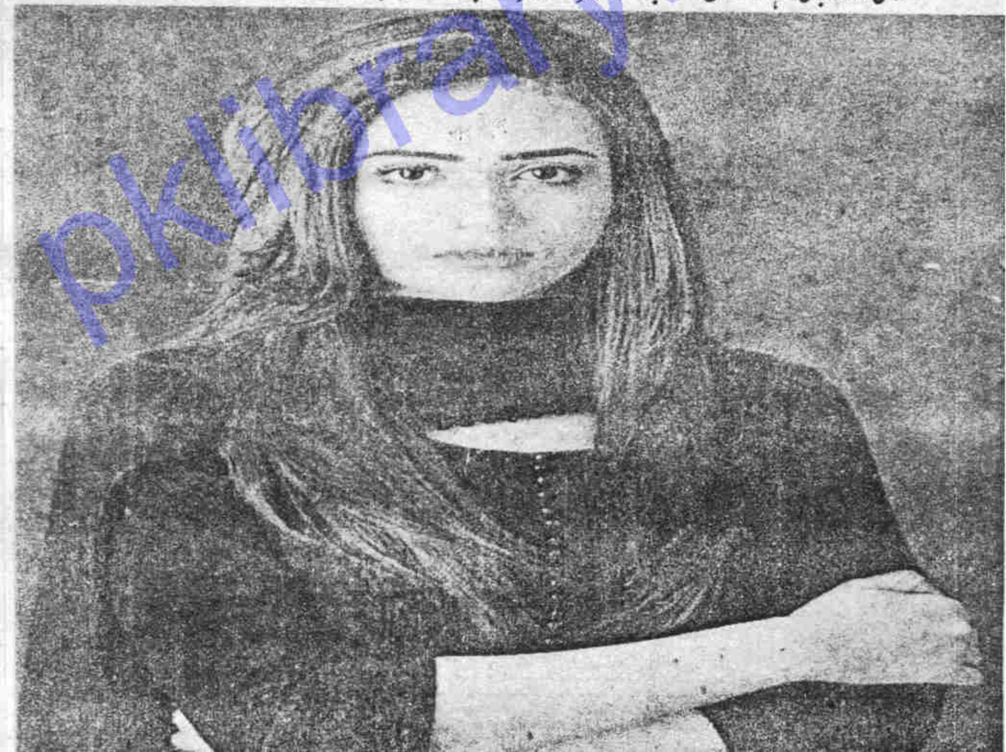

pklibrary.com

اس ناول کا باقی حصہ آڈیو ریکارڈنگ میں ہے جس کو آپ اس صفحے پر کہیں بھی کلک کر کے سن سکتے ہیں

Click here to start Story

اس کے علاوہ اس ناول کو آپ آڈیو بکس کی کیٹیگری میں بھی تلاش کر سکتے ہیں

www.pklibrary.com

اگر آپ کو آڈیو سٹوری پسند آئے تو اس کا اظہار کمینٹس میں ضرور کریں تاکہ ہم مزید آڈیو سٹوریز آپ کی خدمت میں پیش کر سکی

شکریہ

نسیم سحر

# محبت امر ہے

اپنے احساس سے چھو کر مجھے صندل کر دو
میں کہ صدیوں سے ادھورا ہوں مکمل کر دو
نہ تمہیں ہوش رہے اور نہ مجھے ہوش رہے
اس قدر ٹوٹ کے چاہو مجھے پاگل کردو

"محبت کا بھی کوئی دھرم ہووے ہے بھلا۔" اس نے یہ کہہ کر سب کی طرف ایسے دیکھا جیسے وہ کسی کلاس میں لیکچر دے رہی ہو اور سامنے اس کے شاگرد بیٹھے ہوں۔

"یہ تو خود دھرم ہے، کرنے والوں کو اپنی پوجا میں لگاوے ہے۔" یہ باتیں سن کر کوئی یقین نہیں کرسکتا تھا کہ وہ پاگل ہے مگر یہ بھی حقیقت تھی کہ اس وقت ایک مینٹل ہسپتال میں جسے پاگل خانہ کہتے ہیں میں موجود تھی۔

❀...❀...❀

"آ آ آ......" وہ کبوتروں کو دانہ ڈالنے میں مصروف تھی۔

"کتنی دیر سے آیا بیٹھا ہوں اور تو ہے کہ کبوتروں میں لگی ہے۔" کبیرے نے روٹھے پن سے کہا۔

"آتی ہوں ذرا ان کا دانہ ڈال دوں کب سے بھوکے ہیں۔" شوبھا نے دانہ پھیلایا اور کبوتروں کے آنے پر وہ ہٹ گئی۔

"چل یہ لے آ گئی۔" وہ منڈیر سے نیچے چھت پر آتے ہوئے بولی اور کبیرے کے برابر بیٹھ گئی۔

"ہاں بول کیا کہہ رہا تھا۔" وہ بے پروائی سے پاؤں جھلاتے ہوئے بولی۔

"او کچھ نہیں، یہ دیکھ میں تیرے لیے چوڑیاں لایا تھا، آتے ہوئے رستے میں مکان پڑتی ہے ناں اس پر رکھی تھیں۔" کبیر نے رومال سے چوڑیوں کا پیکٹ نکالتے ہوئے کہا۔

"ارے یہ تو بہت سندر ہیں۔" شوبھا کی آنکھیں چوڑیوں کی چمک سے جگمگانے لگیں۔

"یہ لے پہنا۔" اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کبیرے کی طرف بڑھائے۔

"تیری گورے بانہہ میں کتنا سج رہی ہیں۔" کبیرے نے چوڑیاں پہنانے کے بعد اس کے ہاتھ تھامے رکھے۔

"تو مجھے بہت چاہتا ہے۔" شوبھا شرما کے بولی۔

"لے یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے پگلی، تیرے بغیر تو رہ نہیں سکتا، بس اب چاچی سے بات کرتا ہوں، اب کے والے ہمارا ویاہ کردے۔" کبیرے نے اس کی تھوڑی انگلی سے اٹھائی۔

"اوئی بھگوان۔" شوبھا شرما کے ایک دم پیچھے ہٹی اور بگڑتے ہوئے بولی۔

"چل بس کر نیچے چل اماں نے روٹی پکالی ہوگی۔" وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی تو کبیرے بھی ہنستا اس کے پیچھے اترنے لگا تھا۔

❀...❀...❀

"صرف ایک ہی صورت ہے۔" آفیسر کے چہرے پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔

pklibrary.com

"کک...... کیا؟" ڈر کے مارے لڑکے کی آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔

"تو ان دونوں کو لے کر نکل لے۔" آفیسر نے ساتھ کھڑے ادھیڑ آدمی اور عورت کی طرف اشارہ کیا۔

"اور وہ...... وہ......" لڑکے نے پھر ڈرتے ڈرتے پوچھا تو آفسر نے نفی میں سہلایا۔

"مگ...... مگر......" ابھی لڑکے کے منہ سے اتنی ہی آواز نکلی تھی کہ آفیسر نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔

"ابے کیا مم لگا رکھی ہے سالے، ایک موقع دے رہا ہوں، نکل لے ورنہ یہیں گاڑ دوں گا۔" آفیسر نے خونخوار نظروں سے اسے گھورتے ہوئے کہا اور وہ زمین پر بیٹھتا چلا گیا۔

❀......❀......❀

پتا نہیں ایسی جگہ رہنے والے پاگل تھے یا باہر رہنی والے؟ مگر باہر رہنے والا کیسے پاگل ہو سکتا ہے وہ تو اپنے مفاد کے لیے ہی ان کو یہاں پہنچا دیتے ہیں اور یہاں رہنے والے واقعی پاگل ہوتے ہیں جو ان کی زیادتوں کے باوجود ان کے لیے کوئی برا حرف منہ سے نہیں نکالتے۔ میں ہی پوچھ کے تھک گئی تھی مگر اس نے زبان نہ کھلی مگر مگر میرا منہ دیکھتی رہی تھی۔

❀......❀......❀

"لے کے رہیں گے پاکستان...... بٹ کے رہے گا ہندوستان" آوازوں کا شور سن کر شوبھا نے گلی میں جھانکا تو لڑکوں کی ایک ٹولی آوازیں لگاتے ہوئے گزر رہی تھی۔

"اماں...... یہ لوگ کیا چاہتے ہیں، کیوں نعرے لگا رہے ہیں۔" شوبھا نے کھڑکی بند کرتے ہوئے اماں سے پوچھا۔

"پتا نہیں بیٹھے بٹھائے کیا سوجھی ہے، برسوں سے رہ رہیں۔" سرسوتی نے پھکنی سے لکڑیوں پر پھونک ماری تو وہ جلنے لگیں۔

"اماں ہمیں تو کوئی خطرہ نہیں ہے ناں؟" شوبھا ذرا سہم گئی تھی۔

"لے ہمیں کیوں خطرہ ہونے لگا، یہ ہمارا دیش ہے جس کو جانا ہے یہاں سے جائے۔" ماں نے توا چڑھایا۔ "اچھا سن ذرا باہر آنا جان کم کردے وہ تیری سہیلی ہے ناں کلثوم اس کے ہاں

pklibrary.com

بھی۔" ماں نے روٹی پکانے کی تیاری شروع کردی تھی۔

"کیوں اماں...... کلثوم تو بہت اچھی ہے۔" شوبھا نے معصومیت سے پوچھا۔

"ہاں...... ہاں اچھی ہے پر کسی کے دل کا کیا پتا۔" سرسوتی نے روٹی پکانا شروع کردی تھی۔

"نہیں اماں، وہ لوگ بہت اچھے ہیں، ہمارا کتنا خیال رکھتے ہیں، تو وہم نہ کر۔" شوبھا نے الٹا ماں کو سمجھایا۔

"اچھا زیادہ سیانی نہ بن، لے یہ روٹی ادھر رکھ دے کرمو آنے والا ہوگا۔" سرسوتی نے شوبھا کو ڈانٹتے ہوئے شوہر کا نام لیا اور روٹی کی ڈلیا شوبھا کی طرف بڑھائی۔

❁ ❁ ❁

"سرجی ہمیں جانے دیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔" ادھیڑ عمر آدمی نے ذرا آگے بڑھ کر ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔

"ہمارے سارے لوگ یہاں سے چلے گئے ہیں، آپ کو بھگوان کا واسطہ۔" ادھیڑ عمر آدمی نے جب یہ دیکھا کہ لڑکے کی بات کا آفیسر نے کوئی نوٹس نہیں لیا تو وہ فوراً آگے آیا، اس میں یہ ہمت شاید اپنی فیملی کی وجہ سے آئی تھی اس کی بیوی اور بیٹی ساتھ ہی کھڑے تھے۔

"بہت ٹرٹر کررہا ہے یہ لے جا۔" آفیسر کو اچانک غصہ آ گیا اور اس نے فائر کھول دیا، ٹھاہ کی آواز کے ساتھ ہی ادھیڑ عمر آدمی اور اس کی بیوی زمین پر گرے اور چند منٹوں میں ہی اگلے جہاں سدھار گئے یہ دیکھ کر لڑکی نے چیخ ماری اور اپنے ساتھ والے لڑکے سے لپٹ گئی اور لڑکا اس کی تو خود گھگھی بندھی ہوئی تھی وہ اس کو کیا تسلی دیتا۔

❁ ❁ ❁

تو سن سن میں میرے لہو بن کے دوڑتی ہے
تو دل میں سمائی ہے خوشبو کی طرح

یہ جملے شوبھا کئی بار پڑھ چکی تھی اور ہر بار ہی اس کی آنکھوں میں چمک اور دل میں روشنی بڑھ جاتی تھی۔ اس بار کبیر نہیں آیا تھا تو اس نے کسی آنے والے کے ہاتھ شوبھا کو خط بھجوایا تھا، ساتھ فروزی رنگ کی چوڑیاں بھی تھیں۔ کبیر کو شوبھا کے گورے ہاتھوں میں چوڑیاں بہت اچھی لگتی تھیں، اس لیے وہ اس کے لیے ہر دفعہ چوڑیاں ضرور لاتا تھا۔

"اف کبیر، بس کردے، ڈھیر ہوگئی ہیں میرے پاس۔" شوبھا اٹھلا کے کہتی۔

"تو ایسا کر روز جس رنگ کے کپڑے پہنتی ہے ناں اسی رنگ کی چوڑیاں بھی پہنا کر۔" کبیر نے اس کی چوٹی کھینچی اور وہ زور سے ہنسنے لگی۔

"چل ٹھیک ہے۔"

"ارے کیوں ہنس رہی ہے اکیلی، جھلی تو نہیں ہوگئی۔" شوبھا کی ہنسی کی آواز سن کر نیچے سے سرسوتی نے آواز لگائی تو شوبھا خیال سے نکل آئی تھی۔

❁ ❁ ❁

"نعرۂ تکبیر" سرسوتی رامو کے آگے کھانے کی تھالی رکھتے ہوئے رک سی گئی۔

"یہ نعرے سن رہا ہے؟ میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

"کیوں...... کیوں نکل جانا چاہیے، ہمارا گھر ہے، ہمارا گاؤں ہے۔" رامو نے روٹی کھاتے ہوئے سوال کیا۔

"ہاں مجھے بھی پتا ہے ہمارا گھر ہے مگر اب بات وہ نہیں ہے، ہمارے آس پاس سارے مسلمان گھر ہیں کہیں ایسا نہ ہو ہمیں بعد میں رستہ نہ ملے۔" سرسوتی کے لہجے میں اندیشے بول رہے تھے۔

"کچھ نہیں ہوتا، پہلے بھی ایسے نعرے لگتے رہے ہیں تو وہم نہ کر۔" رامو نے بیوی کو مطمئن کیا۔

"ویسے بھی لوگ سارے اچھے ہے برسوں کا ساتھ ہے۔"

"بندے کا دل کا کوئی بھروسہ نہیں کب پھر جاوے، جوان لڑکی کا ساتھ ہے۔" سرسوتی مطمئن نہ ہوئی تھی۔

"اچھا ایسا کر شوبھا کو تو یہاں سے بھیج دے، اب کبیر آئے تو ویاہ کردیتے ہیں۔"

"ہاں یہ تو نے کام کی بات کی، کبیرا آئے تو بات کرتا ہوں۔" رامو نے اس بار بیوی سے اتفاق کیا۔

"بات نہیں میں تو کہتی ہوں پھیرے لگوادے، حالات کا پتا نہیں وہ اسے ساتھ ہی لے جائے گا۔ موقع دیکھ کر ہم بھی

pklibrary.com

یہاں سے نکل لیں گے۔" سرسوتی زیادہ ہی خوف زدہ تھی یا عورتوں کی چھٹی حس زیادہ تیز ہوتی ہے اور وہ آنے والے خطروں کو بھانپ جاتی ہے اس لیے وہ راموکی طفل تسلی سے مطمئن نہیں ہوئی۔

"چل ٹھیک ہے تو پریشان نہ ہو، اچھا روٹی تو دے اور یہ شوبھا کدھر ہے؟" رامو نے بیوی کا ذہن بٹایا ورنہ اس کی باتیں سن کر وہ بھی پریشان ہو گیا تھا۔

❁ ... ❁ ... ❁

"بھگوان کے لیے مجھے چھوڑ دو، میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔" اچانک ہی وہ ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔

میرے لیے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا تو میں نے نرس کو آواز دی، نرس بھاگی بھاگی آئی اور ایک ٹیکہ اسے لگا دیا اور وہ جو ابھی چیخ رہی تھی میرے بازوؤں میں جھول گئی، میں نے نرس کی مدد سے اسے بستر پر لٹایا اور باہر آ گئی۔

❁ ... ❁ ... ❁

"ہاں اب بول کیا کہتا ہے۔" آفیسر نے لڑکے کو گھورتے ہوئے سوال کیا جس کی گھگھی بندھی ہوئی تھی اور وہ سمجھ گیا تھا کہ انکار کی صورت میں اس کا انجام بھی سامنے لاشوں کی صورت میں پڑے ہوئے آدمی وعورت جیسا ہوتا ہے اس نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا اور اپنی کمر کے گرد لپیٹے ہوئے لڑکی کے ہاتھ ہٹائے، لڑکی کی پہلے تو سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہونے جا رہا ہے اس نے اپنے ہاتھوں کی حرکت محسوس کی اپنے ہاتھ جو لڑکے کی پشت کو مضبوطی سے جکڑے ہوئے آہستہ سے الگ ہو کر بے جان سے جیسے نیچے لٹکتے محسوس کیا اور لڑکے کی قدم باہر کی جانب بڑھنے لگے پہلے تو وہ سمجھ ہی نہ سکی پھر اچانک جیسے ہوش آیا تو چیخ پڑی۔

"کبیر! مجھے چھوڑ کے نہ جا، تجھے بھگوان کی قسم ہمارے پیار کا واسطہ، کبیر مجھے بھی ساتھ لے چل۔" لڑکی کی چیخیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں، اس کی چیخ نے ایک لمحے کو کبیر کے قدم روکے مگر آفیسر کی گھورتی نگاہوں نے اچانک ہی اس کے مرے مرے قدموں میں جیسی بجلی بھر دی اور وہ تیزی سے دروازہ پار کر گیا، اس کے نکلتے ہی لڑکی بے ہوش ہو کے گر پڑی تھی۔

"اسے اٹھا کر ادھر پہنچا دو۔" بے ہوش ہوتے ذہن میں آخری آواز آفیسر کی تھی پھر وہ دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو گئی تھی۔

❁ ... ❁ ... ❁

برصغیر کی تقسیم کا وقت سے رامو اور سرسوتی اپنی بیٹی شوبھا کے ساتھ ایک ایسے محلے میں رہتے ہیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی، برسوں ساتھ رہے مل جل کے وقت گزارا۔ جب پاکستان بننے کی تحریک شروع ہوئی تو مسلمانوں کے دل میں جہاں خوشی کی لہر اٹھی وہیں وہ پریشان بھی ہونے لگے کیونکہ ہندوؤں کا رویہ بدلنے لگا تھا اور ان کے دلوں میں کدورت آ گئی تھی اور وہ ہندو گھر جو مسلمان اکثریتی علاقوں میں تھے ان کے دل کا چور انہیں خوف زدہ کر رہا تھا۔ مسلمانوں کے دل میں ایسی کوئی بات نہیں تھی وہ سب اس بات پر خوش تھے کہ انہیں ان کا الگ وطن ملنے والا ہے۔

"کبیر مجھے ڈر لگ رہا ہے یہ نعرے سن سن کے۔" اب کے کبیر ہفتوں بعد آیا تھا، وہ سب اس وقت کھانا کھا رہے تھے جب شوبھا نے کبیر سے بھی اپنے ڈر کا اظہار کیا۔

"کیوں بھئی تجھے کیوں ڈر لگ رہا ہے۔" کبیر روٹی کھاتے ہوئے بولا۔ "کچھ نہیں ہوتا ایویں نعروں سے ملک بنا لیں گے؟" وہ کمال اطمینان سے بولا۔

"مگر میں نے سنا ہے مسلمانوں کا لیڈر بہت مضبوط ہے، وہ بڑی اچھی بات کرتا ہے۔ اس کی تقریر میں بھی سنی ہے۔" شوبھا قائداعظم سے بہت متاثر لگ رہی تھی ایک دفعہ وہ چپکے سے کلثوم کے گھر گئی تھی تو بہت سی باتیں تو اس نے سادگی سے شوبھا سے کی تھیں پھر ریڈیو پر قائداعظم کی تقریر بھی سنوائی تھی، شوبھا وہی حوالہ دے رہی تھی۔

"لے پھر سن لی تقریر تو کیا ہوا؟" کبیر اب بھی اسی بے پروائی سے بولا۔

"اگر وہی ہوا جو یہ لوگ چاہتے ہیں تو ہم کہاں جائیں گے؟" شوبھا کی تسلی نہیں ہو رہی تھی وہ جتنی پریشان تھی، کبیر اتنے ہی اطمینان میں تھا۔

"پگلی ہوئی ہے کیا، یہ ہمارا وطن ہے ہمیں کون نکالے گا



pklibrary.com

یہاں سے اگر دینا بھی ہوا تو ایک آدھ صوبہ دے دیں گے او چاچا سمجھا اس کو۔" کبیر نے بات کرتے ہوئے چاچا کی طرف دیکھا وہ لوگ خاموشی سے کھانا کھاتے ہوئے دونوں کی باتیں سن رہے تھے۔

"ہاں پتر...... کہتا تو، تو ٹھیک ہے پر شوبھا بھی غلط نہیں کہہ رہی۔" رامو نے دونوں کا دل رکھا۔

"اچھا تیری طرف کیا حال ہیں؟" رامو نے کبیر سے پوچھا جو دو تین قصبے دور ایک کارخانے میں کام کرتا تھا اور ہفتے کے ہفتے ملنے آتا تھا اس کے ماتا پتا مر چکے تھے، رامو نے ہی اسے پالا تھا اور شوبھا سے اس کی بات پکی کردی تھی۔

"وہاں ٹھیک ہے چاچا تو فکر نہ کر۔" کبیر نے چاچا کو تسلی دی، وہ لوگ کھانا کھا چکے تھے۔

"اچھا چل تو بیٹھ میں ذرا باہر کا چکر لگا کے آتا ہوں۔" رامو نے ہاتھ دھوتے ہوئے کہا اور باہر نکل گیا۔ سرسوتی کھانے کے برتن سمیٹنے لگی تو شوبھا کبیر کو لے کر چھت پر آ گئی۔

"کبیر...... تو مجھے اپنے ساتھ لے چل۔" شوبھا نے پھر اپنے خدشے کا اظہار کیا شاید اس کی چھٹی حسن نے آنے والے حالات بھانپ لیے تھے۔

"لے جاؤں گا...... مگر ایسے نہیں، ڈھول تاشوں کے ساتھ لے کر جاؤں گا۔" کبیر نے اس کے بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے کیا۔

"تو گھبرا مت، میں تیرے ساتھ ہوں۔"

"تو مجھے چھوڑے گا تو نہیں؟" شوبھا بے چینی سے بولی۔

"تو پاگل تو نہیں ہوگئی، تجھ میں میری جان ہے، میرے تیرے بغیر رہ نہیں سکتا۔" کبیر نے اس کے سر پر چپت لگائی۔ "میرے کچھ پیسے سیٹھ کے پاس جمع ہیں وہ لے لوں گا تو وہاں کے لیے کچھ سامان بھی لے لوں گا، آخر اپنی رانی کو ایسے ہی تو نہ خالی ہاتھ لے جاؤں گا۔" کبیر نے شوبھا کی روتی صورت دیکھی تو پھر مزید کہا۔ "اچھا چل چاچی سے بات کرتا ہوں، اب کی واری آؤں گا تو پھیرے لگوا لیتا ہوں، ٹھیک ہے؟" اس نے شوبھا کا چہرہ اوپر کیا۔

"تو فکر نہ کر حالات خراب ہوئے تو ہم کہیں اور چلے جائیں گے۔ میں تیرے ساتھ ہوں ہمیشہ، چل اب ہنس کے دکھا جب سے آیا ہوں ایسی روتی صورت بنا کر بیٹھی ہے۔" اس کے تفصیلی جواب پہ شوبھا کی ذرا جان میں جان آئی تو وہ مسکرا دی۔

"یہ ہوئی نہ بات، قسم سے ہنستی ہوئی کتنی سندر لگتی ہے۔" وہ اس کے قریب ہوا تو وہ شرما کے اٹھ گئی۔

❀......❀......❀

"پتا نہیں جی اس کے ساتھ کیا ہوا، بتاتی ہی نہیں۔" نرس نے مجھے بتایا۔

"کتنا عرصہ ہوگیا ہے اسے یہاں؟" میں نے نرس سے پوچھا۔

"پانچ سال ہوگئے زیادہ تر خاموش رہتی ہے اور کبھی کبھی ایسی باتیں کرتی ہے کہ حیران کردیتی ہے۔" نرس تفصیل بتانے لگی۔

"ہوں...... ٹھیک ہے تم جاؤ۔" میں نے نرس کو جانے کا کہا اور خود کرسی کی پشت سے سر ٹکا دیا، مجھے آئیڈیا تھا کہ وہ پاگل نہیں ہے ہاں البتہ اس کے ساتھ ایسا کچھ ضرور ہوا ہے جو انتہائی تکلیف دہ ہے، جس کی وجہ سے وہ دنیا سے بے زار ہوگئی تھی اور اس کا ذہن متاثر ہوا تھا اسے اچھے ماحول اور توجہ کی ضرورت تھی۔ میں بھی اس شہر میں اکیلی تھی میرے والدین فوت ہوچکے تھے، مجھے خالہ نے پالا تھا اور پڑھا لکھا کے ڈاکٹر بنایا تھا اور اپنے بیٹے سے میری شادی کردی تھی۔ میرے دو بچے تھے، مجھے فلاحی کام کرنے کا بے حد شوق تھا اور اکثر میں اپنی ڈیوٹی کے علاوہ بھی مختلف اداروں میں جا کر وہاں موجود لوگوں کے مسائل سنتی اور اپنی حد تک انہیں حل کرنے کی بھی کوشش کرتی تھی ابھی کچھ دنوں کے لیے میں لاہور آئی ہوئی تھی، بچے خالہ کے پاس تھے اور میرے شوہر بیرون ملک گئے ہوئے تھے۔ اب میں بھی میں لاہور ہسپتال میں آئی تھی وہاں میری ملاقات اس لڑکی سے ہوئی، مجھے وہ دیکھنے میں معقول لگ رہی تھی مگر صرف شکل سے حلیہ وکافی یادہ برا تھا مگر اسے کوئی پروا ہی نہ تھے۔

وہ دنیا سے، لوگوں سے بے زار الگ تھلگ بیٹھی رہتی تھی،

pklibrary.com

مجھے اس سے دلچسپی ہوگئی تھی اور میں چاہتی تھی کہ اس سے بات کروں اس کے مسائل حل کروں جہاں تک حل کرسکتی تھی کیونکہ وہ جوان تھی اور اس کا وہاں رہنا مناسب نہ تھا مگر وہ بات ہی نہ کرتی تھی پھر میں نے اپنی خالہ سے بات کی۔ وہ میری عادت سے واقف تھیں اس لیے انہوں نے منع نہیں کیا اور میں ادارے کے منتظم سے بات کرکے اسے اپنے گھر لے آئی۔

❁ ❁ ❁

شوبھا کو ہوش آیا تو اندھیری سی کوٹھڑی میں وہ ایک چارپائی پر پڑی تھی، پہلے تو کچھ دیر سمجھ ہی نہ آیا کہ کہاں ہے گھبرا کے اٹھی تو دکھتے بدن نے بہت سے تلخ حقیقت ایک دم واضح کردیں، وہ اپنا سب گنوا بیٹھی تھی، بدن کی ناپاکی کا رونا روئے، ماں باپ کی موت کا یا محبت کے دھوکے پر آنسو بہائے وہ پھر سے سسک اٹھی تھی۔

❁ ❁ ❁

"تم کھانا کیوں نہیں کھا رہیں؟" شاہد کوٹھڑی کے سامنے سے گزرا یہ اس کا دوسرا چکر تھا کھانا ویسے ہی رکھا دیکھ کر اس سے رہا نہ گیا اور پوچھ بیٹھا جواب میں شوبھا نے جن نظروں سے اسے دیکھا، غصہ بے بسی نفرت، شاہد چپ چاپ آگے بڑھ گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

"ہاہاہا ایسے نہ دیکھ تیری ان آنکھوں نے ہی تو مجھے پاگل کردیا تھا۔" آفیسر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"بھگوان کے لیے مجھے چھوڑ دو، میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں مجھے جانے دو...... وہ میرا انتظار کررہا ہوگا۔" شوبھا نے روتے ہوئے کہا۔

"ہاہاہا......" آفیسر نے دوبارہ قہقہہ لگایا۔

"کس کی بات کررہی ہے، وہ تیرا عاشق جو اپنی جان بچانے کے لیے تجھے یہاں چھوڑ گیا بزدل کہیں کا۔" آفیسر نے حقارت سے جواب دیا۔

"نہیں...... نہیں وہ بزدل نہیں ہے، مجھ سے بہت پیار کرتا ہے۔ تم مجھے جانے دو۔" شوبھا کی سسکیاں سن کر شاہد جو وہاں سے گزر رہا تھا رک گیا۔

"پیار تو تجھے میں بھی بہت کرتا ہوں مگر تو ہے کہ اڑیل گھوڑی بنی رہتی ہے۔" آفیسر نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"دیکھو تم نے جو کرنا تھا کرلیا، اب مجھے جانے دو۔" شوبھا نے پھر بات دہرائی۔

"ارے ابھی کہاں دل بھرا ہے، جب تک ہم یہاں ہیں تو بھی رہے گی اور کیا پتا کہ میں تجھے ہمیشہ ہی ساتھ رکھوں تو مجھے بھا گئی ہے۔" آفیسر پھر خباثت سے مسکرایا۔

"سر جانے دیں اسے۔" شاہد سے لڑکی کی سسکیاں اور التجائیں دیکھی نہیں جارہی تھیں وہ کوٹھڑی میں آ گیا۔

"جانے دیں گے مگر ابھی نہیں اور تو کیوں اس کا حمایتی بن رہا ہے، چل نکل یہاں سے اپنا کام کر۔" آفیسر نے شاہد کو ڈانٹتے ہوئے کہا، شاہد خاموشی سے مڑا اور کوٹھڑی سے باہر آ گیا۔ آفیسر کی حکم عدولی کی سزا وہ جانتا تھا اس لیے اس وقت خاموش رہا وہ سزا سے نہیں ڈرتا تھا مگر ابھی اسے یہاں رہ کر لڑکی کی مدد کرنا تھی۔

❁ ❁ ❁

ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جھڑپیں شروع ہوچکی تھیں جن علاقوں میں ہندو اکثریت میں تھے وہاں انہوں نے مسلمانوں کا جینا حرام کردیا تھا اور مسلمان اپنی جان بچانے کے لیے وہاں سے نکل رہے تھے اور جہاں مسلمان اکثریت میں تھے وہاں سے ہندو جارہے تھے حالانکہ مسلمانوں نے انہیں کچھ نہیں کہا تھی۔ ایسی ہی ایک رات رامو بھی جیسے ہی گھر پہنچا سرسوتی پریشان کھڑی تھی۔

"رامو وہ نکڑ والا چندر بھی نکل گیا ہے تو پتا نہیں کس چکر میں ہے؟ اب صرف ہم ہی لوگ ہیں اس محلے میں۔" وہ گھبرا کر بولی۔

"ہاں مجھے پتا لگ گیا تو ایسا کر سامان باندھ لے، میں نے کبیر کو اطلاع بھجوائی ہے وہ آج رات پہنچ رہا ہے بس وہ جیسے ہی آئے گا ہم بھی نکل لیں گے۔" رامو نے بیوی کو جواب دیا، دو گھنٹے بعد کبیر وہاں پہنچ گیا اور ان لوگوں نے جو سامان لے سکتے تھے وہ لیا اور رات کے اندھیرے میں نکل پڑے۔

اب یہ ان کی بدقسمتی تھی کہ مسلمان پولیس کے کچھ سپاہیوں

pklibrary.com

نے انہیں دیکھ لیا جہاں مسلم اکثریت تھی ان علاقوں پر حفاظت کے لیے مسلمان پولیس والے جنہیں نوکری سے نکال دیا گیا تھا، رضا کارانہ حفاظت کر رہے تھے، رات کے اندھیرے میں چار سپاہی دیکھے تو پکڑ کر سپاہیوں نے آفیسر کے سامنے پیش کر دیا، جن میں سے شوبھا کے ماں باپ کو تو آفیسر نے مار دیا تھا اور کبیر اپنی جان بچانے کے عوض شوبھا کو وہیں چھوڑ گیا تھا، شوبھا آفیسر کی قید میں تھی شاہد کو وہ معصوم اور بے ضرر لگی اس لیے وہ آتے جاتے اس کی خبر رکھتا تھا۔

❀...❀...❀

گھر کے اچھے ماحول نے اس پر اچھا اثر ڈالا تھا، اس کے دورے پڑنے بند ہو گئے تھے اور کھانا بھی آرام سے کھا لیتی تھی۔ میں ڈرائنگ روم کی کھڑکی سے اسے دیکھ رہی تھی وہ درخت کے نیچے خاموش بیٹھی زمین کرید رہی تھی، کیا ہوا ہوگا اس کے ساتھ، اس سوال کا جواب ابھی تک نہیں ملا تھا۔

"ہوں مل جائے گا۔" میں نے خود سے کہا اور کھڑکی سے ہٹ گئی۔

❀...❀...❀

"تم کھانا کیوں نہیں کھاتیں، کھاؤ گی نہیں تو جیو گی کیسے؟" شاہد نے کھانا اس کے آگے بڑھایا۔ شوبھا خاموش سر جھکائے بیٹھی رہی۔

"نام کیا ہے تمہارا؟" شاہد نے پھر سوال کیا۔

"تجھے مجھ سے کیوں ہمدردی ہے؟" شوبھا نے جواب دینے کے بجائے سوال کیا۔ "تو بھی تو مسلمان ہے اپنے افسر کی طرح کمزور پر جبر کرنے والا۔"

"سب انسان ایک جیسے نہیں ہوتے، افسر کی بہن کو بھی تمہارے ہندو بھائی اٹھا کے لے گئے ہیں، اس کی ماں اسی غم میں مر گئی وہ اس لیے غصے میں ہے۔" شاہد نے بتایا۔

"اور وہ تمہارا منگیتر بھی تو تمہیں چھوڑ کے بھاگ گیا، اسے کیا کہو گی؟" شوبھا نے منہ پھیر لیا۔ "تم کھانا کھاؤ..... کھاؤ گی نہیں تو لڑنے کی طاقت کیسے آئے گی؟" شاہد نے اسے حوصلہ دیا۔

"تو مجھے یہاں سے نکال سکتا ہے؟" شوبھا نے ایک دم مڑ کے سوال کیا۔

"کہاں جاؤ گی؟" شاہد نے بھی فوراً پوچھا۔

"کبیر کے پاس۔" اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"مگر وہ تو تمہیں یہاں چھوڑ کے جا چکا ہے، کیا اب بھی تم اس کے پاس جانا چاہتی ہو۔" شاہد نے حیرانی سے سوال کیا۔

"نہیں..... نہیں اس نے مجھے نہیں چھوڑا وہ یہاں رہتا تو تیرا افسر اسے بھی مار دیتا، اس لیے وہ یہاں سے گیا وہ میرا انتظار کر رہا ہوگا۔" وہ اب بھی پریقین تھی شاہد خاموش ہو گیا تھا۔

❀...❀...❀

"وہ مجھے پسند کرنے لگا تھا جی، مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں وہی چمک آ جاتی تھی جو کبیرے کو......" وہ یک دم خاموش ہوئی، شوبھا کی زبان کا قفل ٹوٹ گیا تھا۔ اب وہ اپنے بارے میں بتانے لگی تھی۔

"کبیر تو تم سے بہت محبت کرتا تھا پھر اس نے ایسا کیوں کیا؟" جب وہ کافی دیر خاموش رہی تو میں نے پوچھا۔

"یہی تو غلط فہمی تھی ناں جی مجھے کہ وہ مجھ سے پیار کرتا ہے۔" وہ پھر حال میں لوٹ آئی۔ "مگر وہ مجھ سے نہیں میرے شریر سے پیار کرتا تھا، اسے میرے پوتر شریر سے پیار تھا اور شریر پوتر نہ رہا تو وہ بھی چھوڑ گیا۔" اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

"اچھا شاہد کہاں ہے؟" میں اس کی توجہ بٹائی۔

"وہ جی پتا نہیں کیسا آدمی تھا سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود بھی مجھ سے پیار کرنے لگا تھا، میرا خیال رکھنے لگا تھا۔" شوبھا دور کہیں ماضی میں بھٹکنے لگی۔ "میں جی اس کو بڑا دھتکارتی تھی مگر وہ پھر بھی میرا خیال رکھتا تھا، میرے لیے اس نے اپنے افسر سے بڑی ڈانٹیں اور ماریں کھائیں۔ وہ کہتا تھا شوبھا تو مجھ کو اچھی لگنے لگتی ہے۔"

"یہ سب دیکھنے کے بعد بھی؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"ہاں یہ دیکھنے کے بعد بھی، اس لیے کہ یہ جسم کی گندگی ہے، جو دھل جاتی ہے تیرا دل اور ذہن تو صاف اور پاکیزہ ہے۔" وہ مجھے لاجواب کر دیتا۔

pklibrary.com

"رہنے دے سب مرد ایک جیسے ہوتے ہیں اور تو، تو ویسے بھی مسلمان ہے، تجھے کیسے مجھ سے محبت ہوسکتی ہے تو ضرور بدلہ لے گا مجھ سے۔" میں اس کی بات کا یقین ہی نہ کرتی پھر وہ کہتا۔

"محبت مذہب نہیں دیکھتی اور ہمارا مذہب تو ہے ہی محبت، یہ انسانوں سے پیار کرنا سکھاتا ہے۔"

"اور تیرا افسر؟ وہ بھی تو مسلمان ہے۔" میں طنز کرتی۔

"کسی ایک آدمی کے فعل کی وجہ سے پوری قوم تو ایک جیسی نہیں ہوجاتی اور شیطان تو ہر ایک کے ساتھ لگا رہتا ہے۔"

"اس کے پاس ہر بات کا جواب ہوتا تھا جی۔"

"میں تیرے لیے کچھ بھی کرسکتا ہوں۔" شاہد نے پھر مجھے بے بس کردیا تھا۔

"اچھا تو پھر مجھے یہاں سے نکال اور کبیر کے پاس پہنچا دے۔" شوبھا نے امتحان میں ڈال دیا اور ایک نظر شاہد کے چہرے پر ڈالی جہاں ایک تاریک سا سایہ لہرا گیا تھا۔

"ہے اتنی ہمت؟" میں نے جیسے اسے للکارا۔

"ٹھیک ہے تو یہی چاہتی ہے تو یہ بھی کردوں گا۔" اس نے ایک عزم سے جواب دیا۔

"او کیا کرے گا اس کے لیے، بڑی عاشقی معشوقی چل رہی ہے یہاں۔" آفیسر نجانے کہاں سے آ گیا تھا۔ "شاہد ایک دم گڑبڑایا پھر اسی افسر نے شاہد کو بہت مارا جی اور پوچھتا بھی رہا کہ کیا باتیں ہورہی تھیں مگر اس نے ایک لفظ بھی نہیں بتایا۔" شوبھا لگاتار بول رہی تھی۔

"پھر وہ کئی دن تک نظر نہیں آیا پھر ایک رات وہ آیا اس کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔"

"کل رات میں تجھے یہاں سے نکال لے جاؤں گا۔" شاہد نے سرگوشی میں شوبھا سے کہا۔ "تیرے پاس کبیر کا پتا ہے؟" شاہد نے پوچھا۔

"ہاں۔" شوبھا کی سرسراتی سی آواز نکلی۔ "مجھے یقین نہیں آرہا تھا وہ مجھے تیار رہنے کا کہہ کر جلدی سے نکل گیا اور مجھے ساری رات نیند نہیں آئی۔ دوسرا دن بے چینی میں گزرا۔" بولتے ہوئے شوبھا کی سانس پھولنے لگی تو میں نے اسے آرام کرنے کا کہا مگر جیسے اس نے سنا ہی نہیں وہ اپنی ہی بول رہی تھی۔

"پھر رات آئی جیسے جیسے رات آگے بڑھ رہی تھی میری امید ٹوٹ رہی تھی مجھے لگا وہ نہیں آئے گا بھلا کون کسی کے لیے اپنی جان خطرہ میں ڈالے گا۔ رات بارہ بجے مجھے ہلکی سی آواز آئی میں فوراً اٹھ کے بیٹھ گئی وہ شاہد تھا۔"

"چل جلدی اٹھ...... افسر کہیں گیا ہوا ہے اس کے آنے سے پہلے ہی ہم نے یہ علاقہ چھوڑ دینا ہے۔" میں جلدی سے اٹھی اور اس کے ساتھ چل پڑی، سارے رستے میں حیران رہی اور ڈرتی رہی کہ وہ مجھے کہیں اور تو بیچنے نہیں جارہا۔

"جھلی تھی ناں۔" بات کرتے ہوئے شوبھا نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ "مگر وہ تو بڑا پکا نکلا زبان کا اس نے بچ بچاتے کبیر کے پاس پہنچا ہی دیا۔"

"پھر کیا ہوا؟" شوبھا سانس لینے رکی تو میں نے فوراً ہی پوچھ لیا۔

"ہونا کیا تھا جی، کبیر مجھے دیکھ کر حیران رہ گیا۔" شوبھا پھر بتانے لگی۔

"تو یہاں کیسے آ گئی اور ان لوگوں نے چھوڑ کیسے دیا؟"

"کبیر...... مجھے اندر تو آنے دے یہاں دروازے پہ ہی سب پوچھے گا۔" میں نے قدم آگے بڑھایا۔

"نہیں شوبھا، میں تجھے اندر نہیں بلاسکتا تو چھ ماہ بعد آئی ہے۔" کبیر نے ایک دم ہاتھ آگے کرکے میرا رستہ روک دیا۔

"میں تیری شوبھا ہوں کبیر، بھگوان کے لیے یہ نہ کر مجھے اندر آنے دے۔" شوبھا سسکنے لگی۔

"نہ تو اب میری ہے اور نہ پرانی والی شوبھا، میری شوبھا تو بالکل پوتر تھی اور تو نجاست کی پوٹلی ہے۔" کبیر حقارت سے بولا تھا۔

"تو بھول گیا میرے ماتا پتا نے تجھے پالا تھا تو احسان فراموش نکلا۔" شوبھا کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"ارے بزدل تو خود مجھے وہاں چھوڑ آیا تھا اپنی جان بچانے کے لیے۔ ارے تجھ سے بھلا تو یہ آدمی ہے جس نے بغیر کسی مطلب کے مجھے یہاں پہنچایا۔" شوبھا نے دور درخت

pklibrary.com

کی پاس کھڑے شاہد کی طرف اشارہ کیا۔

"کبیرے ایسا نہ کر میرا کیا دوش ہے اس میں، مجھے اندر بلا لے۔" شوبھا نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے، اس کے پاؤں پکڑ لیے۔

"اسی سے بول تجھے رکھ لے گا۔" کبیر نے جھٹکے سے اپنے پاؤں ہٹائے اور اندر جا کر کھٹ سے دروازہ بند کر لیا۔ میں روتی رہی، گڑگڑاتی رہی۔ دروازہ بجا بجا کے میرے ہاتھ زخمی ہو گئے مگر اس نے دروازہ نہ کھولا۔

"چل شوبھا اٹھ یہاں سے تیری جگہ کسی کے قدموں میں نہیں۔" شاہد نے مجھے سہارا دے کے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہم لاہور جائیں گے ابھی اسی وقت۔" میں روتی بلکتی اس کے ساتھ چلنے لگی۔

"مگر ہم کیسے جائیں گے یہاں تو ہر طرف خطرہ ہے اور لاہور میں کون ہے؟" میں نے ذرا رک کے شاہد سے پوچھا۔

"میرے گھر والے پاکستان نکل گئے ہیں میں تو تیری وجہ سے رکا ہوا تھا۔ شوبھا تو نے کبیر کو دیکھ لیا ناں بس اب بھول جا اسے ہم وہاں جا کے نئی زندگی شروع کریں گے۔ کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے، سمجھی؟ چل اب رونا بند کر دے۔ میں تجھے بہت خوش رکھوں گا۔"

"میں رونا بند کر کے اس کی شکل دیکھنے لگی تھی وہ انسان کے روپ میں بھگوان تھا جی اس نے مجھ جیسی لڑکی سے اتنا پیار کیا، میری خاطر وہ ہمارے علاقے میں آیا جہاں خطرہ ہی خطرہ تھا۔ ہم لوگ وہاں سے نکل پڑے، چلتے ہوئے ایک سڑک کنارے بنے ہوٹل پر رکے، بھوک بھی لگ رہی تھی۔ ہم وہاں کھانا کھانے رک گئے، میں نے چادر سے چہرہ چھپایا ہوا تھا۔"

"یہاں سے ہم رات کو نکلیں گے۔" شاہد نے سرگوشی میں شوبھا کو بتایا۔

"ابھی دن ڈھلنے میں وقت ہے اور خطرہ بھی ہے اسی لیے یہاں رکا ہوں، روٹی کھا لیتے ہیں ابھی بہت دور جانا ہے۔" یہ کہہ کر شاہد روٹی کھانے لگا۔

"خطرہ.....؟" شوبھا نے حیرانی سے پوچھا۔ "تو مجھے اتنی دور لے کر آیا ہے، ڈر نہیں اور اب.....؟"

"شوبھا اس وقت میں تجھے چھوڑنے آیا تھا اپنی جان کی پروا کیے بغیر مگر اب میں تیرے ساتھ جینا چاہتا ہوں اس لیے خطرہ میں نہیں پڑوں گا۔" شاہد کی ہر ہر بات میں میرے لیے محبت ہوتی تھی۔

"ہم اسٹیشن کیسے جائیں گے؟" میں نے پھر سوال کیا۔

"پیدل نکلیں گے، سڑک سے ہٹ کر اندر ہی اندر، تو ڈر مت میں تیرے ساتھ ہوں۔" شاہد نے شوبھا کو تسلی دی اور شوبھا کو پھر رونا آ گیا۔

"پتا نہیں جی بھگوان بندوں کے لیے سوچتا ہے وہ کبیر جو بچپن سے ہمارے گھر رہا، میرے ماتا پتا نے اسے پالا، بیٹی دی اور وہ اتنا احسان فراموش اور بزدل نکلا، میرے زخموں پر مرہم رکھنے کے بجائے مجھے اور زخم لگا دیے اور ایک وہ شاہد تھا؟"

"تھا.....؟" میں نے فوراً ہی پوچھ لیا۔ شوبھا نے مجھے خالی خالی نگاہوں سے دیکھا اور پھر ایک دم پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی میں نے اسے رونے دیا، وہ پہلی بار کھل کے روئی تھی۔

"بس کرو شوبھا، اب آرام کرو، ہم کل باتیں کریں گے۔" میں نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں جی، اب تو میرے شاہد کا ذکر آیا ہے آپ کہتی ہیں آرام کرو۔" وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ "اس کا ذکر تو میں ساری عمر کرنا چاہتی ہوں اب تو کوئی ملا ہے جس سے میں اس کی باتیں کروں، اس کی جیسے بات تو کسی میں نہ تھی۔" وہ پھر بھٹکنے لگی تو میں نے لقمہ دیا۔

"تم شاہد کا بتا رہی تھیں؟"

"اسے مار دیا جی ظالموں نے۔" شوبھا نے سسکی لی۔ "ہم جس ڈھابے پر رکے تھے وہ ہندو کا تھا بلکہ وہ سارا علاقہ ہی ہندوؤں کا تھا انہوں نے شاہد کو پہچان لیا تھا کہ وہ مسلمان ہے ہم رات کو جیسے ہی نکلے ہوٹل کے مالک نے کئی آدمیوں کو بلا رکھا تھا، انہوں نے ہمیں گھیر لیا۔ میں نے بہت کہا شاہد سے تم بھاگ جاؤ میں ان لوگوں کو روکتی ہوں پر وہ نہ مانا۔" شوبھا نے پھر سسکی لی۔ "انہوں نے میرے شاہد کو بہت مارا، وہ تڑپتا رہا، سسکتا رہا میں نے بہت ترلے، منتیں کیں۔ یہ بھی کہا کہ مجھے

رکھ لو اس جانے دو مگر انہوں نے اس کی جان ہی لے لی، اس نے میری گود میں دم توڑ دیا جی۔ میری آنکھوں کے سامنے۔'' شوبھا کی گھٹی گھٹی سی آواز نکلی۔ ''مرتے وقت بھی اسے میرا خیال تھا، کہہ رہا تھا پاکستان چلی جانا۔''

''انہوں نے تمہیں کچھ نہیں کیا؟'' وہ ذرا رکی تو میں نے پوچھا۔

''انہوں نے کہا نہیں کیا...... میرا ابلا تکار۔'' شوبھا کی آواز گھٹ گئی اور میں سناٹے میں رہ گئی۔ میں نے بے اختیار آگے بڑھ کر اسے گلے لگالیا، میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی وہ دکھوں کے اتنے پہاڑ اٹھائے ہوئے ہے۔

''بس کرو شوبھا...... چپ ہو جاؤ۔'' اس کے ساتھ میرے آنسو بھی بہنے لگے۔

''کہنے دیں مجھے ڈاکٹرنی صاحبہ، کہنے دیں مجھے...... میں لوگوں کو بتانا چاہتی ہوں۔'' وہ ایک دم اٹھ کر چیخنے لگی۔ ''شیطان کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، میں تو اس افسر کو گالیاں دیتی تھی مگر میرے ساتھ تو میرے ہی لوگوں نے بھی وہی کیا۔'' وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگی، میں ایک طرف خاموش کھڑی تھی۔

برسوں کا غبار وہ دل میں لیے ہوئے تھی اسی چیز نے اسے ہوش سے بیگانہ کر دیا تھا، اچھا ہے اسی طرح دل کی بھڑاس نکل جائے گی، اس طرح وہ جلدی نارمل ہو سکتی تھی۔ روتے ہوئے وہ پھر ہوش کھونے لگی تو میں نے اسے انجکشن لگا کے سلا دیا تھا۔

آگے کی کہانی یہ تھی کہ وہ لوگ شاہد کو مارنے اور شوبھا کو بھنبھوڑنے کے بعد وہاں سے بھاگ گئے، شوبھا نے دکھتے بدن کے ساتھ وہ ساری رات شاہد کی لاش کے ساتھ گزاری اب اس کا وہاں کچھ نہیں بچا تھا اور شاہد نے بھی اسے یہی کہا تھا کہ وہ پاکستان چلی جائے، اپنے بدن کو گھسیٹتے وہ کسی نہ کسی طرح اسٹیشن پہنچ گئی تھی۔ اب اسے کسی بات کا ڈر نہیں تھا۔ کھونے کے لیے کچھ تھا نہیں پھر وہ ٹرین کے ذریعے لاہور پہنچ گئی تھی۔

''وہاں بھی میرا کوئی نہیں تھا۔'' شوبھا دوسرے دن نیند سے جاگی تو پھر بتانے لگی، میں اس کی دماغی کیفیت پر حیران تھی۔

''میرا تو دل چاہا تھا کہ وہیں شاہد کے ساتھ ہی خود کو ختم کرلوں مگر شاہد کی آخری بات بھی تو ماننا تھا ناں جی، لاہور میں میرا کوئی نہ تھا کس کے پاس جاتی، میں وہی اسٹیشن پر بیٹھی رہی۔ تین دن ہو گئے تھے مجھے وہاں بھوکے پیاسے۔'' وہ پھر رکی۔ ''لوگ فقیرنی کہہ کے سکے ڈال رہے تھے پھر وہاں کے اسٹیشن ماسٹر نے مجھ سے پوچھا۔''

''کہاں جاؤ گی، یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ میں تین دن سے دیکھ رہا ہوں کوئی ہے یہاں تمہارا؟'' میرے پاس کسی سوال کا جواب نہ تھا اور میرے حلیے سے جانے وہ کیا سمجھا بھلے آدمی نے مجھے وہاں کے پاگل خانے پہنچا دیا۔'' شوبھا نے ایک لمبی آہ بھری۔

پاکستان بن چکا تھا حالات تقریباً نارمل ہی تھے، پاکستان کو بنے ہوئے پانچ سال ہو چکے تھے، شوبھا اب میرے ساتھ ہی رہتی ہے، وہ اب کافی بہتر حالت میں ہے۔ خوب صورت تو تھی میں نے بہت چاہا کہ اس کی کہیں شادی کرادوں مگر وہ نہیں مانی، وہ کہتی تھی۔

''شاہد کی یادوں کے ساتھ ہی زندہ رہوں گی، اس نے میری وجہ سے جان دی میں اس کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتی، ویسے بھی یہ زندگی اسی کی دی ہوئی ہے ورنہ تو وہ لوگ مجھے بھی مار ڈالتے اس نے مجھے بچایا۔'' شاہد کے ذکر پر اس کے چہرے پر ایک انوکھی سی چمک آجاتی تھی۔

''مجھے تو لگتا ہے جی وہ میرا وہاں انتظار کر رہا ہے۔''

پھر ڈاکٹر صاحبہ نے اصرار کرنا چھوڑ دیا، یہ مذہب اور ملک سے ہٹ کر صرف محبت کی کہانی تھی اور محبت کسی کے بھی ہو سکتی ہی اس میں مذہب شرط نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو محبت سے ہی تخلیق کیا ہے اور محبت ہی اس کائنات کی بنیاد ہے۔

www.naeyufaq.com

pklibrary.com

قسط نمبر دو

# دل کانچ کا گھر

ام ایمان قاضی

کمال شخص تھا جس نے مجھے تباہ کیا
خلاف اس کے یہ دل ہو سکا ہے اب بھی نہیں
یہ دکھ نہیں کہ اندھیروں سے صلح کی ہم نے
ملال یہ ہے کہ اب صبح کی طلب بھی نہیں

وہ محض الفاظ نہیں تھے، پاک پروردگار کا پیغام تھا جس نے جیسے ہی ان کی روح تک رسائی پائی، دل پانی بن کر آنکھوں سے بہہ نکلا تھا۔ ایک عرصہ ہوا کہ انہوں نے جیسے ہی اپنا ہر دکھ شہ رگ سے بھی قریب اس بزرگ و برتر سے کہنا شروع کر دیا تھا۔ نماز میں ان کا خشوع اور قرآن میں ان کا شغف بڑھ گیا تھا، آسمانی کتاب کا حرف بحرف انہیں کچھ بتاتا محسوس ہوتا تھا۔ وہ الفاظ نہیں تھے روشنی بھرا ایک راستہ تھا جو کبھی تو ان کو راستہ دکھاتا تھا، کبھی تسلی کا مرہم بن کر دل کے رستے زخموں کو ٹھنڈک پہنچاتا محسوس ہوتا تھا۔ قرآن کی تلاوت کے بعد وہ باہر آئیں تو صبح پرنور تاریکی کو پچھاڑ چکی تھی۔

"دعا، شفا، صفا، حیا، حیا...... اٹھو بیٹے۔" بیٹیوں کے کمروں کے دروازے بجا کر ان کو آواز دی تھی کہ صفا کے سوا باقی نماز پڑھ کر دوبارہ سو جاتی تھیں جبکہ حیا کبھی کبھی فجر کی نماز میں ڈنڈی مار جایا کرتی تھی۔ وہ جیسے ہی فریج سے گندھا آٹا نکال کر رکھتیں اور ناشتے کا دیگر سامان تیار کر رہی ہوتی تھیں صفا ان کی مدد کو آ جایا کرتی تھی پھر دونوں مل کر ناشتہ بناتیں۔ شفا اور دعا دسترخوان لگا دیا کرتی تھیں۔ حیا کے سوا سب ہی ناشتہ کرتے کہ وہ ان سب کے چلے جانے کے بعد اٹھتی تھی، من پسند ناشتا کرنے کے بعد پارلر جانے سے پہلے سالن پکا کر جایا کرتی۔ حیا کے ذمہ گھر کی صفائی ستھرائی اور ڈسٹنگ تھی، برتن دھونا اور چھوٹے موٹے باقی کام شاہ جہان کر لیتا تھا۔

لاؤنج سے گزرتے ان کی نظریں بے اختیار دیوار پر لگی ودیعہ کی تصویر پر پڑیں۔

"ودیعہ......" لبوں نے بے اختیار اس کا نام لیا۔ دل کو آج بھی کسی نے مٹھی میں لے کر بھینچ لیا تھا۔

تصویر اس دن کی تھی جب اس کا میٹرک کا رزلٹ آیا تھا۔ وہ خوشی سے زیادہ حیران تھی کہ مسلسل کام اور مصروفیت کے باعث اس کی امتحان کی بالکل تیاری نہیں تھی مگر وہ اچھے نمبروں سے پاس ہو گئی تھی۔ اس روز سلیم گھر پر نہیں تھا، نسرین نے اسی خوشی میں ان کو بریانی اور فروٹ چاٹ بنا کر دی تھی اور آخر میں اس نے ودیعہ کو پاس بلا کر اسے سونے کی خوب صورت سی بالیاں پہنائی تھیں جو نسرین کے پاس اس کی ماں کی واحد نشانی باقی بچی تھی۔

"بہت خوب صورت ہیں اماں! تھینک یو...... تھینک یو سو مچ اماں۔" وہ بے اختیار ماں کے گلے لگ گئی تھی۔

"اماں...... کیا ابا بھی میری کامیابی پر خوش ہوں گے؟" وہ ان سے الگ ہوتے ہوئے عجیب سے لہجے میں بولی تھی۔

نسرین کے دل سے ہوک سی اٹھی تھی اس کا سوال سن کر۔

"کامیابی...... ابا...... ان کو تو شاید پتا بھی نہیں ہے کہ ان کی بیٹیاں کس کلاس میں ہیں...... کلاس کو چھوڑ دو یہ بھی نہیں پتا ہوگا کہ وہ پڑھتی بھی ہیں یا نہیں......" دعا نے طنزاً کہا تھا۔

"چھوڑو تم لوگ آج ہماری زندگی کا ایک بہترین دن ہے اس لیے اسے اداسی میں مت ضائع کرو، ہماری آٹھویں کلاس کی کل پارٹی ہے...... لڑکیوں نے مل کر تصویریں بنانے کا ارادہ کیا ہے، کل کی تو کل دیکھی جائے گی، تم سب تیار ہو جاؤ، میں تصویریں بناتی ہوں سب کی۔" دعا کا انداز پر جوش سا تھا۔ وہ شروع سے ہی پڑھائی کے ساتھ ساتھ دیگر نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتی تھی اور پھر وہ لمحہ کیمرے کی آنکھ میں قید ہو کر امر ہو گئے تھے۔

مگر وہ خوشی بھری شام رات تک ان کے گھر سلیم کی شکل میں ایک اور امتحان لے کر آئی تھی۔

"میں کہتا ہوں نکال پیسے ورنہ جان سے مار دوں گا۔" سلیم کی آواز پر وہ سب چونکی تھیں۔

"تم لوگ بیٹھو...... میں دیکھتی ہوں۔"

"دیا...... ابا پھر مارے گا اماں کو؟" صفا کے لہجے میں خوف تھا۔

"نہیں...... نہیں میں ان کو ایسا نہیں کرنے دوں گی، لیکن تم لوگ باہر مت نکلنا۔" اماں کے چیخنے اور ابا کے چلانے پر ودیعہ نے ان کو باہر نہ نکلنے کی تاکید کی اور باہر نکل آئی تھی جہاں سلیم نے نسرین کو چٹیا سے پکڑ رکھا تھا۔

"ابا...... ابا چھوڑیں اماں کو...... ابا......" وہ نزدیک آ کر ماں سے لپٹ گئی اور زور زور سے روتے ہوئے کہنے لگی۔

"ہاں تو کہو ناں اپنی ماں سے کہ مجھے پیسے دے دے...... میں کوئی پاگل ہوں جو ایسے ہی بھونکتا رہتا ہوں۔" وہ یقیناً نشے میں تھا۔

pklibrary.com

"ودیعہ تم اندر جاؤ۔" نسرین نے درد سے کراہتے ہوئے کہا تھا۔
"نہیں...... نہیں، میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔" وہ اور زور سے رو دی تھی۔ اسی پل سلیم کی نظر ودیعہ کے کانوں میں چمکتی بالیوں پر پڑیں، اس نے ودیعہ کو کلائی سے کھینچ کر اپنی طرف کیا اور نسرین کو زوردار دھکا دیا تھا۔ ودیعہ اور نسرین کے لبوں سے ایک ساتھ چیخ نکلی تھی۔
"ان کیڑے مکوڑیوں کے لیے سونا چھپا کر رکھا ہے اور خاوند کے لیے ایک دھیلا بھی نکالتے جان نکلتی ہے تیری بدبخت جہنمی عورت......" ودیعہ کی کلائی پکڑے پکڑے وہ نیچے پڑی نسرین سے بول رہا تھا۔
"نہیں...... نہیں سلیم تمہیں اللہ کا واسطہ یہ کیڑے مکوڑے نہیں ہیں اولاد ہیں تمہاری، بدبخت میں نہیں تم ہو......" نیچے پڑی پڑی وہ چیخ کر بولی تھی مگر سلیم نرم و نازک سی ودیعہ کو عجیب سے انداز میں پکڑے پکڑے اس کے کانوں سے بالیاں اتارنے لگا۔ وہ زور زور سے رو رہی تھی اور سلیم کو منع کر رہی تھی۔ نسرین سلیم کو کوستے ہوئے اپنی چوٹ بھلا کر سلیم تک آئی مگر تب تک سلیم نے ودیعہ کی ایک بالی اتار لی تھی۔ دوسری اتار نہ سکنے پر اس نے اس کی بالی کو کان سے کھینچ لیا تھا۔ کان کے چر جانے پر ودیعہ کے لبوں سے دلدوز چیخ نکلی تھی۔ وہیں نسرین بھی زور زور سے روتے ہوئے سلیم کو بددعائیں دے کر ودیعہ کو کبھی چومتی تو کبھی اس کے زخمی کان کو ہاتھ لگاتی تھی، سامنے کمرے میں دروازے کی جھری سے جھانکتی ننھی پریاں سہم کر ایک دوسرے سے لپٹ گئی تھیں۔ خوف ان کی آنکھوں میں جم سا گیا تھا۔

❀......☆......❀

"زرین کدھر ہو بھئی...... کسٹمرز بھی زیادہ ہیں آج اور تم بھی گم ہو ابھی تک، میرے پاؤں میں موچ آ گئی ہے، اب تم بھی نہیں آتی ہو تو مسئلہ ہو جائے گا۔" جیا فون پر لگی تھی کہ صبح ہی صبح کچن سے کمرے کی طرف جاتے ہوئے نجانے کیسے اس کا پاؤں مڑا اور اب پین کلر لینے اور آیوڈیکس کی مالش کے بعد درد میں تو فرق پڑ گیا تھا مگر ایک تو وہ تھوڑی سی بھی دیر کھڑے نہیں ہو پا رہی تھی، دوسرے آج اس کے پاس پانچ برائیڈل کی اپائنٹمنٹ تھی۔ اس کے علاوہ بھی پارلر پر کسٹمرز کا رش رہتا تھا اور زریں اس کی وہ ورکر تھی جو شروع سے ہی اس کے ساتھ تھی اور جیا اس کو اپنا بازو کہتی تھی۔ جیا کی غیر موجودگی میں وہ آرام سے پارلر کا کام سنبھال لیا کرتی تھی۔ اب بھی اماں جیا کے پاؤں پر مالش کر رہی تھیں، جب جیا نے شاہ جہان کو بھیجا تھا کہ پارلر سے پتا کر آئے کہ زرین آئی یا نہیں۔ جواب میں اس نے آ کر بتایا تھا کہ باقی ورکرز آ چکی تھیں سوائے زریں کے...... تب وہ زریں کا نمبر ملا کر بات کر رہی تھی۔
"وہ مم...... میم...... زریں...... کک...... کی...... طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" مقابل نے جس طرح بات کی تھی، اس نے جیا کا بی پی اچھا خاصا ہائی کر دیا تھا۔
"او بھئی تم جو بھی ہو، میری زریں سے بات کراؤ۔" وہ بے زاری سے بولی مگر موبائل کو غصے سے گھور کر رہ گئی تھی جب دوسری طرف سے کال منقطع ہو گئی اور نمبر ملانے پر نمبر ہی پاور آف ملا۔
"یا میرے مالک! یہ میں کس مشکل میں پھنس گئی آج۔" وہ بے بسی سے اپنے پاؤں کو دیکھ کر بولی جو اچھا خاصا سوج گیا تھا۔
"جیا باجی آپ کی باقی ورکرز آخر کس مرض کی دوا ہیں...... وہ کر دیں گی، آپ کو سن سن کر میں اتنا سیکھ گیا ہوں کہ پندرہ منٹ میں ایک دلہن تیار کر دوں، وہ تو پھر آپ کی ٹرینڈ شدہ ہیں، اتنا تو کر ہی لیں گی یا پھر مجھے ہی خدمت کا موقع دیں، دیکھ لینا ہاتھ چوم لیں گی میرے، وہ دلہنیں جب خود کو آئینے میں دیکھیں گی۔" شاہ جہاں اپنے سوکھی چمرخ ہاتھوں کو دیکھ کر شرما کر بولا کہ بڑی بیگم کی گھوری پر سہمنے کی ناکام ایکٹنگ کر کے رہ گیا۔



pklibrary.com

"ہاتھ چومنے کا تو پتا نہیں، ہاتھ کٹوا ضرور دیں گی تمہارے تاکہ ان کے بعد مزید کسی کو بربادی کے دہانے پر نہ لے جاسکیں یہ سوکھی ہڈیاں۔" جیا جل کر بولی تو شاہ جہان نے بھی منہ بنایا تھا۔

"صحیح کہتے ہیں سیانے کہ ہیرے کی قدر جوہری ہی جان سکتا ہے، اب اس جدید دور میں جوہری ہی ناپید ہو گئے ہیں تو ہیرے بے چارے نے تو رلنا ہی ہے۔" شاہ جہان کی بڑبڑاہٹ جیا کے کانوں تک پہنچ گئی۔

"مالک...... ایسا وقت بھی دیکھنا تھا میں نے کہ جب اس قسم کے ہیرے دیکھنے کو ملتے، مجھے جن کی خصوصیات سے کوئلہ بھی شرم کے مارے کہیں چھپ جائے اور جوہری بے چارہ بھی شرمندہ ہو جائے ایسے ہیروں کو دیکھ کر۔"

"پہلے تم اس کے ساتھ چونچ لڑا لو...... پارلر کا کیا ہے وہ تو چل ہی جائے گا اور پاؤں کا درد تو پھر اس کے بعد میں آتا ہے۔" بڑی بیگم نے جیا کو لتاڑا۔

"میں کیا کروں کہ مجھ سے اس صدی کے مضحکہ خیز جھوٹ اور خوش فہمیاں سن کر خاموش نہیں رہا جاتا اس کو دیکھ کر یا اس کی کسی ایک خصوصیت کو ہی دیکھ کر بتا دیں کہ اس نے خود کو ہیرا کہہ کر ہیرے بے چارے کی اتنی توہین کیوں کی کہ مجھے یقین ہے کہ آج ہیرا یہ سن لیتا تو مارے صدمے کے خود کو ہیرا ماننے سے انکار کر دیتا۔"

"اف جیا...... میں حیا کو کہتی ہوں کہ وہ زیادہ بولتی ہے، یہاں تم ہو کہ بات ہی پکڑ لی غریب کی۔" بڑی بیگم کو شاہ جہاں کا لٹکا منہ دیکھ کر ترس آیا تو جیا کو چپ کراتے ہوئے بولیں۔

"اچھا تو مسٹر ہیرے...... مطلب شاہ جہاں جا کر شیبا اور سونیا کو پارلر سے بلا لاؤ مجھے وہاں تک لے جائیں، کم از کم وہاں بیٹھی تو رہوں گی اور ایک دو برائیڈلز کو تو بیٹھے بیٹھے بھی تیار کر دوں گی، بس کریں اماں! اچھا خاصا افاقہ محسوس ہو رہا ہے درد میں۔" اس نے شاہ جہان کے بعد پاؤں کی مالش کرتی بڑی بیگم کو روکتے ہوئے کہا۔

"دیکھ لو بیٹا! زیادہ مسئلہ نہ ہو جائے چلنے پھرنے اور کام کرنے سے۔" بڑی بیگم تشویش سے بولیں۔

"ارے! شیرنیوں کی ماں ہو کر ایسی بات...... آپ ہی پکڑ کر مجھے بیٹھ گئیں ورنہ میں نے اتنی معمولی چوٹ کو خاطر میں نہیں لانا تھا یہ دیکھیں۔" وہ صوفے کا سہارا لے کر آہستہ آہستہ کھڑی ہو گئی، اتنے میں ذیلی دروازے سے اس کی دو ورکرز شاہ جہاں کی معیت میں اندر آ گئی تھیں۔

❀......☆......❀

"ناراض کیوں ہیں؟ پتا بھی ہے آپ ناراض ہوں تو مجھ سے کوئی کام بھی ڈھنگ کا نہیں ہوتا۔ بس یہی خیال دامن گیر رہتا ہے کہ میری ماں مجھ سے ناراض ہے۔" عشرت کو چپ چاپ دیکھ کر اس سے رہا نہیں گیا تو ان کے پیچھے پیچھے چلا آیا۔

"ناراض نہ ہوں تو اور کیا کروں؟" وہ خالی برتنوں والی ٹرے کچن میں سلیب پر رکھ کر اس کی طرف پلٹیں۔

"تم کیا جانو! بیٹوں کی شادی کے لیے ماؤں کے دل میں کیا کیا ارمان ہوتے ہیں، پہلے پڑھائی مکمل نہیں تھی تمہاری تو میں چپ رہی، اب تو بھائی جان کے آفس میں جاب بھی مل گئی تمہیں...... گھر کا دیکھا بھالا رشتہ ہے، مجھے تو سمجھ نہیں آ رہی کہ تم انکاری بھی ہو تو کس بنیاد پر۔ ہر بار بھائی جان جب یہاں کا چکر لگاتے ہیں یا میں وہاں جاتی ہوں، ان کی منتظر نظریں، مجھے کتنی شرمندہ کرا دیتی ہیں۔"

"میں انکاری نہیں ہوں امی، بس کچھ وقت مانگ رہا ہوں آپ سے۔" وہ جیسے ہار مان کر بولا۔ نظروں میں کسی کی شبیہہ لہرائی تو دل بے چین اٹھا تھا، وہ کوئی آس کا سرا ہی پکڑا دیتی تو وہ ماں کو منا لیتا، وہاں تو اس نے اس کی کردار اور تربیت پر ہی سوال اٹھا دیا تھا۔

"بتاؤ اب میں کیا جواب دوں تمہارے ماموں کو؟" عشرت کی آواز پر وہ دوبارہ حال میں واپس لوٹ آیا۔

"کتنے احسانات ہیں تمہارے ماموں کے ہم پر...... گننے لگیں تو شمار بھی نہ ہوں، یہاں تمہاری چپ ہے کہ مجھے ہولائے دے رہی ہے۔"

"میں مانتا ہوں امی ماموں کے احسانات کو لیکن کیا ان کا ڈھول لٹکا کر ہر وقت بجاتا رہوں۔" پتا نہیں کس بات نے اس کی آواز اونچی اور لہجہ تلخ کر دیا تھا، عشرت اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"ریان......" ان کے لبوں سے بے آواز نکلا مگر ان کی شکل اور تاثرات پر وہ شرمندہ سا ہو گیا تھا۔

"سوری امی۔" اس نے فوراً ہی معذرتی لہجہ اپنا کر ماں کے ہاتھ تھامے تھے۔

"آپ یہاں آئیں، بیٹھیں میری بات سنیں۔" ان کو کندھوں سے تھام کر وہ کچن سے باہر لے آیا اور لاؤنج میں لا کر صوفے پر بٹھا دیا تھا۔

"مجھے احساس ہے ماموں کی قربانیوں کا، ان کے احسانات کا اور عائشہ میری بہترین دوست ہی نہیں، بہترین لڑکی بھی ہے۔" وہ ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

"لیکن آپ یقین کریں کہ ماموں کے احسانات نے مجھے کبھی ان کے سامنے نظر اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا، میں تو ان کے آفس میں جاب بھی نہیں کرنا چاہتا تھا...... صرف آپ کی ضد مانی ہے میں نے لیکن شادی......" وہ الجھے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے رکا۔

"مجھے لگتا ہے کہ میں ماموں کے احسانات تلے ایک نارمل انسان نہیں رہا، ایک بونا بن گیا ہوں اور عائشہ سے شادی کی صورت میں میری نظر میں میرا قد اور چھوٹا ہو جائے گا۔ مجھے بیوی تو مل جائے گی، مگر میں اپنی بہترین دوست کھو دوں گا۔ ہمارے پاس ایک خوب صورت رشتہ ہے دوستی کی صورت، شادی اس کی خوب صورتی کو گہنا دے گی۔"

"بے وقوف......" عشرت اس کی باتوں پر مسکرا کر بولیں۔

"تمہارے ماموں نے کبھی ہم پر احسان کر کے نہیں جتایا...... تمہیں تمہاری جاب بھی تمہاری قابلیت کی بنیاد پر ملی ہے، رشتے داری کی بنیاد پر نہیں اور تمہارے ماموں اور میں تم دونوں کے رشتے کو ایک مضبوط نام دے کر اسے اور خوب صورت بنانے والے ہیں، اصل بات تمہاری سوچ کے بدلنے کی ہے، سوچ کو بدلو، دیکھنا ہر بات میں خوب صورتی دیکھنے کو ملے گی۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا...... مجھے ایک بار عائشہ سے بات کر لینے دیں۔" وہ جھنجلایا۔

"سو بار بات کرو...... بس مجھے جواب ہاں میں ملنا چاہیے، بیٹھو میں تمہارے لیے چائے لے کر آتی ہوں۔" انہوں نے اس کا کاندھا تھپتھپایا اور وہاں سے اٹھ گئیں، ریان گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔

❁......☆......❁

"آپا...... وہ...... وہ سب کیسی ہیں؟" ان کے لہجے میں ایک محسوس کی جانے والی تڑپ تھی، جس کو سن کر ہاجرہ کا دل بھی تڑپ اٹھا تھا۔ آخر کو ماں تھیں، جانتی تھیں کہ اولاد اور ماں باپ کے تعلق کی ڈور ایسی عجیب سی ہوتی ہے کہ ایک سرے پر کھچاؤ ہو تو دوسرا سرا خواہ مخواہ تن جاتا ہے۔

"ٹھیک ہیں بھائی! تم کیسے ہو؟" ہاجرہ نے طویل سانس لے کر کہا۔

"مجھے کیا ہونا ہے آپا۔" وہ جیسے رو دیئے تھے۔

"مجھے ان کے بارے میں بتائیں، کیا کر رہی ہیں؟ بڑی ہو گئی ہوں گی، شادی کی عمر کو پہنچ گئی ہوں گی۔" حسرتوں کا ایک جہان ان کے لہجے میں آباد تھا۔

pklibrary.com

''ہاں میاں...... کسی ایک کے زندگی سے چلے جانے کے بعد نہ تو زندگی رکتی ہے نہ ہی عمریں تھم جاتی ہیں۔ دنیا کا نظام چلتا ہی رہتا ہے، سب بڑی ہوگئی ہیں، خوب صورت، پڑھی لکھی، خوداعتماد بچیاں، ماں کا فخر ہیں۔'' ان کی بات پر دہ ایک لمحے کو چپ ہوئے...... ہاں ان کے لبوں سے نکلی ایک دکھی آہ نے ضرور ہاجرہ کی سماعتوں تک رسائی پائی تھی۔

''اور جہاں تک بات ہے شادی کی...... تم نے جو کچھ ان کے ساتھ کیا ہے اس نے نسرین کو اتنا بدظن کردیا ہے کہ وہ بچیوں کی شادی کا سن کر ہی آپے سے باہر ہوجاتی ہے۔ اب تو جو جانتے ہیں انہوں نے اس مقصد کے لیے اس دہلیز پر جانا ہی چھوڑ دیا، ہاں کوئی بھولا بھٹکا آجائے تو پھر وہ صحیح سلامت اپنے گھر نہیں جا پاتا۔ نسرین کو دورہ پڑ جاتا ہے، ہر بار ایسی صورت حال پر، علاج کے باوجود وہ اپنے دماغ سے وہ یادیں نکال ہی نہیں پائی جس نے اس کو عمر بھر کی آبلہ پائی دی۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ آپا لیکن ہر بندہ سلیم نہیں ہوتا، بس وہ تو بدبخت ایک ہی تھا جو اپنی بیوی بچوں کے لیے کانٹوں کی فصل بو گیا تھا جسے وہ آج تک کاٹ رہی ہیں۔'' سلیم آہ بھر کر بولا تھا۔

''یہ بات نسرین کو سمجھانا ناممکن ہے پھر بچیاں بھی اس کی رضا میں راضی ہیں۔'' ہاجرہ نے جواب دیا۔ اسی پل ہاتھ میں بائیک کی چابی گھماتا مومن آکر ماں کے سامنے ڈھے سا گیا تھا۔

''آپا...... ایک درخواست تھی آپ سے۔'' دوسری طرف لہجہ انتہا کی عاجزی لیے ہوئے تھا۔

''ہمم بولو......'' مومن کو دیکھ کر انہوں نے مختصر الفاظ منہ سے نکالے تھے۔

''میں ترس گیا ہوں اپنی بچیوں کو دیکھنے کے لیے...... میری تو ہمت ہے نہ جرأت اور نہ ہی حق کہ میں ان کو آکر دیکھوں، ملوں اور برسوں سے دل میں سلگتی آگ کو ان کو گلے سے لگا کر بجھا ڈالوں...... آپ کا تو آنا جانا ہے وہاں، مجھے کسی طرح ان کی تصویریں بھیج دیں موبائل سے لے کر کسی بھی بہانے۔''

''لیکن......'' ہاجرہ نے کچھ کہنا چاہا۔

''اللہ کا واسطہ ہے آپا، میری یہ خواہش ضرور پوری کریں۔'' وہ گڑگڑائے۔

مومن جو ماں کے چہرے کے اتار چڑھاؤ بڑے غور سے دیکھ رہا تھا نے اشارے سے ماں سے دوسری طرف کون ہے کا اشارہ کیا۔

''اچھا...... میں وعدہ نہیں کرتی لیکن کوشش کروں گی، تم اپنا خیال رکھنا۔''

''شکریہ آپا۔'' دوسری طرف خوشی کا تنا بے ساختہ اظہار کیا گیا کہ مقابل کو اتنی شدت کی کھانسی شروع ہوئی کہ اگلی بات کہنے کا موقع نہ مل سکا۔

❀......☆......❀

''لڑکا تو ہینڈسم ڈھونڈا ہے فاریہ نے۔'' ڈاکٹر لینا کا انداز توصیفی تھا۔ فاریہ نے خوامخواہ گردن اکڑائی۔

''ہماری ڈاکٹر فاریہ کسی سے کم ہے کیا ڈاکٹر لینا؟'' ڈاکٹر شجاع نے کہا۔

''سو تو ہے۔'' ڈاکٹر لینا کا انداز تائیدی تھا۔

''اوہ لینا، صرف فاریہ اور اس کے فیانسی کو فوکس کرو، ایسے زوم کر کے ایک ایک فرد کا بائیو ڈیٹا لینے بیٹھ گئی تم تو دس منٹ کی بریک میں نہ تم پوری پکس دیکھ پاؤ گی نہ ہم۔'' ڈاکٹر روبینہ نے ڈاکٹر لینا کو ٹوکا جس نے فاریہ کا سیل اس کی کل اچانک ہونے والی منگنی کی پکس دیکھنے کی خاطر لیا تھا، اور اب آرام سے بیٹھ کر پکس میں نظر آتے ایک ایک فرد کی ڈریسنگ، میک اپ، زیورات تو ایک طرف بیک گراؤنڈ کی بھی بال کی کھال اتار رہی تھی۔

''یہ لو بھئی اور فاریہ بی بی ہم خالی خولی مٹھائی پر اکتفا نہیں کرنے والے، ہمیں تو ٹریٹ چاہیے زبردست قسم کی۔'' ڈاکٹر

لینا نے سیل ڈاکٹر روبینہ کو پکڑا کر روئے سخن ڈاکٹر فاریہ کی طرف موڑا۔

''شیور...... اینی ٹائم۔'' فاریہ مسکرا کر بولی، خوشی اس کے انگ انگ سے چھلک رہی تھی۔

''یہ ہوئی ناں بات۔'' ڈاکٹر شجاع باچھیں پھیلا کر بولا۔

''اوہ بھئی! یہ ڈاکٹر دعا جو چپ کر کے بیٹھی ہیں، پتا ہی سب کو کہ فارن کوالیفائیڈ ڈاکٹر ہیں ان کی فیانسی...... ٹریٹ تو ایک طرف، ایک رس گلا تک نہیں کھلایا انہوں نے ہمیں اپنی منگنی کا۔'' ڈاکٹر لینا کی بات پر ڈاکٹر حیدر اور فاریہ کے سوا باقی سب چونکے تھے۔

''ہیں...... چھپی رستم نکلیں اپنی ڈاکٹر دعا تو پھر تو ڈاکٹر فاریہ سے پہلے ڈاکٹر دعا کو پکڑیں، ان پر پہلے ٹریٹ بنتی ہے۔'' شجاع کے کہنے پر سب کی نظر دعا کی طرف اٹھ گئیں۔ شجاع کی بات کی تائید ڈاکٹر روبینہ اور ڈاکٹر لینا نے بھی کی جس پر دعا اچھی خاصی گڑبڑائی تھی۔

''بس کبھی موقع ہی نہیں ملا مجھے بتانے کا، باقی ٹریٹ آپ لوگ جب اور جہاں کہیں گے دے دوں گی۔'' سب کی نظروں کا فوکس خود پر محسوس کر کے اس نے جلدی سے کہا۔

''گڈ یہ ہوئی ناں بات۔'' شجاع چہکا۔

''اب جلدی سے ہمارے برادران لا کا دیدار کرائیں، ڈاکٹر فاریہ نے تو او کے کرا دیا ہے اپنے ان کو ہم سے...... آپ بھی کرائیں اور مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر دعا کے فیانسی بھی ایک چیز ہوں گے...... معمولی پسند نہیں ہے ڈاکٹر دعا کی۔'' وہ ڈاکٹر روبینہ تھیں جن کی بات پر جہاں دعا کا چہرہ پھیکا پڑا تھا وہاں ڈاکٹر حیدر بھی پہلو بدل کر رہ گیا تھا کہ نجانے کیوں ایسا ذکر اس کے دل پر برچھیوں کی صورت لگ رہا تھا۔

''میں ایک ضروری فائل وارڈ میں بھول آئی ہوں۔'' دعا اچانک ہی سب کے درمیان سے اٹھ کر چلی گئی، کچھ نافہم نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے تو کچھ نے محض کندھے اچکائے، ایک حیدر تھا جس نے سکون کی سانس لی تھی۔

☆

''سب کے سامنے میں نے بات نہیں کی لیکن یہ مطلب نہیں تھا کہ میں نے بات کرنی نہیں تھی...... بیٹھو۔'' جیا نے سنجیدہ کھڑی زریں کو دیکھ کر کہا اور سامنے سے گزرتے شاہ جہان کو بھی چائے لانے کا کہا۔ زریں بیٹھ گئی، تاہم اب بھی وہ انگلیاں چٹخا رہی تھی اور پریشان بھی لگ رہی تھی۔

''ہاں بھئی...... کیا مسئلہ تھا؟ مسئلے بھی چلو انسان کی زندگی میں ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں مگر تمہیں پتا ہے ناں کہ ہر ادارے کو چلانے کے کچھ اصول ہوتے ہیں اور میں اپنی ورکرز کے دکھ سکھ میں ان کے ساتھ کھڑی ملوں گی مگر کوئی مسئلہ بتائے بھی تو۔''

''سات دن...... سات دن سے تم بغیر بتائے گم ہو، ایک بار مشکل سے تمہارا نمبر آن ملا، عجیب مخبوط الحواس بندے نے بتایا کہ تم بیمار ہو، اس کے بعد نمبر مسلسل بند...... تمہیں پتا بھی ہے کہ میں کتنی پریشان رہی ہوں تمہارے لیے۔'' جیا نے حالانکہ آرام سے بات کی تھی مگر زریں کا پھپک کر رونا اسے الٹا پریشان کر گیا۔

''زریں...... بھئی نہ کرو ایسے۔'' جیا جھنجلا کر زریں کے پاس ہوئی۔

''تمہیں پتا تو ہے کہ میں رونے کی بجائے رلانے کے فلسفے پر یقین کرتی ہوں اور اگر مقابل زیادتی کرنے والا ہے تو پھر تو اس کو خون کے آنسو رلانا چاہیے۔'' وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی، جیا کی بات سن کر زریں کا رونا تھم کر سسکیوں میں بدل گیا تھا۔

pklibrary.com

"جیا...... مسئلے اور مسائل تو انسان کی زندگی کا حصہ ہیں، آپ نے ٹھیک کہا لیکن ان کا اشتہار لگا کر پھرنا بھی تو ٹھیک نہیں ہے ناں...... میں پرامس کرتی ہوں کہ آئندہ آپ کو مجھ سے شکایت نہیں ہوگی، میں آپ کے پاس اپنے کام کا معاوضہ لیتی ہوں مجھے نہیں مناسب لگتا کہ میں اپنے مسئلوں میں آپ کو گھسیٹ کر پریشان کروں وہ بھی ان مسائل کے لیے جنہیں آپ تو کیا کوئی بھی حل نہیں کرسکتا۔"

"ارے واہ کیوں نہیں حل کرسکتا...... اللہ کی مدد شامل ہو تو دنیا کا ہر بندہ ہر کام کرسکتا ہے۔" وہ اس کی مایوسی پر چمک کر بولی۔

"آج تو میں جان کر رہوں گی کہ تمہارے پرابلم آخر ہیں کیا...... مجھ سے بھی چھوٹی ہوگی تم مگر لڑکیوں جیسی کوئی ادا ہی نہیں، نہ ہنسنا نہ بولنا، نہ بجنا، نہ سنورنا، ارے اس عمر میں تو لڑکیوں کی باتیں اور ہنسی ختم ہونے میں نہیں آتی اور تم ہو کہ سنجیدگی اور سوگواریت کا چلتا پھرتا اشتہار......"

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں جیا باجی، میں تو خود ان کو دیکھ کر سوچتا تھا کہ......" چائے میز پر رکھتے شاہ جہان نے گفتگو میں حصہ لیا۔

"اپنا کام کرو اور چلتے بنو یہاں سے۔" جیا نے شاہ جہان کو ٹوکا کہ زرین اس لڑکے کی بے تکلفی پر گھبرا گئی تھی۔

"میں تو ان کے فائدے......"

"آؤٹ......" شاہ جہان کی بات مکمل ہونے سے پہلے جیا نے حقیقت میں اپنی جوتی کی طرف ہاتھ بڑھایا، شاہ جہان فوراً سے بیشتر وہاں سے نو دو گیارہ ہوگیا تھا، اس کی اس پھرتی اور جیا کے انداز پر روتی ہوئی زریں کے چہرے پر مسکراہٹ چمکی تھی۔

"ہاں بھئی! چائے پیتے ہوئے رکے بغیر بولتی جاؤ۔" جیا نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تو زریں اٹک اٹک کر بولنا شروع ہوگئی تھی۔

❁......☆......❁

"او ہیلو مسٹر کہاں گم ہو؟" عائشہ کے میز بجانے پر وہ خیالات کی وادی سے واپس لوٹا تھا۔

"ہاں...... کیا کہہ رہی تھی تم؟"

"کچھ نہیں کہہ رہی تھی لیکن کہنا ضرور چاہتی ہوں کہ اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ تم مجھے صرف دوست کہتے ہو سمجھتے نہیں۔" منہ پھلا کر کہتے وہ اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

"اور میں پوچھ سکتا ہوں کہ ایسا کیوں اور کب محسوس ہوا محترمہ کو؟" ریان قصداً مسکرایا۔

"جب سے تم نے مجھ سے اپنی باتیں اور فیلنگز چھپانی شروع کی ہیں۔"

"کون سی باتیں بھئی، میری زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہے، سب کچھ تمہارے سامنے ہی ہے، تمہیں پتا نہیں کس بات سے ایسا محسوس ہوا، میں سمجھ نہیں پارہا۔" وہ اسے بہلاتا ہوا بولا۔

"منگنی سے کیوں اوائیڈ کررہے ہو؟" عائشہ کی سنجیدگی پر وہ ایک دم چپ کا چپ رہ گیا۔

"اس کا مطلب ہے کہ میرا اندازہ ٹھیک ہے یا تو تم مجھے پسند نہیں کرتے یا پھر تمہاری زندگی میں کوئی اور ہے۔" آواز میں ہلکی سی نمی در آئی تھی۔ ریان نے لمحوں میں خود کو سنبھالا تھا۔

"میرے خدایا! تم عورتوں کے بارے میں ہی وہ مثال بنی ہی شاید کہ رائی کا پہاڑ اور پر کا کوا بنانے میں ماہر ہونا۔"

"ابھی ڈگری ملی نہیں مجھے مگر جاب پہلے مل گئی گھر بنایا نہیں میں نے کہ رشتہ کی بات امی نے چھیڑ دی تو یہ سب کچھ اتنا

جلدی جلدی ہورہا ہے کہ میں اپ سیٹ ہوگیا ہوں...... بس یہی بات ہے اور کچھ نہیں۔"
"سچ...... ایسا ہی ہے جیسا تم کہہ رہے ہو...... تم کسی اور کو پسند نہیں کرتے؟" عائشہ کی ساری اداسی ہوا ہوگئی تھی۔
"آف کورس۔" وہ پھیکا سا مسکرایا۔
"میں تو پہلے ہی کہہ رہی تھی بابا سے کہ دنیا میں سب سے زیادہ ریان کو میں جانتی ہوں، وہ کسی اور لڑکی میں انوالو ہوتا تو سب سے پہلے مجھے پتا چلتا مگر تمہارے اس اداس اداس اور کھوئے کھوئے انداز نے ہمیں شک میں ڈال دیا تھا۔" خوشی میں اپنی الاپتے ہوئے اس نے ریان کی اداسی کو فراموش کردیا تھا جو اس پر اب بھی طاری تھی۔

"کیا ہوگیا ہے حرا کی ماں...... طبیعت تو ٹھیک ہے ناں تمہاری؟" ہاجرہ کو آہستہ آہستہ چل کر آتے دیکھ کر جمیل احمد جو کہ بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھے تھے، سیدھے ہوکر بیٹھے اور تشویش سے دریافت کیا۔ ہاجرہ نے دودھ کا گلاس ان کو پکڑایا اور دوسری طرف سے آ کر بیٹھ گئیں۔
"جوڑوں کے درد نے ایک بار پھر پریشان کر رکھا ہے، مومن کے ساتھ ڈاکٹر کو بھی دکھا آئی ہوں پرسوں مگر اب تو دوا سے بھی افاقہ نہیں ہورہا۔" ہاجرہ نے قدرے توقف سے جواب دیا ساتھ ہی ساتھ دائیں ہاتھ سے دایاں گھٹنا دبانے لگیں، چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں تھے، گزشتہ چار پانچ سالوں سے ان کو جوڑوں کا مرض لاحق تھا جو کہ اب زور پکڑ چکا تھا اور بعض دفعہ تو وہ چلنے پھرنے سے بھی رہ جاتیں۔
"اب تو تمہاری صاحب زادے کا بھی روزگار کا سلسلہ بن گیا ہے، نوکری بھی پروردگار کے حکم سے مل ہی جائے گی، جلد از جلد بہو لے آؤ تاکہ گھر کا نظام بہو کے حوالے کرکے تم صرف آرام کرو، تمہاری عمر نہیں رہی اب گھر کے بکھیڑوں کو سنبھالنے کی۔ نہ ہی ہمت ہے، حرا کو زحمت دو، کوئی اچھی لڑکی دیکھے اور جلدی سے یہ سلسلہ نبٹاؤ۔" جمیل احمد نے دودھ کا گلاس خالی کرکے میز پر رکھا اور نرمی سے کہا۔
"ہاں...... کیا کہنے آپ کے صاحب زادے کے۔" ہاجرہ نے حسرت بھری آہ بھری۔
"میرا بس چلے تو کل کی بہو لاتی آج ہی لے آؤں مگر پہلے نوکری نہیں ہے، ابھی شادی نہیں کرسکتا کہ بہانہ تھا، اب تو ماشاء اللہ سے اکیڈمی چل نکلی ہے، اب جس لڑکی کے نام کا قرعہ فال نکال کر میرے سامنے رکھا ہے اس سے شادی ممکن نہیں ہے اس کی۔" وہ جل کر بولیں۔
"کیا مطلب؟ کون سی لڑکی کو پسند کرتا ہے مومن اور شادی ممکن کیوں نہیں ہے؟" جمیل احمد نے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔
"اچھی بھلی ایک دو لڑکیوں کو نظر میں رکھا ہوا تھا میں نے لیکن کیا کہنے آپ کے بیٹے کے پسند بھی کیا تو کس کو بڑی بیگم کی بچی کو، اکیڈمی میں پڑھاتا ہے اس کو، اب بضد ہے کہ شادی کروں گا تو اسی لڑکی حیا سے، نہیں تو عمر بھر شادی کا نام ہی نہیں لوں گا اور نسرین اور اس کی ضد سے بھی آپ واقف ہیں کہ عمر بھر اپنی بچیوں کی شادی نہ کرنے کا تہیہ کرچکی ہے، سمجھ نہیں آتا یہ بیل منڈھے چڑھے گی بھی تو کیسے...... میں نے اور حرا نے لاکھ سمجھا کر دیکھ لیا مگر ڈھاک کے وہی تین پات۔ اب تو نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ اس حوالے سے بات بھی کروں تو اٹھ کر چل دیتا ہے۔" انہوں نے اپنی ٹینشن کو اپنے دماغ سے نکال کر آخر کار شریک حیات کے سامنے رکھ دی کہ وہ بہت دنوں سے اس حوالے سے پریشان تھیں، پہلے پہل وہ اسے مومن کی پسندیدگی کو وقتی پسندیدگی سمجھی تھیں اور گمان تھا کہ اسے سمجھا بجھا کر اپنی مرضی کی لڑکی سے شادی پر راضی کرلیں گی مگر ان کا گمان، گمان ہی رہا تھا، وہ تو حیا پر بھی راضی تھیں کہ سلجھی ہوئی پیاری بچی تھی مگر نسرین اور اس کی ضد

سے اچھی طرح واقف تھیں۔
"اور وہ بچی...... کیا نام بتایا اس کا؟" جمیل احمد کی آواز ان کو خیالات سے باہر لے آئی۔
"مجھے لگتا ہے کہ اس کا جھکاؤ بھی ہے مومن کی طرف ورنہ وہ ایسے ضد لگا کر نہ بیٹھتا ہمارے ساتھ...... حیا نام ہے۔"
ہاجرہ نے طویل سانس لی، جمیل احمد چونکہ نسرین کے دور پرے کے رشتے دار تھے سو اس کی زندگی کے سارے تاریک و روشن پہلوؤں سے بھی واقف تھے کہ ایک بار جو ٹھان لیتا تھا اس سے پیچھے نہیں ہٹتا تھا سو ماتھے پر شکنیں لیے گہری سوچ میں پڑ گئے تھے۔

❁......☆......❁

گاڑی سے اترتی اس بااعتماد وہ خوب صورت اور بظاہر مغرور نظر آنے والی لڑکی کو گلی میں سے گزرنے والے ہر چھوٹے بڑے نے دیکھا تھا، گلاسز کو آنکھوں سے ہٹاتے اس نے سر پر ٹکے دوپٹے پر ٹکایا اور زرین کے گھر کا پتا ایک بچے سے پوچھا۔ ٹی وی ڈراموں کی طرح نظر آنے والی خوب صورت میم کی توجہ پا کر اس بچے کا سینہ پھول گیا، جس سے ایڈریس پوچھ کر اسے عزت بخشی گئی تھی۔ وہ دوسرے بچوں پر اتراتی نظر ڈال کر اسے لے کر اپنی معیت میں آگے بڑھا، آگے بڑھتے ہوئے حیا کی نظر میلے کچیلے ان بچوں کی آنکھوں میں نظر آتے اشتیاق پر پڑی تو وہ انہی کی طرف آ گئی تھی۔
"ہاں بھئی تم لوگوں میں اسکول کون کون پڑھتا ہے؟" چار پانچ مختلف عمر کے بچوں کے درمیان کھڑے ہو کر اس نے دوستانہ انداز میں پوچھا۔
"ارے باقی سب کیوں نہیں پڑھتے...... جبکہ میرے حساب سے تو آپ سب اسکول گوئنگ ایج کے ہو مطلب اسکول جانے کے قابل۔" صرف ایک بچے کا فخریہ انداز میں ہاتھ کھڑے ہوتے دیکھ کر اس کے لہجے میں در آنے والی حیرت یقینی تھی۔
"تم کون سی کلاس میں ہو؟" وہ اسکول پڑھنے والے بچے کی طرف متوجہ ہوئی۔
"تیسری جماعت میں ہوں باجی۔" بچے نے شرما کر جواب دیا۔ حیا نے بیگ سے ایک چاکلیٹ نکال کر اسے تھمائی۔ جسے دیکھ کر باقی بچوں کی نظریں چاکلیٹ پر ٹک گئی تھیں۔
"ہاں بھئی! تم سب کو بھی یہ مل سکتی ہے بلکہ اور بھی بہت کچھ اگر اسکول پڑھنے کا پرامس کرو۔" حیا نے سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔
"ہم کیسے پڑھ سکتے ہیں باجی؟ ہم تو غریب ہیں۔" ان میں سے ایک نسبتاً بڑے بچے نے مایوسی سے کہا۔
"غربت کا تعلیم سے کیا تعلق، بھئی علم حاصل کرنا تو ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور اب تو حکومت بچوں کو فری بکس بھی دیتی ہے، آتے ہوئے ایک اسکول پر بھی میری نظر پڑی ہے اور گورنمنٹ اسکول تو فیس بھی نہیں لیتے پھر کیا مسئلہ ہے؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔
"اچھا ایسا کرو، ابھی تو میں ایک اور کام کے لیے نکلی ہوں، وہ نپٹا لوں تو وزٹ کرتی ہوں تمہارے محلے کا، آج کے دور میں بھی ایسی جہالت کہ بچوں کو تعلیم سے محروم رکھا جا رہا ہے، سمجھ سے باہر ہے، یہ لو تم سب یہ چاکلیٹس اور بھاگو یہاں سے۔" کچھ سوچ کر کہتے ہوئے اس نے بیگ سے چاکلیٹس نکال کر بچوں کو پکڑائیں۔
"اور بھئی چلو! تم مجھے لے کر جا رہے تھے زریں کی گھر۔" اس نے پہلے والے بچے سے مخاطب ہو کر کہا۔
"اچھا بچو پھر ملیں گے۔" مسکرا کر کہتے وہ بچوں کی طرف مڑی۔
"آپ پھر آئیں گی؟" ایک نے بڑے شوق سے پوچھا۔

"بالکل آؤں گی، اگر آج ہی تم سب جا کر اپنے والدین سے اپنی تعلیم کے بارے میں بات کروتا کہ وہ تمہیں جلد از جلد اسکول داخل کرائیں...... کرو گے ناں گھر بات۔"

"جی...... جی باجی۔"

"بس تو پھر ڈن...... میں اگلی بار صرف چاکلیٹس ہی نہیں اور چیزیں بھی لے کر آؤں گی۔"

"سچ......" ایک بچے کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"مچ......" جیا نے اس کا گال تھپتھپایا اور بچے کے ساتھ زریں کے گھر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

❁......☆......❁

گاڑی کو ٹرن کرتا عمر جیسے وہیں ساکت رہ گیا تھا۔ وہ وہی تھی، سوفی صدو ہی تھی، صفا احمد، منحنی سے ایک لڑکے کے ہمراہ سفید گھر کے گیٹ سے نکل رہی تھی آفس میں کرخت چہرے اور روکھے تاثرات والی صفا سے بالکل ہی الگ صفا جو شکل سے بیوقوف اور ہونق نظر آتے لڑکے کی کسی بات پر وہ نہ صرف مسکرائی تھی بلکہ اس کے کندھے پر ایک ہاتھ بھی جڑ دیا تھا عمر کو اس لڑکی پر رشک آیا...... لمحوں میں ہی وہ اس کی گاڑی کے پاس سے گزر کر مین روڈ کی طرف مڑ گئے تھے جہاں سے وہ ابھی گزر کر آیا تھا۔

"چلیں صفا بی بی! آپ نے تو اپنے گرد جو ایک مصنوعی فولادی خول چڑھا رکھا ہے اس کے اندر تو کیا باہر سے بھی کسی کو نہیں جھانکنے دیتیں، دیکھیں تو قدرت نے آپ کی ذات کی پوشیدہ اسرار جاننے کے لیے ایک راستہ دکھا ہی دیا ہے۔" اس نے دل ہی دل میں صفا کو مخاطب کیا پھر طویل سانس لیتے ہوئے ڈیش بورڈ پر رکھے موبائل کو اٹھا کر مومن کا نمبر ڈائل کیا۔

"کدھر ہے تو؟ میں اکیڈمی والی گلی میں ہی ہوں۔"

"نہیں یار! وہاں آیا تو آپی نے چائے کے بغیر اٹھنے نہیں دینا، تم ہی نکل آؤ...... اگلی بار سہی، نہ صرف آپی کے ہاتھ کی چائے پینی ہے بلکہ پکوڑے بھی کھانے ہیں ان کے ہاتھ کے۔ سال ہو گیا ان پکوڑوں کو کھائے ہوئے مگر ذائقہ آج بھی محسوس ہوتا ہے ان کا زبان پر۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا پھر دوسری طرف کی بات سن کر فون ڈیش بورڈ پر واپس رکھ دیا۔ نظریں ایک بار پھر سفید مکان کا طواف کر رہی تھیں، دل تھا کہ بلیوں اچھل رہا تھا، وہ اسی طرف نظریں گاڑے سوچوں میں اتنا محو تھا کہ اسے مومن کے آنے کا بھی پتا نہ چل سکا۔ مومن کو گاڑی کا ڈور بجاتے دیکھ کر وہ چونکا۔

"آپی ناراض ہو رہی تھیں یوں اس طرح تمہارے باہر کھڑے رہنے پر۔"

"تمہیں کہا بھی تھا کہ آپی کو مت بتانا میں باہر ہوں، اچھا میں کال پر معذرت کر لوں گا ان سے۔"

"ٹھیک ہے، چلو بھی اب، پہلے اتنی جلدی جلدی مچا کر مجھے باہر بلایا، اب جب میں آ گیا ہوں تو تم ایسے ارد گرد کے جائزے میں مصروف ہو جیسے اس گلی کی کنسٹرکشن کا اگلا ٹھیکہ تم نے لیا ہے۔" مومن نے اس کو جائزہ لیتے دیکھ کر طنز کیا۔

"گلی کا تو نہیں، ہاں اس گھر کا ٹھیکہ بھی مجھے مل سکتا ہے، کنسٹرکشن کا نہیں، کسی کو لانے لیجانے کا۔" عمر کا لہجہ متبسم ہوا تھا اس پل۔

"کس گھر کا اور کس کو لیجانے لانے کا بھئی؟" مومن کا لہجہ مشکوک ہوا۔

"یہی وائٹ والا۔" عمر کے اشارہ کر کے تصدیق کرنے پر مومن باقاعدہ اچھل پڑا۔

"کیا بات کر رہا ہے؟" مومن کے لہجے میں شدید ترین حیرت تھی۔

"ہاں ناں مومن! میں کب جانتا تھا کہ آج میرا یہاں آنا کسی مصلحت سے خالی نہیں تھا، میں نے اس کو اسی گھر سے عجیب سے لڑکے کے ساتھ نکلتے دیکھا۔" اس نے پرجوش ہو کر بتایا۔

pklibrary.com

"کس کو...... کس کو دیکھا، کون نکلا؟"

"صفا احمد...... جس کے بارے میں، میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اپنی ذات کی کھوج کا کوئی سرا ابھی نہیں پکڑا رہی مجھے کہ جس سے کسی امید کا ہی سلسلہ بندھے۔ آج اچانک ہی اسے یہاں سے باہر نکلتے دیکھا وہ لڑکا شاید کوئی کزن یا بھائی تھا اس کا۔"

"بھائی یا کزن نہیں ہے ان کا...... باورچی، مالی، چوکیدار کے سارے کام سنبھال لیتا ہے ان کے گھر کے۔ عادات اور فطرت کسی خبیث، خرانٹ بلیک میلر کی سی پائی ہیں موصوف نے اور نام کیا رکھ دیا رکھنے والوں نے...... شاہ جہان کہ بلاتے ہوئے بھی زبان میں بل پڑ جائیں۔" مومن نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"تم...... تم جانتے ہو ان لوگوں کو؟" عمر کے لہجے میں اشتیاق در آیا۔

"ایسا ویسا؟" مومن کا ٹھنڈا انداز اور مبہم لہجہ عمر کو اشتیاق میں مبتلا کر گیا۔

"مومن...... بتاؤ بھئی تفصیل سے، تم تو پہیلیاں ہی بجھوانے لگ گئے۔ یہاں میرا دل دھڑک دھڑک کر باہر آنے کو ہے۔" عمر کا لہجہ التجائیہ ہوا۔

"کیا جلدی ہے جاننے کی...... پہلے کھانا ہی کھا لیتے ہیں جو ہمارے جن بیلی سجا کر ہوٹل میں ہمارے منتظر ہیں کیونکہ خالی پیٹ تم تفصیل سنو گے تو دھڑکنے والا دل باہر ہی آ پڑے گا تمہارا، اس کے بعد دوستوں کے ساتھ کھانا تو ایک طرف دنیا سے ہی دل اٹھ جائے گا تمہارا۔"

"مومن نا کر یار...... جو بھی ہے مجھے بتا دو، یقین کرو میں بہت پریشان ہو رہا ہوں۔"

"بتانے لگا ہوں، دل جگر تھام لے۔" مومن نے عمر کی التجا پر طویل سانس لے کر کہا۔

"میں نے تجھے بتایا تھا ناں اپنی رشتے دار خاتون کا جن کی بیٹی میری اکیڈمی میں پڑھتی ہے۔" مومن نے تمہید باندھی۔

"ہاں بتایا تھا کہ وہ خاتون اپنی زندگی میں کبھی بھی اپنی بیٹیوں کی شادی نہیں کریں گی اور ان کے رشتہ لے کر آنے والوں سے مس بی ہیو کی وجہ آنٹی تمہارا رشتہ لے کر جانے کو تیار نہیں ہیں وہاں لیکن مومن تیری یہ اسٹوری اب مجھے ازبر ہو چکی ہے، اس پر پھر کبھی بات کریں گے، تم مجھے صفا کے بارے میں بتا پہلے۔" عمر بیتابی سے بولا۔ مومن نے ترس بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"بک بھی دے اب...... جیسے بھی ہوئے صفا کے گھر والے، تمہاری ہونے والی چنگیز خان ساس سے تو کم ہی ہوں گے۔" عمر کے لہجے میں جو امید تھی اس پر مومن طنزاً مسکرایا۔

"صفا کی ماں بھی وہی ہے میری جان جو حیا کی ماں ہے...... افسوس کہ تو بھی اس غم میں میرا ساجھے دار نکلا، دنیا کی لو اسٹوریز میں ولن چچا، تایا، ماموں یا کوئی کزن ٹائپ لوگ ہوتے ہیں جن کو غصے، پیار، مار، دھمکی سے پٹایا جا سکتا ہے...... تیری اور میری قسمت کے ہمارے مقابل ایک عورت ہے، وہ بھی ہماری ہونے والی ساس، اس کے بعد ویسا ہی نظریہ اور سوچ رکھنے والی انہی کی بیٹیاں۔" مومن جیسے جیسے بتا رہا تھا، عمر کا منہ حیرت سے کھلتا جا رہا تھا۔

"مومن...... تو...... تو مذاق کر رہا ہے ناں؟" چند لمحے بعد عمر نے لجاجت سے کہا۔

"ایک سو ایک فیصد سچ ہے یہ...... چل خود ہی کچھ پیٹ پوجا کر لیں کہ انتظار کرنے والے تو جا چکے ہوں گے اب...... پیٹ میں کچھ پڑے گا تو ہو سکتا ہے بڑی بیگم کو رام کرنے کے کچھ طریقے بھی ذہن میں آ جائیں۔"

"اب یہ بڑی بیگم کون ہیں یار؟" عمر کا انداز ڈھیلا سا تھا، گاڑی میں چابی لگاتے اس کی نظریں سفید گیٹ کی طرف

pklibrary.com

تھیں۔
"تیری اور میری ساس۔" مومن نے دانت پیس کر کہا، عمر مرے مرے انداز میں سر ہلا کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا تھا۔

❁......☆......❁

"اف..... آج تو میں بہت ہی تھک گئی۔ پاؤں جیسے ٹوٹ رہے ہیں۔ صفا میری بہن ذرا آ کر پاؤں ہی دبا دو۔"
"تو ضرورت ہی کیا ہے اتنا اوور واک کرنے کی جس سے انسان کی زندگی سے آرام و سکون ہی رخصت ہو جائے۔" کتاب کا مطالعہ کرتی صفا نے میٹھا سا طنز کیا۔
"پھر کیا کروں؟ مجھے کیا پتا تھا کہ شوق اور انجوائے منٹ کے لیے کھولا جانے والا میرا پارلر اتنا فیمس ہو جائے گا کہ دور دور سے خواتین یہاں آئیں گی، پھر ایک ہی فرمائش ہوگی سب کی ہمیں میم جیا ہی ہینڈل کریں۔" جیا نے دہائی دینے والے انداز میں کہا تاہم لہجے میں ہلکا سا فخر کا احساس بھی تھا۔
"اور میم جیا اب اتنی فیمس اور بزی ہو گئی ہیں کہ اپنی بہنوں کے لیے بھی ان کے پاس ٹائم نہیں ہے، کب سے کہہ رہی ہوں کہ میرا فیشل کر دیں، آئی بروز سیٹ کر دیں مگر میم جیا کے پاس ساری دنیا کے لیے وقت ہے نہیں ہے تو بہنوں کے لیے نہیں۔" ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوتی حیا نے شکوہ کیا، اس کے پیچھے تھکی ہاری دعا بھی تھی جو ڈیوٹی سے ابھی ابھی لوٹی تھی۔
"اور تمہارے پاس ہر فضول ایکٹویٹی کے لیے ٹائم ہے سوائے پڑھائی کے، تم نے کہاں جانا ہے جو فیشل کی ضرورت پیش آ گئی تمہیں اور خبردار یونی جانے سے پہلے پہلے آئی بروز بنوانے کا نام بھی لیا ہو۔" شفا نے دعا سے چائے کی ٹرے لے کر میز پر رکھتے اسے اچھا خاصا جھاڑا۔
"کیا ہے بھئی، لازمی تو نہیں ہے کہ بندہ کہیں آئے جائے پھر ہی فیشل کروائے اور یونی والی شرط کا مطلب؟" حیا جھنجلائی۔
"وہ اس لیے حیا ڈیئر کہ تمہارے ارادے اور حالات ایسے نہیں ہیں کہ تم یونی پہنچو اس لیے نا ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری۔" صفا نے شفا کے ہاتھ سے چائے کا کپ پکڑ بے لطیف سا طنز کیا۔
"اب ایسی بھی نکمی نہیں ہوں میں..... اس منتھ کی منتھلی رپورٹ بھی چیک کر لیں میری، اچھی خاصی امپرووڈمنٹ ہے۔" حیا نے منہ پھلا کر کہا۔
"اچھا..... اچھا، میں کر دوں گی تمہارا فیشل لیکن آئی بروز ابھی نہیں۔ واقعی جلدی بنوانے سے لڑکیوں کے چہرے کی معصومیت ختم ہو جاتی ہے، عجیب سا پکا پن آ جاتا ہے لیکن اب پلیز آ کر ذرا میرے پاؤں دبا دو کم بخت درد کے مارے اکڑ گئے ہیں، کھڑے کھڑے۔" جیا نے وہیں کارپٹ پر بیٹھے بیٹھے ہی ٹانگیں پھیلائیں، اسی پل دروازے پر دستک ہوئی۔
"آ جاؤ شاہ جہان۔" وہ سب اس کی دستک کا انداز پہچانتی تھیں، دوسرا اور کوئی دستک دینے والا نہیں تھا، ان کے گھر اور یہ عادت بھی شاہ جہان میں نسرین (بڑی بیگم) نے بہت مشکل سے اس میں ڈالی تھی، ورنہ وہ جب جی چاہتا منہ اٹھا کر جس طرف دل کرتا اٹھ کر چلا جایا کرتا تھا۔
"وہ دعا باجی! کھانا لگا دوں..... باقی تو سب کھا چکے ہیں۔"
"نہیں بھئی، بریک میں برگر لے لیا تھا تو بھوک نہیں ہے۔ چائے پی لیتی ہوں ابھی، مجھے بھی دے دو چائے شفا۔" دعا نے بیک وقت شفا اور شاہ جہان کو مخاطب کیا، شاہ جہان سر ہلا کر مڑنے لگا تھا۔

''اماں کدھر ہیں شاہ جہان؟''
''نماز پڑھ رہی ہیں بڑی بیگم۔''
''نماز کا ٹائم تو کب کا گزر گیا جاہل...... وہ وظیفہ کررہی ہوگی معمول کا، نماز تو سب نے اکٹھے پڑھی تھی۔'' حیا جو پہلے ہی تپی بیٹھی تھی نے حیا کے پاؤں دباتے ہوئے شاہ جہان کو ٹوکا۔
''اب مصلے پر بیٹھی ہیں تو مجھے کیا پتا کہ نماز پڑھ رہی ہیں یا وظیفہ؟'' شاہ جہان ناراضی سے بولا۔
''اس لیے نہیں پتا کہ نماز سے تمہارا کوئی لینا دینا جو نہیں ہے...... ورنہ اتنا تو پتا ہوتا ہی ہے انسان کو کہ نماز کا وقت کون سا ہے۔ بس فلموں کے نام اور وقت ہی گھول کر پی رکھا ہے تم نے۔''
''شاہ جہان...... تم جاؤ یہاں سے۔'' دعا نے بے زاری سے کہا پھر حیا کی طرف مڑی، جب شاہ جہان ایک ناراض نظر حیا پر ڈال کر چلا گیا تھا۔
''کیوں اس غریب کے پیچھے لٹھ لے کر پڑی رہتی ہو؟'' دعا نے حیا کو ٹوکا۔
''آپی، یہ لٹھ کیا چیز ہوتی ہے، اگر کوئی کام کی چیز ہے تو میں واقعی میں لے کر اس شاہ جہان کے پیچھے پڑوں...... کم بخت نماز کا نام نہیں لیتا۔'' حیا نے دعا کا سوال بھول کر لفظ لٹھ کا پیچھا لے لیا۔
''وہی ہوتا ہے جو تم اس وقت لے کر ہمارے ضبط کا امتحان لی رہی ہو، جلدی کرو اور بکس لے کر آ ؤ اپنی۔'' صفا نے حیا سے رعب سے کہا۔
''توبہ ہے...... ذرا بہنوں سے فرینک ہونے لگو فوراً ہی بکس یاد آ جاتی ہیں ان کو۔'' حیا کا موڈ خاصا آف ہوگیا۔
''دعا...... کوئی پین کلر ہی برآمد کروا اپنے میڈیکل بکس سے، اب تو ٹانگوں میں بھی درد ہونے لگا ہے میرے۔'' نیم دراز حیا کی دہائی پر دعا نے زور سے شاہ جہان کو آواز دی تا کہ وہ اس کا میڈیکل باکس گاڑی سے نکال لائے۔

☆

مبارک باد کے شور میں ریان نے عائشہ کو انگوٹھی پہنائی مگر نجانے کیا ہوا کہ مسکراتی ہوئی نظروں سے خود کو دیکھتی عائشہ کے چہرے پر شفا کا چہرہ ابھر آیا تھا جسے دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا۔ اتنا حیران و پریشان کہ اسے بھول گیا کہ وہ عائشہ کا ہاتھ ابھی تک تھامے ہوئے تھا، عائشہ تو اس کایا پلٹ پر نہال ہی ہوگئی کہ کہاں اتنا شرمیلا اور کم گو ریان جو تنہائی میں بھی کبھی اس کو نظر بھر کر نہیں دیکھا کرتا تھا آج اتنا مہربان کہ کئی لوگوں کے درمیان بھی اس پر سے نظر ہٹانے کو تیار نہیں تھا۔
''ابھی تو صاحب زادے شادی کے لیے تیار نہیں تھے تب یہ حال ہے...... اگر تیار ہوتے تو نجانے کیا حال ہوتا۔'' خاندان میں ہی ایک لڑکے کی شوخ سی آواز پر عشرت، ریان کے قریب آئیں اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی میں کہا۔
''ریان عائشہ کا ہاتھ چھوڑ دو...... سب دیکھ رہے ہیں۔'' دل میں تو وہ بھی یہ سب دیکھ کر شکر ادا کررہی تھیں کہ منگنی کے لیے ان کو مسلسل انکار کرنے والا ریان ماموں کے ایک ہی بار پوچھنے پر مان گیا تھا منگنی کے لیے۔
ماں کی آواز پر وہ چونکا...... دھیان کا ارتکاز ٹوٹتے ہی مسکراتی ہوئی شفا کی جگہ عائشہ کو دیکھ کر دل عجیب سی گھٹن کا شکار ہوگیا تھا۔
''امی اور ماموں کے ساتھ عائشہ بھی مل گئی اور اپنی محبتوں اور احساسات سے مجھے اتنا زیر بار کردیا کہ میں ماموں کو ناں ہی نہ کرسکا، محبت تو کھو ہی گئی تھی، آج ایک دوست بھی کھو دیا ہے میں نے۔'' اس نے چاروں طرف عجیب سی بے بسی سے دیکھا۔

pklibrary.com

"ریان...... ہاتھ آگے کرو بیٹے، عائشہ تمہیں انگوٹھی پہنائے۔" عشرت نے ہاتھ کا دباؤ ایک بار پھر اس کے کندھے پر ڈالا۔

عجیب سی کیفیت میں اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ اس نے عائشہ کو کبھی بھی اس جگہ پر نہیں دیکھا تھا اور جس کو دیکھا تھا وہ اس کے اردگرد کہیں نہیں تھی۔

"اُسے آج اس بات پر یقین آ گیا تھا کہ صرف چاہنے والے سے محرومی ہی دل کو نہیں کاٹتی، ان چاہا ساتھی بھی روح میں اذیت بن کر اترتا ہے۔"

❀ ..... ☆ ..... ❀

"اف میری ماں...... کیسے وہ ہینڈل کرتی ہیں اپنی ان افلاطون بیٹیوں کو...... لوگوں کے گھروں میں کوئی ایک آدھ پیس ہوتا ہے، سو سنبھالنا آسان ہوتا ہوگا یہاں تو آپ نے کسی کو علامہ بنا ڈالا، کسی کو ارسطو اور شفا میں تو چنگیز خان والی چنگیزی خصوصیات بھی ہیں...... یہ لیں آپ کی چائے۔" حیا نے کہتے ہوئے چائے لا کر ماں کے سامنے میز پر رکھ دی، بڑی بیگم صبح دس بجے والا خبرنامہ انہماک سے دیکھ رہی تھیں۔ شاہ جہان بھی ایل ای ڈی کی اسکرین پر نظریں گاڑے بیٹھا تھا۔

"بری بات ہے بیٹے، آپ کے فائدے کے لیے کہتی ہیں بہنیں اور ان کی آپ سے صرف ایک ہی ڈیمانڈ ہے کہ اسٹڈیز میں ان کے معیار پر پورا اتر کر دکھاؤ...... جواب میں آپ سے پیار بھی تو کتنا کرتی ہیں، ہر فرمائش منہ سے نکلنے سے پہلے پوری کرنا اپنا فرض سمجھتی ہیں۔" بڑی بیگم نے آواز کم کر کے ریموٹ میز پر رکھا اور چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے اسے نرمی سے ٹوکا۔

"پڑھتی تو ہوں اماں...... اب نہیں ہے ان سب جیسا دماغ میرے پاس تو میں کیا کر سکتی ہوں...... وہ ساری ذہانت میں آپ پر چلی گئیں اور مجھے لگتا ہے میں ابا پر گئی ہوں...... اس میں بھلا میرا کیا قصور۔ کلاس اور ٹیسٹ میں سونٹی پرسنٹ تک رزلٹ لے تو آتی ہوں، نائنٹی پلس میرے بس کا روگ نہیں ہے، جس دن ان کو یہ بات سمجھ میں آ گئی سکون آ جائے گا میری لائف میں۔"

"میں باجیوں کو بتاؤں گا کہ آپ ان کے پیٹھ پیچھے کیا کچھ کہتی ہیں ان کو۔" شاہ جہان سے باجیوں کی برائی کہاں برداشت ہوئی تھی فوراً بول پڑا۔

"تم تو ہو ہی چمچے اپنی باجیوں کے...... میں نے کچھ ایسا نہیں کہا کہ تم ان کو بھڑکا کر مجھے ڈانٹ پڑواسکو اور آٹھ بجے سے ٹی وی سے چپک کر بیٹھے ہو، اٹھنے کا نام نہیں لے رہے...... یہ جب میں بتاؤں گی دعا آپی کو تو جو چپیڑیں پڑنی ہیں تمہیں ان کی دھنادھن آواز سے میرا دل ابھی سے ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

"حیا...... حیا ٹھیک کہتی ہیں تمہاری بہنیں کہ زبان چلوالو جتنی بھی حیا سے...... بس پڑھائی کا نام نہ لو، گھر کی صفائی کر کے میری اجازت سے ہی ایک گھنٹے کے لیے بیٹھا ہے شاہ جہان ٹی وی دیکھنے۔" شاہ جہان کا موڈ بگڑتا دیکھ کر بڑی بیگم اس کی مدد کو آ ئیں۔

"میں تو اسی کے فائدے کو کہتی ہوں اماں! آن دا ریکارڈ الگ ٹی وی دیکھتا ہے آف دی ریکارڈ چوری چھپے الگ دیکھتا ہے۔ ساری ساری دوپہر جب آپ اور شفا سو جاتی ہیں اور میں اکیڈمی چلی جاتی ہوں رات کو الگ سب سے آگے آگے جڑ کے بیٹھا ہوتا ہے، پرائم ٹائم کے سارے سوپ سیریز دیکھنے اندھا ہو جائے گا تو پوچھنا کسی نے نہیں اس کو۔"

"حیا کیا کہہ رہی ہے شاہ جہان؟ تم تو کہتے ہو کہ دوپہر کو میں سو جاتا ہوں۔" بڑی بیگم نے چائے کی خالی پیالی میز پر رکھی اور سختی سے پوچھا اور بڑی بیگم کے اسی انداز سے شاہ جہان کی جان جاتی تھی۔

"بب...... بڑی بیگم! بس وہ صرف کل، اصل میں میری پسندیدہ فلم آ رہی تھی جب میں نے حالات حاضرہ کی خبریں لینے کی لیے ٹی وی آن کیا...... بس اسی میں دو، تین گھنٹے گزر گئے پتا ہی نہیں چلا ورنہ تو میں سوجاتا ہوں روزانہ اسی ٹائم۔"
شاہ جہان کے کھکھیانے پر حیا نے بے ساختہ اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔
"شاہ جہان مجھے جھوٹ سے نفرت ہے، جانتے ہو ناں اس لیے سچ بولا کرو ہر حال میں...... سچ صرف بولنے کے لمحے بھر کی تھوڑی سی مشکل ہوتی ہے مگر اس کے نتائج بہت خوب صورت ہوتے ہیں بہ نسبت جھوٹ کے جو بولنے میں نہایت آسان ہے مگر انسان کی زندگی وآخرت کو برباد کرڈالتا ہے۔"
"جی بڑی بیگم۔" شاہ جہان نے سر جھکایا، لہجہ شرمندہ سا تھا۔
"رشتے ہوں یا روپے...... ان پر ہمارا اعتبار اتنا پختہ ہونا چاہیے کہ ہم سامنے ہوں یا دور ان سے ان کو بدلنا نہیں چاہیے، ان کو ہمارے اعتبار کو قائم رکھنا چاہیے، میں نے تم پر اعتبار کیا اور تمہیں گھر پر رکھا...... میں چاہوں تو ٹی وی کا ریموٹ چھپالوں، فریج و کچن کو تالا لگادوں دوسرے لوگوں کی طرح مگر میں نہیں کرتی کہ میں ہر رشتے کو کھلی سپیس دینے کی عادی ہوں، بس مجھے فریب سے نفرت ہے۔"
"بڑی بیگم معاف کردیں، میں آپ کے اعتماد کو کبھی بھی ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا، بس یہ ٹی وی کم بخت کی لت ایسی بری ہے کہ میں اپنی سارے وعدے بھول جاتا ہوں۔" شاہ جہان کا لہجہ پہلے پرعزم اور پھر بے چارگی لیے ہوئے تھا۔
"لت ہی تو نہیں پڑنی چاہیے شاہ جہان۔" بڑی بیگم کو پتا نہیں کیا یاد آیا کہ لہجہ پہلے سے کئی گنا زیادہ سنجیدہ ہوگیا۔
"لت کا مطلب ہے کہ ہماری خصلت اچھی ہے یا بری اسے ہم نے اپنی فطرت بنالیا گویا اسے خود پر حاوی کرلیا اور خصلت اچھی ہو تب تو انسان سنور گیا اور اگر خصلت یا عادت بری ہے تو یوں سمجھو کہ ہم نے اپنا ہر عمل اس لت کے آگے گروی رکھ چھوڑا اور اس کو اجازت دے دی کہ آؤ اور جس طرح سے چاہو مجھ سے کام لو...... اس سے چھٹکارا پانا مشکل ہوتا ہے، اس لیے کسی بھی چیز کو چاہے وہ آپ کی پسندیدہ کیوں نہ ہو لت نہ بناؤ۔" شاہ جہان کا سر جھک گیا تھوڑی سینے سے جا لگی، حیا بھی دونوں ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ لیے بڑی بیگم کو غور سے سن رہی تھی۔
"کماں......" حیا نے بے اختیار پکارا۔
"آپ کی تو ایجوکیشن بھی صرف میٹرک تھی مگر آپ کی باتیں ایسی ہوتی ہیں جیسے آپ دنیا کی بہترین یونیورسٹی سے ڈگری لے کر آئی ہیں، بس اسے چھپا کر رکھا ہوا ہے اپنی تعلیمی قابلیت کو۔" بڑی بیگم نے حیا کی بات پر دا میں بائیں ایسے سر ہلایا جیسے کسی ناسمجھ بچے کی بات پر ہلایا جاتا ہے۔
"میرے بچے! ڈگری اور تجربہ بالکل الگ الگ چیزیں ہیں...... لازمی نہیں ہر ڈگری ہولڈر علم اور تجربہ بھی رکھتا ہے۔ زندگی دنیا کی سب سے بڑی تجربہ گاہ اور درس گاہ ہے، رویے، حالات اور رشتے اس درس گاہ میں پڑھائے جانے والے نصاب ہیں جو کچھ تو زندگی ہمیں زبانی پڑھا کر آگے گزر جاتی ہے، کچھ ہمیں تجربے کی بھٹی سے گزارتی ہے اور دنیا کی سب سے مشکل درس گاہ ہی زندگی ہے۔"
"شاہ جہان...... کچن کی کیا صورت حال ہے؟" دفعتاً بڑی بیگم شاہ جہان کی طرف متوجہ ہوئیں جوان بھاری بھر کم باتوں سے اب نیند کے سفر پر جانے کی تیاری میں تھا۔
"جی...... جی بڑی بیگم۔" وہ ہڑبڑایا۔
"سالن تو باجی پکا کر رکھ گئی ہیں...... کہہ گئی تھیں کہ حیا باجی سلاد، رائتہ بنالیں گی، میں پھلکے ڈال دوں...... آپ کو کچن میں نہیں جانے دینا۔"

""ہمم...... پھر تم ایسا کرو کہ میں لسٹ بنا دیتی ہوں، چکن ختم ہے فریج میں اور فش بھی...... وہ لا کر رکھ دو۔ صفا کل فرائی فش کی فرمائش کر رہی تھی۔ مجھے شفا نے سیرت النبی پر ایک بک لا کر دی ہے، میں ذرا اس کا مطالعہ کرلوں۔ حیا تم اپنی بکس وہیں میرے کمرے میں لے آؤ اور ہاں شاہ جہان جب جاؤ اوپر سے گیٹ لاک کرتے جانا...... گھنٹہ بھر میں تو لوٹ آؤ گے۔ گیٹ بجاتے ہی نہ رہ جاؤ۔ حیا اٹھتے میں گھنٹہ لگا دیتی ہے، گیٹ تک پہنچنے میں تم نے گرمی سے پگھل جانا ہے۔" بڑی بیگم نے ہدایات دیں۔

"وہ...... اماں! میں ناں...... اپنے کمرے میں ہی پڑھ لیتی ہوں، مجھے اونچا اونچا پڑھنے کی عادت ہے اور آپ خاموشی میں مطالعہ کرتی ہیں۔" حیا کو یاد آیا کہ صبح اسے موبائل پر مومن کا میسج ملا تھا کہ وہ جیسے ہی فری ہو، اسے بتائے وہ کال کرے گا، کوئی ضروری بات کرنی تھی۔

"چلو ٹھیک ہے پھر آؤ شاہ جہان میں تمہیں لسٹ بنا دوں، ایک دوا اور چیزیں بھی لانی ہیں۔" بڑی بیگم شاہ جہان کو لے کر چلی گئیں تو حیا نے سکون کا سانس لیا۔ اس کا ارادہ شاہ جہان کے باہر جانے اور اماں کے کمرے میں چلے جانے کے بعد مومن سے رابطہ کرنے کا تھا۔

❁......☆......❁

"جی کہیں کیا بات کرنی تھی آپ نے؟" شاہ جہان کے باہر جانے کے بعد وہ بڑی بیگم کے کمرے میں آئی اور ان کو مطالعہ میں مگن دیکھ کر واپس کمرے میں آ ئی۔ اس کمرے میں دعا اور شفا ہوتی تھیں، حیا کا کمرہ بھی یہی تھا لیکن رات وہ سوتی بڑی بیگم کے ساتھ ہی تھی۔ دوسرے کمرے میں صفا اور جیا ہوتی تھیں، مومن نے جب اسے سیل گفٹ کیا تھا تو پہلے پہل تو وہ لینے میں بھی متامل تھی کہ اس کے نزدیک اسے ضرورت نہیں تھی اس کی دوسرے وہ بہنوں سے چھپا کر کہاں رکھ سکتی تھی سیل کو سب کے پاس اپنے اپنے سیل تھے، بڑی بیگم کے پاس بھی تھا اور تو اور اب تو دعا نے بڑی بیگم کی سہولت کے لیے شاہ جہان کو بھی ایک سیل لے کر دے دیا تھا تاکہ اس سے گھر کی خیر خبر دریافت کرتی رہیں گی۔ حیا تو کیا کسی بھی بہن کی کوئی ایسی دوستی نہیں تھی باہر جس سے رابطے کے لیے ان کو سیل استعمال کرنا پڑے سو مومن نے جیسے ہی اسے سیل دینے کی کوشش کی تھی وہ بدک گئی تھی۔

"کم آن حیا...... میں کون سا کوئی تھرڈ کلاس لچا لفنگا ہوں جو اس قسم کے رابطے کو پسند کروں، وہ تو جس طرح ہم دونوں کے گھر کے حالات و تعلقات ہیں، خاص طور پر تمہارے...... اس سے باخبر رہنے کے لیے دیا ہے کہ اماں کو تمہارے گھر بھیجنے کے لیے راضی کرنے میں لگا ہوں، جیسے ہی یہاں ذرا حالات بہتر ہوں گے، ان کو بھیج دوں گا۔ اکیڈمی میں کسی کو بھی ہم دونوں کے تعلق کے حوالے سے ذرا سا بھی شبہ ہو یہ مجھے برداشت نہیں...... بے فکر رہو کہ میں تمہیں جانتا ہوں اور تمہارے گھر میں تمہاری پوزیشن بھی اس لیے بہت ضروری ہوا تب ہی کال کروں گا وہ بھی باقاعدہ ٹیکسٹ کر کے انفارم کروں گا اور تمہارا ریپلائی آ جانے کی صورت میں ہی بات کروں گا۔" بہت سمجھانے کے بعد حیا نے کپکپاتے ہاتھوں سے ڈبہ لے کر اپنے بیگ میں رکھ لیا تھا اور آج ان کی دوسری باضابطہ کال پر بات ہو رہی تھی۔

"اماں راضی ہیں حیا لیکن ان کی ایک شرط ہے......" مومن کی شرط والی بات پر وہ چونکی۔

"کیسی شرط؟" وہ الجھی۔

"وہ کہتی ہیں کہ وہ تمہاری اماں کے پاس تمہارا رشتہ لے کر آئیں گی لیکن اگر تمہاری اماں نے ان کا بھی وہی حال کیا جو سابقہ خواتین کا کر چکی ہیں جو تمہاری بہنوں کے رشتوں کے لیے آئیں، وہ میری شادی کرنے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگائیں گی۔"

''پھر......؟'' حیا نے پریشانی سے کہا۔
''پھر ان کی اس بات پر میرا سارا جوش جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔'' وہ بے چارگی سے بولا۔
''نہیں نہیں سر...... آپ...... آپ اپنی امی کو ابھی مت بھیجیں، ابھی لاسٹ ویک ہی تو......'' پھر حیا نے پچھلے ہفتے جیا کے رشتے کے لیے آنے والی خواتین، اماں کے ہاتھوں ان کی درگت اور پھر اماں کی کئی دنوں طبیعت خرابی اور گھر میں پریشانی والے ماحول، ہر چیز کھل کر بیان کردیا تھا۔
''سر...... ہمارے لیے ہماری ماں بہت قیمتی ہیں۔'' حیا کی آواز بھرائی۔
''یقین کریں اس دن میں نے جب اماں کی بگڑی ہوئی حالت دیکھی اور ان کے بغیر رہنے کے حوالے سے ایک پل کو سوچا تو وہ پل سمجھیں میرا دل ہی بند کرگیا...... میں اب کبھی بھی اپنی ماں کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتی۔ ماں سے مجھے کچھ باتوں پر اختلاف سہی لیکن ہم اپنی ماں کا سب کچھ اور ہماری ماں ہی ہماری دنیا ہیں۔ میری وجہ سے میری اماں دکھی ہوں یہ میں کبھی برداشت نہیں کروں گی۔'' وہ جذباتی ہوکر بولی۔
''پھر میں کیا کروں حیا؟'' وہ بے بسی سے بولا۔
''مجھے بھول جائیں سر۔'' اس نے آہستہ سے کہا اور صرف کال ہی نہیں منقطع کی سیل ہی پاور آف کردیا۔ دوسری طرف مومن تو اس کی بات سن کر اچھل کر رہ گیا تھا۔

❀......☆......❀

''آپ ہارون آباد اے بلاک میں رہتی ہیں صفا؟'' کی بورڈ پر چلتے صفا کے ہاتھ ایک دم تھمے تھے۔ وہ اس سے کسی فائل کا ڈیٹا چیک کرانے آیا تھا جب فائل پر سرسری نظر دوڑاتے اس نے اچانک ہی پوچھ لیا تھا۔
''کیوں خیریت؟'' صفا کے لہجے میں اچانک ہی سختی در آئی تھی۔
''جی...... جی خیریت ہی ہے، اصل میں کل اسی طرف کسی دوست سے ملنے گیا تھا جب آپ کو ایک گھر سے نکلتے دیکھا تھا۔'' اس نے جلدی جلدی صفائی دی۔
''بیٹھیے سر۔'' صفا کا اگلا جملہ عمر کو حیران کرگیا تھا تاہم اس نے فائل سامنے میز پر رکھی اور بیٹھ گیا۔
''وہ میرا ہی گھر تھا جہاں سے آپ نے مجھے نکلتے دیکھا۔'' نظروں اور ہاتھوں کو پیپر ویٹ میں مصروف رکھتے اس نے کہا۔
''لیکن......'' وہ فیصلہ کن انداز میں سر اٹھا کر بولی۔
''آپ نے دیکھ بھی لیا ہے تو اس بات کو نظر انداز کردیں گے اور آئندہ بھول کر بھی میرے گھر یا ویئر اباؤٹس پر بات نہیں کریں گے۔''
''کیوں صفا؟'' عمر کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
''ہم کولیگز بھی تو ہیں، دن کے کئی گھنٹے ساتھ گزارتے ہیں، اسٹاف کے افراد فیملی ممبرز کی طرح ہوتے ہیں، کئی باتیں زیر بحث آتی ہیں، متعلقہ بھی اور غیر متعلقہ بھی ایسے میں آپ کا اس قسم کا رویہ یقین کریں سب کے لیے ہی تکلیف دہ ہوتا ہے، جب آپ اسٹاف کے دکھ سکھ میں شریک ہونے سے صاف انکار کردیتی ہیں۔ کسی اسٹاف ممبر کی ویلکم ہو یا فیئر ویل آپ کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اور تو اور آپ جب اپائنٹ ہوکر آئیں تو آپ نے اپنے لیے بھی ویلکم پارٹی کے لیے منع کردیا تھا، آپ جانتی ہیں اپنے اس رویے کے باعث آپ اسٹاف کی نظر میں آ گئی ہیں۔ کسی کے دل میں آپ کے لیے مغرور کا تاثر ہے تو کوئی آپ کو خود پسند سمجھتا ہے...... مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا۔'' وہ سمجھانے والے انداز میں کہہ



pklibrary.com

گیا۔ صفا نے ساری بات بے تاثر چہرے کے ساتھ سنی اور ایک طویل سانس لے کر سیدھی ہو بیٹھی۔
"عمر سر! میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ میری عادت سمجھ لیں یا فطرت، گھر کا ماحول سمجھ لیں یا حالات کا تقاضا کہ میرے زندگی گزارنے کے کچھ اصول ہیں جن میں سرفہرست اصول یہ ہے کہ میں نہ تو کسی کی ذاتیات میں دخل دیتی ہوں نہ ہی کسی کی اپنی ذات کے حوالے سے دخل اندازی پسند کرتی ہوں۔ میرے کام کے حوالے سے کسی کو کبھی کوئی مسئلہ نہیں ہوگا یہاں بس میں اتنا جانتی ہوں، باقی مجھے لوگ کیا کہتے ہیں یا سمجھتے ہیں، اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ میں اپنی ڈیوٹی ایمان داری سے انجام دیتی ہوں اور مجھے صرف اسی بات سے مطلب ہے۔"
"صفا...... میرے کہنے کا وہ مطلب نہیں تھا جو آپ سمجھیں...... میں صرف اتنا کہہ رہا تھا کہ کام کے علاوہ بھی کبھی کبھار کوئی بات کرنے سے آپ کے اصولوں پر کوئی فرق نہیں پڑے گا آزما کر دیکھ لیں، کسی وقت۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔
"جی بالکل نہیں پڑے گا، میں جانتی ہوں مگر میں جیسی ہوں، ویسی ٹھیک ہوں، اپنی عادات نہیں بگاڑنا چاہتی۔" وہ مطمئن انداز میں بولی۔ عمر اندر ہی اندر جھنجلا کر رہ گیا۔
"تجھے بھی اسی مشکل پسند اور سڑیل لڑکی کو پسند کرنا تھا۔" اس نے اپنے دل کو ڈپٹا۔
"وہ صفا...... کیا آپ کے پیرنٹس بہت اسٹرکیٹ ہیں یا کوئی فیملی ایشوز؟"
"پلیز عمر سر۔" صفا نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔
"مجھے اپنے حوالے سے کوئی بات نہیں کرنی۔" صفا کا لہجہ ایک سیکنڈ کے اندر ہی روکھا ہو گیا تھا۔
"اٹس اوکے صفا۔" ہلکا سا مسکرا کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
"دیکھتے ہیں صفا بی بی کہ آپ کی ضد جیتتی ہے یا میرے جذبے۔" دل ہی دل میں اس کو مخاطب کرتا وہ فائل اٹھا کر باہر نکل گیا تھا۔
"اف......" اس کے جانے کے بعد صفا جو خود کو قصداً مصروف ظاہر کر رہی تھی نے جسم کو ڈھیلا چھوڑا اور کرسی سے ٹیک لگالی تھی۔
"واپس لوٹ جائیں عمر سر...... اس پتھر سے ٹکرا کر آپ اپنے آپ کو ہی لہولہان کریں گے۔ میں اپنی زندگی میں مطمئن اور خوش ہوں، خدارا میری اس طمانیت میں دراڑیں مت ڈالیں۔" اپنے کیبن کے گلاس ڈور سے اس نے اپنی کرسی پر بیٹھے عمر کی پژمردگی کو دور سے ہی محسوس کر لیا تھا۔
"چلو بھئی صفا جو راہ تمہاری نہیں اس پر پل بھر کو بھی ٹھٹک کر رکنا تمہارے لیے کئی مشکلیں لاسکتا ہے۔" بڑبڑاتے ہوئے اس نے خود سے کہا اور دوبارہ کام کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

❁......☆......❁

"بات سنو بی بی...... یہاں جو آ کر اپنے توتلے بھائی کی ناز برداریوں میں لگ گئی ہو، وہاں میرا معصوم بچہ چلا چلا کر ناشتہ مانگ رہا ہے اس کی بھی خبر ہے کہ نہیں اور کتنی دفعہ کہا ہے کہ رات والی روٹیوں کو گیلا کر کے چائے کے ساتھ کھالیا کرو، دونوں، بہن بھائی مگر نہیں تایا کی اندھی کمائی نظر جو آ رہی ہے کم بختوں کو تل تل کے پراٹھے کھلائے جا رہے ہیں کام کے نہ کاج کے دشمن اناج کے کو......" تائی کی زبان سے الفاظ نہیں تیر برس رہے تھے جوان دونوں، بہن بھائیوں کی زخمی روحوں کو مزید زخمی کر رہے تھے۔ تیمور نے ہاتھ میں لیا ہوا پراٹھے کا نوالہ واپس چنگیر میں رکھا تو زریں تڑپ کر رہ گئی تھی۔
"میں ناشتہ دے کر آئی تھی تائی ارشد کو...... اسی نے ایک پراٹھا کھایا، یہ واپس کر دیا تھا، آپ اور تایا پراٹھا نہیں کھاتے


pklibrary.com

”کک......کیا...... مس......لہ ہوسکتا ہے؟“ ناشتہ بھول کر وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔

❁......☆......❁

”کیا کہہ رہی ہو؟“ شفا حیرت سے کہتی دعا کے قریب کھسکی، صفا بھی موبائل چھوڑ کر ان دونوں کی طرف متوجہ ہوگئی جبکہ جیا وہیں لیٹے ہینڈ فری کانوں میں لگائے کوئی آن لائن بیوٹی کلاس لینے میں مصروف تھی، بڑی بیگم، شاہ جہان اور حیا ٹی وی پر اپنی پسندیدہ ڈرامے میں مگن تھے۔ شفا نے جیا کے پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر اسے متوجہ کیا تھا۔

”کیا ہے؟“ ایک کان کو ہینڈ فری سے آزاد کر کے اس نے تینوں پر نگاہ کی۔

”چھوڑو اس کو...... یہاں زیادہ انجوائے ایبل میٹر ڈسکشن میں ہے۔“ شفا کے چہرے پر شرارت دیکھ کر اس نے بھی موبائل ایک طرف رکھا اور اٹھ کے ان کے پاس آ گئی۔

”کیا مصیبت ہے یار ایک بندے سے جان چھڑانے کے لیے منگنی کا جھوٹ گھڑا تھا، یہ نہیں پتا تھا کہ وہ جھوٹ میرے گلے پڑ جائے گا...... رابعہ اور فاریہ نے ایک ایک ڈاکٹر اور اسٹاف ممبر کو پکڑ کر منگنی کا بتا دیا اور جس بات پر مجھے غصہ آ رہا ہے وہ یہ کہ فضول میں اس بات کی ٹریٹ بھی دینی پڑی سب کو کہ جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے اور تو اور ڈاکٹر خالد نے بھی باقاعدہ بلا کر جب مبارک باد دی تو میں اتنی شرمندہ ہوئی کہ جس کی حد نہیں، دل کیا اس ڈاکٹر حیدر کا سر توڑ دوں جا کر جن کی وجہ سے میں ایک جھوٹ بغیر سوچے سمجھے بول دیا اور اب اچھا خاصا تماشا بن گیا رہا ہے میرا۔“ اس نے کچھ بے چارگی سے اپنا حال بیان کیا کہ صفا کی تو باقاعدہ ہنسی نکل گئی جبکہ باقی دونوں کے چہروں پر بھی مسکراہٹ تھی۔

”بس اب تو بول دیا ناں جو بھی بولنا تھا...... روز روز تو کوئی ٹریٹ نہیں مانگے گا نہ ہی روز اس حوالے سے بات ہوگی سو ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں۔“ شفا نے اس کی تسلی کرائی۔

”روز روز ہی ہوتا ہے یہ سوال وجواب کا تماشا...... اب نئی پخ کہ منگیتر کی تصویر دکھاؤ، کیا کیا باتیں ہوتی ہیں کال پر، گفٹس کا تبادلہ ہوتا ہے کہ نہیں؟ اس سے کب بات کرا رہی ہوں۔“ دعا تو بے زاری کی حد کو چھو رہی تھی اس پل۔

”اس طرح تو ہوتا ہے پھر اس طرح کے کاموں میں۔“ جیا گنگنائی۔

”تمہیں بڑی ہنسی آ رہی ہے...... تمہیں کرنی پڑے ایسی پرابلم فیس تو پتا چلے کہ کتنا ایمبرسنگ ہوتا ہے جھوٹ پر جھوٹ بولنا وہ بھی جب جھوٹ بولنے کی عادت ہی نہ ہو۔“ دعا، جیا کے ہنسنے پر چڑ گئی تھی۔

”اس میں کیا مشکل ہے بھئی؟ اب بول دیا ہے تو نبھاؤ، دنیا میں لاکھوں، کروڑوں لوگ ہیں کسی ایک کی پروفائل سے ایک پک لو اور اپنا فیانسی بنا کر پیش کر دو...... یہ بھی نہیں تو کہہ دو کہ ان کو پکس بنوانا پسند نہیں۔“ جیا نے ہی مزے سے مشورہ دیا، دعا سر جھٹک کر رہ گئی۔

”اور جن موصوف کی وجہ سے یہ سارا کھڑاگ ڈالا ہے ان کا کیا ری ایکشن ہے؟“ شفا کو شرارت سوجھی۔

”اداس مجنوں بنے پھر رہے ہیں۔“ دعا کو پھر غصہ آ گیا۔

”بیچارہ......“ صفا نے مصنوعی بیچارگی کا اظہار کیا۔

”ایک دن تو میرے ساتھ گھر تک آنے کو تیار ہو گئے تھے موصوف، بس مجھے پھر یہی ایک بہانا سمجھ میں آیا۔“ دعا اسی موڈ کے ساتھ ہی بولی۔ دستک کی آواز پر تینوں چونکیں کہ دستک شاہ جہان دیا کرتا تھا۔

❁

www.naeyufaq.com

رحاب طاہر خان

# فرض اور قرض

یہ دشت ترک محبت یہ تیرے قرب کی پیاس
جو اذن ہو تو تیری یاد سے گزر جاؤں
میں زندہ تھا کہ تیرا انتظار ختم نہ ہو
جو تو ملا ہے تو اب سوچتا ہوں کہ مرجاؤں

وہ بیگ صوفے پر تقریباً پٹخنے کے انداز میں رکھتی خود بھی وہیں ڈھے سی گئی تھی۔ گرمی اس قدر تھی کہ اب اے سی والے لاؤنج میں بیٹھ کر بھی سکون نہیں مل رہا تھا۔ باہر چلچلاتی دھوپ نے اپنے پیر جمائے ہوئے تھے۔ سورج کے تیور بھی شدید برہم تھے۔ ہوتے بھی کیوں نہ، اولین جون کے دن تھے۔

''السلام علیکم! امی۔'' مائزہ نے باآواز بلند سلام کیا تو نیپکن سے ہاتھ پونچھتی خولہ بیگم امریکی طرز کے بنے باورچی خانے سے برآمد ہوئیں۔

pklibrary.com

''وعلیکم السلام...... آگئیں تم، چلو فریش ہو کر نماز ادا کرو جب تک کھانا بھی پک جائے گا، چاول دم پر ہیں، میں شنو (ملازمہ) سے کہہ کر ٹیبل سیٹ کرواتی ہوں۔'' خولہ بیگم نے تفصیلی کہا۔

''امی پانی ہی پلا دیں۔'' مائزہ نے اثبات میں سر ہلاتے آخر میں بے چارگی سے کہا۔ خولہ بیگم مسکرا کر اس کو ایک نظر دیکھ کر واپس باورچی خانے کی جانب چل دیں۔ کچھ ہی دیر میں شنو ٹرے میں پانی کا گلاس رکھے اس کے پاس آئی۔

''مائزہ باجی پانی۔'' شنو نے ٹرے آگے کی تو اس نے جزاک اللہ کہتے گلاس تھام کر منہ سے لگایا اور غٹاغٹ حلق میں اتارا۔

''باجی...... بیگم صاحبہ کہہ رہیں، نماز ادا کرلیں...... کھانا تیار ہونے میں کچھ ہی دیر باقی ہے۔'' شنو نے خولہ بیگم کی دوبارہ کی گئی تاکید اس تک پہنچائی۔ ملازمہ کہہ کر واپس پلٹ گئی اور وہ کچھ سوچ کر ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی۔

کچن سے کھانے کی بھینی بھینی خوشبو اٹھ کر اس کی بھوک کو مزید بڑھا رہی تھی۔ ٹی وی پر اپنا پسندیدہ پروگرام دیکھنے میں مگن مائزہ کھانے کی میز تک جانے کا ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ خولہ بیگم لاؤنج میں داخل ہوئیں۔

''کتنی بری بات ہے مائزہ...... فریش ہو کر نماز پڑھنے کے بجائے تم اس شیطانی ڈبے کے آگے بیٹھی ہو۔'' خولہ بیگم نے آرام سے اسے ٹوکا تو وہ نماز کا خیال آتے ہی سر تھام کر رہ گئی۔

''بس امی...... ابھی آئی آپ کھانا لگوائیں۔'' مائزہ نے چٹکی بجاتے کہا۔

''اب منہ ہاتھ دھو کر کھانا کھاؤ نماز بعد میں اطمینان سے پڑھنا۔'' انہوں نے کہا۔

''بس امی...... دو منٹ میں نماز پڑھ کر آئی۔'' وہ کہہ کر فوراً اٹھی اور اپنے کمرے کی جانب چل دی۔

''دو منٹ میں نماز......'' خولہ بیگم نے پرسوچ سی جاتی ہوئی بیٹی پر نظریں جمائیں۔ وہ لفظ ''دو منٹ میں نماز'' پر اٹک کر رہ گئی تھیں۔

ٹھیک پانچ منٹ بعد نماز کے انداز میں لپیٹے دوپٹے سمیت وہ کھانے کی میز پر آ بیٹھی۔ جہاں کئی لوازمات سجے ہوئے تھے۔ اپنی کرسی پر براجمان ہوتے اس نے ہاتھ مسلتے پیٹ میں دوڑتے چوہوں کو ڈھارس دی اور اپنی پلیٹ میں پالک پنیر اور تھوڑے سے چاول نکال لیے۔ کھانے کی میز پر اسے ہمیشہ کی طرح طرح طرح کے کھانے دیکھنے اور کھانے کا شوق تھا۔ خولہ بیگم نے اس کی پلیٹ کی جانب دیکھا۔

''تمہیں پتا ہے مائزہ...... فرض اور قرض میں کیا فرق ہے؟'' نوالہ چبا کر انہوں نے بات کا آغاز کیا۔ نوالہ منہ میں لے جاتی مائزہ کا ہاتھ اپنی امی کے سوال پر تھم سا گیا تھا۔ وہ جو کھانے کے دوران میں بولنا پسند نہیں کرتی تھیں اب جو یہ سوال کیا تھا تو کچھ نہ کچھ بات تو تھی۔ مائزہ نے الجھ کر نفی میں سر ہلاتے نوالہ منہ میں رکھا۔

''ایک نقطے کا فرق ہے بس، اگر ہم ''فرض'' کے ''ف'' میں ایک نقطہ مزید لگا دیں تو وہ ''قرض'' ہو جاتا اور اگر یہی ایک نقطہ ''ق'' سے ہٹا دیا جائے تو یہ ''فرض'' ہو جاتا ہے۔'' انہوں نے کھانے سے ہاتھ روکتے تفصیلاً کہا تو مائزہ نے مسکرا کر داد دیتے انداز میں ماں کو دیکھا۔

''مائزہ بیٹا...... نماز بھی فرض ہے، فرض کا مطلب ہے کسی کام کو خوش اسلوبی سے نبھانا۔ فرض

pklibrary.com

ایک ایسی ذمے داری ہے جو ہر ایک پر نہیں ڈالی جاتی، کیا کبھی کسی غیر مسلم کو نماز کا فرض ادا کرتے دیکھا؟ نہیں ناں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم فرض ہمارے ناتواں کاندھوں پر ڈالا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے ایک مومن اپنی عبادت کتنی دل جمعی سے کرنا جانتا ہے۔ اب بات آتی ہے قرض کی، قرض ایک ایسی شے ہے جو ہر زندہ بشر بس سر سے اتار پھینکنا چاہتا ہے، اس لیے کبھی بھی نماز کو قرض سمجھ کر مت پڑھنا کیونکہ نماز ایک فرض عبادت ہے، یہ وہ ملاقات ہے جو بندہ اپنے رب العزت سے کرنا چاہتا ہے۔ ہر مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی نماز کو اتنا طول تو دے کہ اللہ اپنے بندے کی دعا قبول کرسکے۔'' وہ اپنی بات کہہ کر رکیں۔ مائزہ کھانے سے ہاتھ روکے ساکت انہیں دیکھتی رہی۔

''نماز کبھی بھی دومنٹ کا قرض نہیں ہے، یہ ایک اطمینان اور سکون سے ادا کیا جانے والا فرض ہے، اتنا کچھ ہمیں اللہ نے دیا ہے تو کیا وہ ہماری لٹھ مار انداز میں کی گئی عبادت کو قبول کرنا پسند کرے گا؟ ہرگز نہیں، جب اس نے اتنا کچھ دیا تو کیا ہم اپنی روزمرہ زندگی میں سے چند سکون بھرے لمحے اس کی راہ میں صرف نہیں کرسکتے؟'' وہ خاموش ہو کر مائزہ طاہر کو سوچوں کے بھنور میں چھوڑ آئی تھیں۔


آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں

ماہنامہ نئے اُفق

ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرینگے

ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرسالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)

پاکستان کے ہر کونے میں 1440 روپے

امریکا' کینیڈا' آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے

25000 روپے

میڈل ایسٹ' ایشیائی' افریقہ' یورپ کے لیے

23000 روپے

رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام' ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔ مقامی افراد

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر
0316-0128216

موبی کیش اکاؤنٹ نمبر
0300-8264242

رابطہ: طاہر قریشی......0300-8264242

نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز

بنگلو نمبر B1، مدینہ اسٹریٹ
بلاک A نارتھ ناظم آباد کراچی 74700

فون نمبرز: 0300-8264242

naeyufaq.com

Info@naeyufaq.com


www.naeyufaq.com

pklibrary.com

فاطمہ سرور

# دفاع

اک دل کا کہا مانو، اک کام کر دو
اک بے نام سی محبت میرے نام کر دو
میری ذات پہ فقط اتنا احسان کر دو
کسی صبح ملو اور شام کر دو

کچھ دن پہلے کی بات ہے جب میں اپنی دوست کا انتظار کر رہی تھی، کچھ دنوں سے میری گاڑی خراب تھی اور آفس سے واپسی پر مجھے ایک کیفے کے باہر اپنی دوست کا انتظار کرنا پڑ رہا تھا۔ وہ مجھے پک اینڈ ڈراپ دے رہی تھی۔ حسب معمول آج بھی میں وہاں بیٹھی چائے پیتی اردگرد کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہاں لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا کیونکہ یہ مین بازار کے پاس ہی بنا ہوا ایک کیفے تھا۔ اچانک میری نظر ایک فقیر پر پڑی جو بے حد جلدی میں آگے پیچھے دیکھ کر آوازیں لگا رہا تھا۔

"اللہ کے نام پہ دے دو بابا...... بہت دنوں سے بھوکا ہوں کچھ نہیں کھایا۔" وہ مسلسل ایک ہی بات دہرائے جا رہا تھا۔ اس کا حلیہ بے حد اجڑا ہوا اور کپڑے بے حد گندے تھے اور پاؤں میں کسی جوتی یا چپل کا نام و نشان نہیں تھا۔ وہ مانگ رہا تھا مگر کسی کے دینے سے پہلے وہ آگے بڑھ جاتا۔ مجھے تجسس ہوا کہ آخر کیوں مانگ رہا ہے اور لینے کے لیے رکتا بھی نہیں۔ میں اسی کشمکش میں تھی کہ میری دوست کی کال آ گئی۔

"مہرو...... میں آدھا گھنٹہ لیٹ ہو جاؤں گی تم ویٹ کر لو پلیز۔"

"او کے کوئی مسئلہ نہیں۔" میں نے جھٹ سے فون بند کیا اور شکر کیا۔ اب میرا ٹارگٹ وہ فقیر تھا۔ میری دوست کو آنے میں کچھ وقت تھا اسی لیے اس فقیر کے پیچھے چل دی۔ چلتے ہوئے وہ فقیر اس بازار کی پچھلی طرف چلا گیا...... میں اب بھی سمجھ نا سکی کے ماجرا کیا ہے لیکن جوں ہی بازار سے دور ہوتے گئے مجھے کسی کے چلانے کی آواز آئی میرا دل ایک دم سے بند ہونے لگا کہ شاید میں نے غلطی کی یہاں آ کے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔

"اپنے پاؤں پہ خود کلہاڑی ماری ہے مہرو اب بھگتو۔" میں نے خود کو کوسا۔ وہ فقیر ایک کرکٹ گراؤنڈ سے ہوتا ہوا کھیتوں کی طرف نکل پڑا میں بھی کلمہ پڑھ کر اس کے پیچھے چل دی لیکن اس لڑکی کی چیخوں سے میرا دل بند ہو رہا تھا۔

"اللہ کے واسطے مجھے بچاؤ...... اللہ غارت کرے تمہیں......" اسی طرح کے القابات میری سماعتوں سے ٹکرا رہے تھے لیکن اس سے پہلے میں آگے بڑھتی وہ فقیر بابا اس کو بچا چکا تھا۔ شاید اس نے وہاں سے دیکھ لیا ہوگا کہ کوئی لڑکی کو ورغلا کر اس طرف لے گیا ہے۔ میں ابھی سوچ رہی تھی مگر اس سے پہلے ایک پولیس موبائل آئی...... ایک لڑکی پولیس وردی میں تھی وہ اس بے چاری لڑکی کو ساتھ لے گئی جبکہ وہ خبیث جو اسے لے کر جا رہا تھا پولیس موبائل میں ڈال کے اسے بھی لے گئے تھے۔ فقیر بھی ان کے ساتھ کچھ بات کر کے واپس مڑا۔ میں دیوار کی اوٹ میں چھپی مگر اس نے پچھلی طرف سے آ کر مجھ سے کہا۔

"کیوں بھئی...... کیا ارادہ ہے بی بی...... اس ویرانے میں آنے کا مطلب پتا ہے ناں؟" اور میں ہونق بنی اس کو دیکھتی رہی۔

"نہیں وہ...... میں...... کچھ نہیں......" مجھ سے بولا نہیں

pklibrary.com

جا رہے تھا۔

"یہ عورتیں اپنے لیے خود گڑھا کھودتی ہیں، سمجھ میں نہیں آتا بغیر سوچے سمجھے نکل پڑتی ہیں پھر خود کو پروٹیکٹ نہیں کر سکتیں، بہتر ہے آپ واپس چلی جائیں۔" میں اس کے منہ سے ایسے الفاظ سن کے حیران رہ گئی۔

"آپ کون ہیں؟"

"اس ملک کی ہر بیٹی اور بہن کا دفاع کرنا میری اولین ترجیح ہے، اس لیے آپ کا دفاع کرنا بھی میرا فرض ہے، سو براہ کرم اپنا کام کریں جس کے لیے آئی ہیں دوسروں کی ٹوہ میں لگ کر اپنی عصمت خراب مت کرنا میری بہن۔" وہ یہ کہہ کر چلا گیا اور پتا نہیں میں کب کیسے اس اس کیفے تک آئی جہاں کچھ دیر پہلے بیٹھی تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ لڑکی کون تھی اور اس فقیر کو اس کے بارے میں کیسے پتا چلا جب کہ یہاں اتنے سارے لوگ تھے اور کسی نے بھی اس لڑکی کو اس شخص کے ساتھ جاتے نہیں دیکھا تھا یہاں تک کے میں نے بھی نہیں۔ کچھ دیر بعد میری دوست آ گئی اور میں اس کے ساتھ گھر کے لیے روانہ ہو گئی تھی۔

......☆☆☆......

آج کتنے دنوں بعد میں اس کیفے میں بیٹھی تھی وہ فقیر نظر آیا نہ ہی وہ لڑکی جس کی اس نے جان بچائی تھی۔ میں سوچ رہی ہوں ہم ان لوگوں کو کیوں بھول جاتے ہیں جو ہر پل ہماری حفاظت کرتے ہیں بغیر کسی غرض اور مفاد کے۔ آج شدت سے اس فقیر، اس ایجنٹ اور اس آئی ایس آئی کے جوان کو خراج تحسین پیش کرنے کا دل چاہ رہا ہے جو کہیں اور کسی اور کی زندگی بچا رہا ہوگا۔

"ہر مرد برا نہیں ہوتا نا ہی ہر عورت بری ہوتی ہے بلکہ مرد اور عورت دونوں خود ہی خود کو بے مول کرنے پہ تلے ہوئے ہیں۔" مہرو نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے پرس اٹھایا اور اپنی منزل کی طرف چل دی تھی۔

www.naeyufaq.com

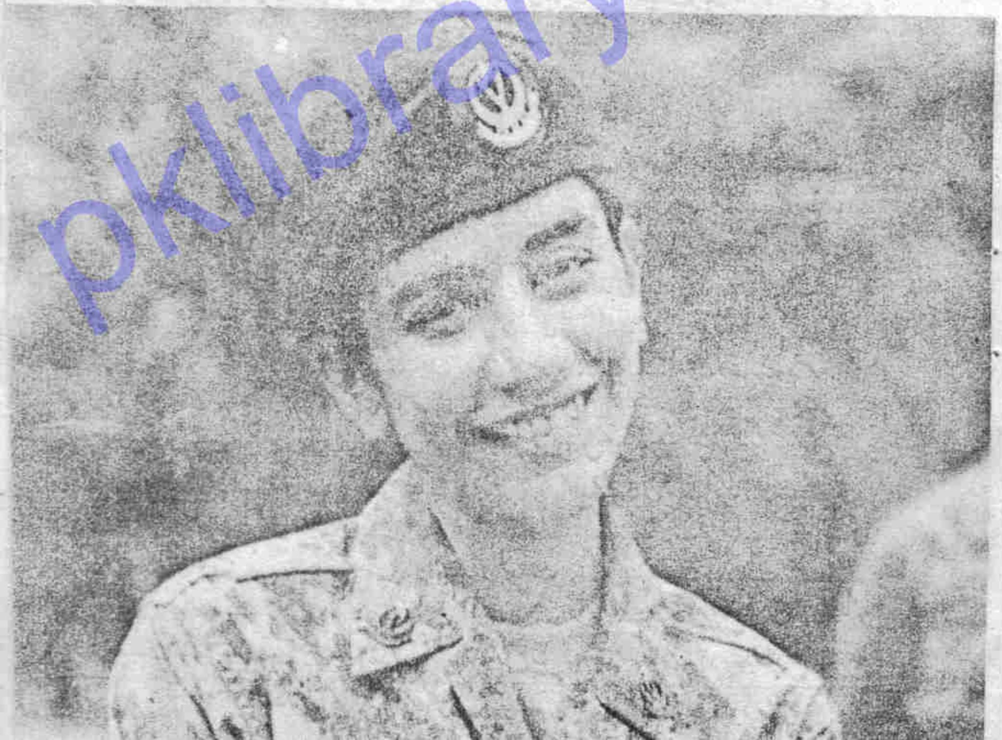

pklibrary.com

مونا نقوی

# گھر بسانا ہے

دھوپ میں ہو جو چھاؤں کی طرح
ایسا اک مہربان تلاش کریں
پیار کے پھول جس میں کھلتے رہیں
چاہتوں کا جہاں تلاش کریں

مشرقی معاشرے میں شادی دو لوگوں کی ہوتی ہے مگر تعلقات دو فیملی کے درمیان بنتے ہیں۔ دلہا دلہن پہ بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے آپسی تعلقات کے ساتھ ساتھ دونوں فیملی کے ممبران کی خوشی اور سکون کو بھی مدنظر رکھیں، تب ہی ایک کامیاب شادی شدہ جوڑا کہلائے گے۔ رشتہ طے ہونے کے بعد میری بھی کچھ ایسی ہی سوچ تھی کہ شادی کے بعد دو گھرانوں کے درمیان ایک خوب صورت تعلقات بناؤں گی۔ جس میں جلن، چپقلش نام کی کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔ گھر میں صرف خوشیوں کا راج ہوگا۔

”شائنہ...... ساس، نند اور دیور جیسے رشتوں کی خوشی و خوشنودی کے لیے اپنی زندگی گلانے کی کوشش ہرگز نہیں کرنا یہ وہ رشتے ہیں جنہیں جتنا دودھ پلالو ڈنک مارنے سے نہیں چوکتے۔“ ساس، نند اور دیور جیسے ہی مجھے مایوں بٹھا کہ خوشی خوشی گھر سے رخصت ہوئے یہ پہلا جملہ تھا جو آپا فرزانہ کی طرف سے میرے کانوں میں پڑا تھا۔ نظر کے سامنے ثریا بیگم، لائبہ اور ذیشان کے چہرے گھوم گئے جن کے ہر انداز و اطوار سے خوشی و محبت کی روشنی نکل کر میرے گرد طواف کررہی تھیں۔

”اور نہیں تو کیا اب مجھے ہی دیکھ لو...... میری نند اور دیور بچے سے ہی تھے جب میں بیاہ کر سسرال گئی تھی، ماں کا پیار دیا انہیں، پڑھایا لکھایا، اچھے بر تلاش کر کے شادیاں کروائیں اور آج آنکھیں ماتھے پہ دھری ہیں دونوں کی، سب احسان گیا بھاڑ میں اور محنت الگ اکارت ہوئی۔“ آپا فرزانہ کی دیرینہ سہیلی روبینہ نے ایک سرد آہ بھر کر اپنا تجربہ بیان کیا۔

”بس میری بہن میری بات پلو سے باندھ کے جانا کسی سسرالی رشتے کو خود سے فرینک کرنے کی ضرورت نہیں، یہ وہ بچھو ہیں جو موقع دیکھ کر ایسا ڈنک مارتے ہیں جس کی پیڑ سے بدن برسوں دکھتا رہتا ہے۔“ فرزانہ آپا نے اپنے تئیں گر کی بات میرے پلو سے باندھی اور وہ سسرالی رشتوں کو سانپ اور بچھو سے تشبیہ دے کر اپنی بات میرے ناقص ذہن میں ڈالنے میں کسی قدر کامیاب بھی ہوئیں۔ میں جو سسرال کے نام پہ اتنے اچھے لوگ ملنے پہ شکر گزار تھی اور اترا رہی تھی اس لمحے سسرالی رشتوں کے نام پر ایک کڑواہٹ سی دل میں بھرنے لگی اور ان کے خوشی سے دمکتے چہروں اور میٹھے لہجوں کو فقط ایک ڈھونگ سمجھنے لگی۔ شادی ہونے تک آپا کے مختلف فرمودات اور تجربات کی لمبی فہرست دل کی تختی پہ انمٹ سیاہی سے لکھے جا چکے تھے۔ جنہیں وقتاً فوقتاً مجھے اپنے زیر استعمال لانا تھا۔ شوہر کو کس طرح مٹھی میں کر کے باقی گھر کے افراد سے دور رکھنا

pklibrary.com

ہے اس کا لائحہ عمل میں پہلے سے تیار کر چکی تھی۔

.......☆☆☆.......

شادی کے پہلے دن سے ہی سب نے میرا ہر طرح سے خیال رکھا۔ جو بھی رشتہ دار ملنے آیا خوش دلی سے ملا اور میں بناوٹی خوشی کا اظہار کر کے رہ گئی۔ عیان کی فیملی لمبی چوڑی تھی۔ تین چچا اور ان کی فیملی، پانچ پھپیاں جو باری باری اپنی آل اولاد اور میاں کے ہمراہ ملنے چلی آتی تھیں، میری ساس اور سسر، نند اور دیوران کی خدمت گزاریوں میں ایسے جت جاتے جیسے عید کا دن ہو۔

"ارے آپا آپ کا گھر ہے جم جم آئیں...... جتنے دن چاہے رہیں۔" اپنی نند کے چار روز بمع بچوں کے رہنے کا عندیہ سنا تو ثریا بیگم مسکرا کے بولیں۔

"ارے بنو...... تم تو سر آنکھوں پہ بٹھاؤ گی، بہو رانی کہیں برا نہ منا جائیں۔" انہوں نے ڈبیا سے پان کی گلوری نکال کے منہ میں رکھتے ہوئے آنکھوں سے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو ایک ناگواریت سی میرے چہرے پہ امڈی جسے آن واحد میں، میں نے مسکراہٹ کے لبادے میں چھپالیا۔

"بہورانی کو کیوں اعتراض ہوگا...... یہ گھر پہلے آپ کا ہے، آپ کے اماں بابا نے بنوایا تھا، ہم لوگ تو بعد میں آئے پہلا حق آپ کا ہی ہے۔" ساس صاحبہ کی یہ بات میرا تن بدن سلگانے کے لیے کافی تھی۔ پان کی میٹھی خوشبو سے ہی مجھے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"ارے بھابی بس، پھولو پھلو، بھاگ لگے رہیں میرے بھائی کے گھر کو، آنا جانا تو لگا ہی رہے گا۔" انہوں نے ثریا بیگم کو خوشی سے گلے لگانے کے بعد کہا اور چادر سنبھال کر بچوں کو آنکھوں سے چلنے کا اشارہ کرکے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ جیسے ان کا اصل مقصد ہی مجھے اپنی اہمیت باور کرانا تھا۔ جاتے ہوئے ایک پان بھرا بوسہ میرے ماتھے پہ ثبت کرتے چلی گئی۔ مجھے گھن سی آئی۔ اس چڑیا گھر میں زیادہ عرصہ رہی تو دم گھٹ جائے گا میرا۔ جلد ہی الگ رہنے والے پروگرام کو تشکیل دینا ہوگا۔ میں دل ہی دل میں پلان

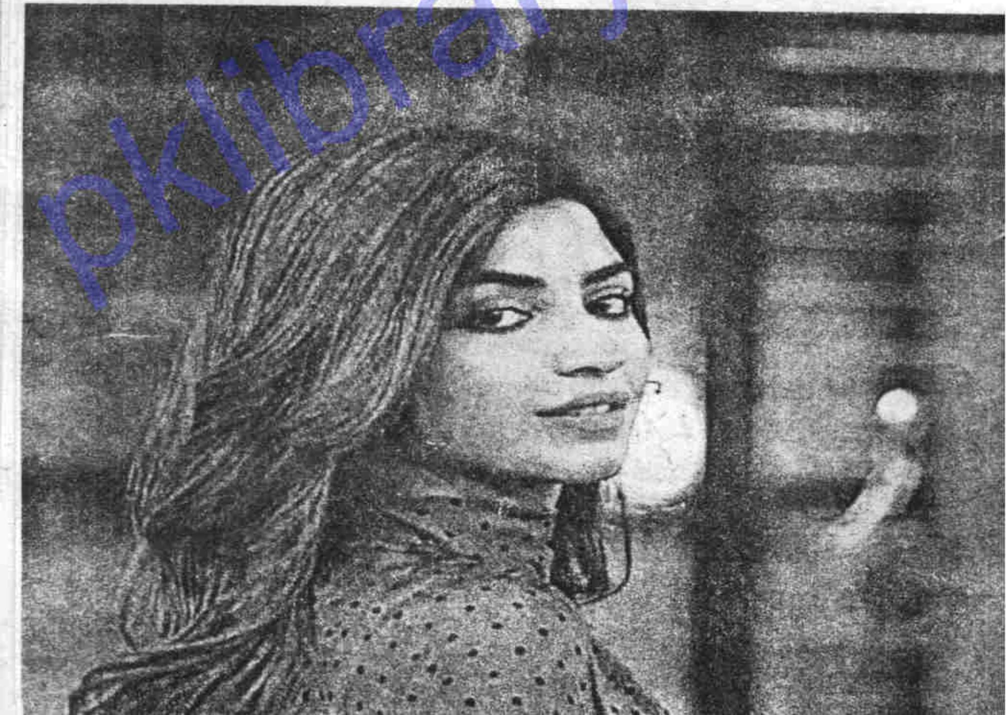

pklibrary.com

تیار کرنے لگی۔

......☆☆☆......

''لائبہ اور ذیشان کے ساتھ خوب دل لگا رہتا ہوگا تمہارا۔ دونوں ہی بہت محبت منش اور ملنسار ہیں۔'' کھانا کھانے کے بعد ڈریس چینج کرکے بستر پر لیٹتے ہوئے عیان گویا ہوئے۔

''ہوں گے لیکن...... آئے روز کے مہمانوں کی آؤ بھگت سے فرصت ملے انہیں تو بھابی کے پاس چار گھڑی بیٹھیں تو پتا چلے۔'' میں نے واٹس ایپ پہ آپا فرزانہ کو پل پل کی رپورٹ دیتے ہوئے ناگواری سے کہا۔ ان کے نادر مشورے قدم قدم پہ میری رہنمائی کررہے تھے۔ لائبہ اور ذیشان جتنا مجھ سے فرینک ہونے کی کوشش کرتے، مجھے ساتھ بازار یا پارک لے جانے کے لیے لاڈ سے ضد کرتے اسے میں تھکاوٹ کا بہانہ کرکے ٹال دیتی تھی۔ عیان کے آفس سے آنے کے بعد سونے کے لیے کمرے میں جانے تک انہیں دکھانے کے لیے کسی نا کسی کام میں مشغول رہتی تھی۔

''اس سب میں تم بھی کافی تھک جاتی ہوگی، اس گھر اور گھر والوں کو اپنا سمجھ کر پورے گھر کا بوجھ اپنے ناتواں کاندھوں پہ اٹھالیا ہے تم نے۔'' انہوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر محبت سے سہلاتے ہوئے کہا اور یہی موقع تھا زہر کا پہلا قطرہ ان کے کانوں میں انڈیلنے کا۔

''بات تو تب ہے جب سب گھر والے بھی مجھے اپنا سمجھیں، میری وقعت تو کل وقتی ملازمہ سے کم نہیں اس گھر میں۔'' میں نے آنسوؤں سے پلکوں کے کونے بھگو کر کہا۔

''آئی کانٹ بلیو...... میری ماں، بہن اور بھائی بہت محبت کرنے والے ہیں، تم تھوڑا وقت نکال کر ان کے ساتھ ٹائم سپنڈ کرو، تم خود ہی جان جاؤ گی۔'' عیان نے میری بات کا انکار کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کے خیال میں، میں جھوٹ بول رہی ہوں۔'' میں نے نروٹھے پن سے کہا۔

''ایسا بھی نہیں کہ تمہیں جھوٹا گردانوں مگر اپنی ماں، بہن اور بھائی کو اچھے سے جانتا ہوں میں، وہ لوگ جتنا تمہاری آمد کو لے کر خوش تھے کیسے مان لوں کہ سر آنکھوں پہ بٹھانے کے بجائے چند دن میں ان کے موڈ بدل گئے اور تمہیں اپنا حلیف سمجھنا شروع کردیا انہوں نے۔'' عیان کی اس بات کے جواب میں کچھ کہنے کے بجائے میں نے چپ رہنا فی الحال ضروری سمجھا تھا۔ اس وقت اس موضوع کو کسی اور وقت کے لیے اٹھا دیا۔ اس وقت کچھ بولنا اپنے پیر پہ کلہاڑی مارنے کے مترادف تھا سو اس کے بازو پہ سر ٹکائے خاموشی کا لبادہ اوڑھ کر آنکھیں موند لیں تھیں۔

......☆☆☆......

''آپا عیان تو اپنے گھر والوں کے خلاف ایک بات بھی سننا گوارا نہیں کرتے، آفس کی طرف سے انہیں آسانی سے فلیٹ مل سکتا ہے مگر وہ ماں اور بہن کے پلو کے ساتھ بندھا رہنا چاہتے ہیں۔'' شائنہ نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''تم بھولی ہو میری بہن...... ضرور کوئی جادو ٹونہ کررکھا ہوگا تمہاری ساس اور نند نے، پیر صاحب کی بتائی ایک دعا واٹس ایپ کروں گی تمہیں، روز دودھ پہ دم کرکے پلا دینا اسے پھر دیکھنا کیسے جادو کا اثر اترتا ہے خود ہی نہ کہیں الگ رہنے کو تو نام بدل دینا میرا۔'' آپا فرزانہ کی بات نے شائنہ کو اندر تک شانت کردیا تھا۔

''بس ایک بار انہیں لے کر نکل جاؤں اس گھر سے پھر کبھی پلٹ کر دیکھنے نا دوں گی انہیں اس باوا آدم کے زمانے کے بنے گھر کی طرف۔'' میں نے پرعزم لہجے میں سوچا۔ ماہ رمضان کی آمد کے ساتھ ہی میں نے اپنے سگھڑاپے کے جوہر دکھانے شروع کردیئے تھے تاکہ شوہر کے سامنے مظلوم بنے کا ڈراما رچا سکوں اور انہیں لگے بیچاری کو سانس لینے تک کی فرصت نہیں اور عیان آفس سے آنے کے بعد کچن میں مصروف دیکھ کر میرے لیے دل میں نرم گوشہ رکھنے لگے تھے۔

''عید کے بعد آفس سے چھٹیاں لوں گا پندرہ روز کی سیاحتی مقامات کی سیر کو چلیں گے۔'' انہوں نے افطاری

pklibrary.com

کے لیے پکوڑے تلتی شائنہ سے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''لائبہ اور ذیشان اور آنٹی کو بھی ساتھ لے چلیں گے۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''نہیں...... یہ ٹور ہمارے ہنی مون کے سلسلے میں ہوگا باقی گھر کے لوگوں کا کیا کام۔'' انہوں نے نرمی سے شائنہ کے گال تھپتھپا کر کہا اور کچن سے باہر نکل گئے۔ یہ بات سن کر میں اندر تک سرشار ہوگئی تھی کہ وہاں کے دلآویز ماحول میں اپنی بات منوانے کا نادر موقع ہاتھ آجائے گا۔

......☆☆☆......

ہنی مون سے واپسی سے اگلے روز ہی میرے شوہر کو آفس کی طرف سے ملے فلیٹ میں شفٹ ہونے کا ارادہ تھا۔ کال ملا کے جلدی سے فرزانہ آپا کو خوش خبری سنائی۔ فون بند کرکے کچن کی طرف بڑھ گئی کیونکہ رات دیر تک تھکان اور بیزاری رخ پہ سجائے کام کرتے نظر آتا تھا۔ اس بات سے خوب واقف کہ ایسی حالت میں بیویوں کو دیکھ کر محبت کرنے والے شوہروں کے دل پسیجتے ہیں۔ میں بھی کسی ایسے لمحے کی منتظر تھی۔

......☆☆☆......

''میری بہو بہت سگھڑ ہے ماشاء اللہ سے...... کیسے چند دنوں میں گھر کی ساری ذمہ داریاں اٹھالیں، اپنی پسند پہ ناز ہے مجھے، کیسا لذیذ کھانا پکاتی ہے کہ بندہ انگلیاں چاٹتا رہ جائے۔'' ثریا بیگم شائنہ کی شان میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہی تھیں۔ میں نے چونک کے ساس کی طرف دیکھا۔ کہ اپنی اور لائبہ کی محنت سے تیار کھانوں کا کریڈٹ وہ مجھے کیونکر دے رہی ہیں۔

''جی بھیا لاکھوں میں ایک ہے ہماری بھابی...... اللہ کا شکر ایک شریف النفس بھابی ملی ہیں اگر شازیہ جیسی کوئی عورت آجاتی تو اللہ کی پناہ یہ گھر کب کا دو ٹکڑوں میں بٹ چکا ہوتا۔'' میں نے اندر ہی اندر ساس اور نند کی چالاکی پہ دانت نکوسے مگر مسکرا کر فرماں ابردار ہونے کی اداکاری جاری رکھی۔

''اور پتا ہے بھیا...... بھابی ہم دونوں کے ساتھ دن

naeyufaq.com
مغربی اور مشرقی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ
ماہنامہ
نئے افق
کراچی
مغربی ادب سے انتخاب
جرم و سزا کے موضوع پر ہر ماہ منتخب ناول
مختلف ممالک میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر میں
ملک کی مشہور معروف قلم کاروں کے ناول
ہر ماہ خوب صورت تراجم دیس بدیس کی شاہکار کہانیاں
اس کے علاوہ
اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق
(03008264242)
Info@naeyufaq.com

میں ٹینس اور کیرم بھی کھیلتی ہیں اور میرے دوست تو اکثر فرمائشیں کر کے بھابی کے ہاتھ کے بنے نگٹس، پکوڑے اور سموسے اور بریانی کھاتے ہیں۔" ذیشان بھی کب پیچھے رہنے والا تھا۔ میں حیرت کے سمندر میں غوطہ زن سب کی من گھڑت فرضی کہانیاں سن رہی تھی اور یہ سب جاننے سے قاصر تھی کہ سب جھوٹ کیوں بول رہے ہیں۔

"ارے ہیرا ملا ہے تجھے...... قسمت سے ایسی عورتیں گھروں کو جنت بنایا کرتی ہیں، قدر کرنا ہمیشہ اس کی۔" ساس صاحبہ نے کرسی سے اٹھ کر میرے ماتھے پہ بوسہ دیا اور کمرے کی طرف چل دیں اور لائبہ بھی مجھے آرام کرنے کا کہہ کر خود ہی سارے برتن سمیٹنے لگی تھی۔

سچ کہتی ہیں فرزانہ آپا کہ ساس، نند اور دیور وہ بچھو ہیں جو موقع پا کر ڈنک مارنے سے بعض نہیں آتے اور ان کی یہ باتیں سن کر اس وقت اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کے رہ گئی تھی اور ان کی چالاکی و ہوشیاری کو داد دیئے بنا نہ رہ سکی۔ میری ساری پلاننگ دھری کی دھری رہ گئی تھی اب جو بھی کرلوں عیان کے دل میں نفرت کا بیج بو کر اپنا الو کبھی سیدھا نہیں کر پاؤں گی۔ یہ مجھے صاف دکھائی دے رہا تھا۔

......☆☆☆......

"میں بہت خوش ہوں تم نے میری بات کا مان رکھا...... کل سب کے منہ سے تمہاری تعریفیں سن کر یقین مانو مجھے بے حد خوشی ہوئی، تم نے صحیح معنوں میں اس گھر کو جنت کا نقشہ بنا دیا ہے۔" عیان کی ٹائی کو ناٹ لگاتے اس کے لبوں سے نکلے جملوں پر بادل نخواستہ اس نے مسکرا کر استقبال کیا تھا۔

"جان من...... آپ کے گھر والے صرف آپ کے گھر والے نہیں میری بھی فیملی ہیں اور فیملی دکھ سکھ میں شریک ہوتی ہے اور پیار کے بدلے پیار تو پھر ملا ہی کرتا ہے۔" اس نے عیان کے سینے پہ سر رکھ کر کہا۔

"آفس والے اکثر کہتے ہیں کہ شاندار فلیٹ ہے بیوی کو ساتھ لا کر بساؤ، میں کہتا ہوں فلیٹ کے بجائے دلوں کا بسا ہوا ہونا چاہیے تاکہ رشتے کبھی اپنی موت نہ مر سکیں بلکہ تعلقات ایسے ہونے چاہیے کہ ایک فرد کو تکلیف ہو تو باقی سب افراد بھی بے چین ہو جائیں اور اس گھر میں بھی ایک ایسی ہی فیملی رہتی، یہ سب تمہاری وجہ سے ممکن ہوا ہے۔" پیار سے اس کے گال تھپتھپا کر وہ بات مکمل کر کے نکل گیا تھا۔ کوئی بے چینی سی دل میں جاگزیں ہونے لگی تھی میں کسی ایسی چال کی تلاش میں تھی جس کی وجہ سے ثریا بیگم، ان کی بیٹی اور بیٹے کو اس کے مقابلے میں شہ مات ہو جائے لیکن عیان کے گھر والے شاید بہت چلاک ہیں میرا ارادہ بھانپ کر ہی وہ لوگ میرے ساتھ اچھے بنے کا ناٹک کر رہے ہیں۔ جب اپنی چال میں کامیاب ہو جائیں گے تو شائنہ بیگم تم بے دام کی کنیز بن کر رہ جاؤ گی اس گھر میں، اچھا اچھا بننا چھوڑ دو اور ہٹ دھرمی سے اپنی بات منواؤ۔ شوہر کو مٹھی میں کرو، دل اس لمحے اندر ہی اندر ترکیبیں دے رہا تھا، میں کسی صورت ہار نہیں مانوں گی اور ان کی ہر چال ان پہ ہی الٹی کر دوں گی، میں نے دل سے تہیہ کیا۔

......☆☆☆......

شائنہ نے ہر طرح سے سب کو ستانے کے جتن کر ڈالے تھے۔ تاکہ اس پہ بات آئے بغیر وہ اس گھر سے نکل کر کمپنی کی طرف سے ملے فلیٹ میں شفٹ ہو جائے لیکن اس کی ہر چال الٹی پڑ رہی تھی۔ کبھی وہ ناشتہ لیٹ بناتی اور آنکھ نہ کھلنے کا بہانہ بنانے لگتی، کبھی رات کے کھانے کے وقت پڑی سوئی رہتی اور جیسے ہی عیان کے آنے کا وقت ہوتا سر باندھے پکے پکائے کھانوں پہ اپنی مہر لگانے میں جت جاتی اور یوں سب کو سرو کرتی جیسے سب اس نے پکایا ہو، اس کی ساس، نند اور دیور ایک ایک چیز کو چٹخارے بھر بھر کے کھاتے اور تعریفوں کے پل باندھنے لگتے۔ یہ حرکت اسے زچ کر دیا کرتی تھی، آپا فرزانہ بھی ایسی سچویشن میں کوئی بہتر مشورہ نہیں دے پا رہی تھیں کہ شائنہ کے سسرالیوں کے فسوں کو کس طرح سے توڑ کر عیان کے سامنے انہیں برا بنا کے پیش کیا جائے۔ دن یوں ہی گزر رہے تھے اور کوئی چال کامیاب نہیں ہو رہی تھی۔ اب ایک

pklibrary.com

ہی ذریعہ رہ گیا تھا خود کو برا بنا کر لڑ جھگڑ کر الگ ہو جانے کا لیکن شوہر کے سامنے بنے اپنے اس اچھے امیج کو وہ کسی صورت داغ دار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ دن رات انہیں سوچوں میں کھلتی انگاروں پہ لوٹ رہی تھی۔

"آخر آپ لوگ میری شکایت کیوں نہیں کرتے عیان سے..... کہیں میں بدزبان، بدذات اور کمینی عورت ہوں جو گھر کا سکون اور ماحول غارت کرنے پہ تلی ہوئی ہے اسے لے کر نکل جاؤ ہمارے گھر سے۔" ایک دن ان کے مثبت رویوں سے تنگ آ کر وہ پھٹ پڑی کیونکہ عیان کی غیر موجودگی میں بھی ان کا رویہ اپنائیت بھرا ہی ہوتا تھا چاہے وہ جتنے کڑوے کسیلے جملے بول دیا کرے۔

"تم عزت ہو ہمارے گھر کی..... ہم نے اپنے بیٹے کا گھر آباد کرنے کے لیے بہت چھان بین کے بعد تمہارے گھر رشتہ کی بات چلائی۔ لائبہ کو نغمہ کے گھر میلاد تم سے مل کر تمہارا اخلاق اور خوب صورتی اتنی بھائی کہ اگلے ہی ہفتے مجھے ساتھ لیے تمہارے گھر پہنچ گئی، تم بری نہیں ہو مگر کسی کے غلط مشوروں پہ چل کر برا بننے کا ڈھونگ رچا رہی ہو تاکہ تم الگ سے اپنے شوہر کے ساتھ زندگی بسر کر سکو..... ایسی زندگی جس میں سسرالی رشتوں کی کسی قسم کی مداخلت نہ ہو۔" میری ساس نے محبت سے بازو پکڑ کر مجھے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر میری اس خواہش کو پورا کر دیں، یہ اچھا بننے کا ناٹک نہ کریں بیٹے کے سامنے۔" شائنہ نے جلے بھنے انداز میں کہا۔

"ہر لڑکی کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ جیسے ہی بیاہ کر آئیں، گھر کے پلے پلائے، کماؤ پوت کو اس کے حوالے کر کے الگ کر دیا جائے مگر ایک لمحے کو سوچو تمہیں بیاہے تین ماہ ہونے کو آئے ہیں اور تم عیان کو ہم سے دور کرنے پہ تلی ہو، ہمارے ساتھ تو ستائیس اٹھائیس سال سے رہ رہا ہے ہم اتنی آسانی سے اس سے کیسے دستبردار ہو جائیں..... ہم دل سے اس کی محبت نکال کر جدائی کا کڑوا گھونٹ بھرنے کو کیونکر تیار ہو جائیں؟" میری ساس نے اب کے سنجیدگی کو خود پہ اوڑھتے ہوئے جواب طلب نظروں سے مجھے دیکھ کر سوال کیا۔

"تم ایک ماں کی ممتا اور محبت کو تب ہی سمجھ پاؤ گی جب کسی بیٹے یا بیٹی کو جنم دو گی..... تم نے اس کے ساتھ ایک لمبی عمر جینی ہے، بہن اور بھائی چند سالوں میں بیاہ کر اپنی اپنی فیملی میں مصروف ہو جائیں گے، رہ گئی میں تو ایک دل کے عارضے میں مبتلا بڑھیا کی زندگی کا کیا بھروسا، آج ہوں کل نہیں۔" ساس کی یہ باتیں شائنہ کو شرمندہ کر رہی تھیں۔ لائبہ اور ذیشان کے چہرے پہ لکھی دکھ کی تحریر میری نظروں سے چھپ نہیں سکی تھی۔

"میری پھپیاں، چچا اور چچیاں امی کی اس لیے ہی عزت کرتے ہیں کہ امی نے شروع دن سے کسی کو بیگانہ نہیں سمجھا پہلی بہو تھیں اس گھر کی، سب نندوں اور دیوروں کو اپنے ہاتھوں سے بیاہا..... کبھی شکوہ یا اف تک لب پہ نہیں لائیں، کوئی اور ساس ہوتیں آپ کی حرکتیں دیکھ کر بیٹے کو آپ کے خلاف کر کے طلاق کا بدنما ٹھپہ آپ کے ماتھے پہ ثبت کر کے گھر سے چلتا کرتیں مگر انہوں نے بیٹے کے دل میں آپ کی محبت اور قدر بڑھائی ہے، میرا بھائی اب آپ کے بغیر زندگی جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، صرف اس لیے کہ ہم نے ڈی گریڈ نہیں کیا آپ کو آپ کا سر ان کے سامنے بلند رکھنے کی کوشش کی ہے۔" لائبہ اور آنٹی کی باتیں سنتے نجانے کب شائنہ کی آنکھوں سے ندامت کے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ جہنم کے دہانے پہ کھڑی تھی اور کسی نے رحمت بھری نگاہ سے دیکھ کر اس کے مقدر میں جنت لکھ دی تھی۔ اس نے دل سے اپنے کیے کی معافی مانگی اور سب نے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا تھا۔ اب سچ میں مجھے اس گھر کو اپنا گھر بنانا تھا۔

www.naeyufaq.com

فاطمہ عاشی

# زادِ راہ

کبھی مشکلوں کا تھا سامنا کبھی راحتوں میں گزر گئے
وہ جو دن تھے میرے شباب کے تیری چاہتوں میں گزر گئے
کبھی راز داں نے ستم کیا کبھی خود رقیب سے جا ملے
وہ جو لمحے تھے میرے پیار کے وہ رقابتوں میں گزر گئے

کتنے ہی کٹھن اور مشکل حالات ان تینوں بہن بھائیوں نے دیکھے تھے، ہر بار خود ہی ہمت اور حوصلے سے کام لے کر ہر مشکل کا سامنا کیا تھا مگر اب جب فاریہ بشیر نے اتنے آرام سے ان دونوں کو یہ بات بتائی تو وہ ایک دوسرے کی طرف ہی دیکھ رہے تھے حیرانی سے۔ انہوں نے اپنی بہن کی طرف دیکھا جس نے ایک چٹان کی طرح زور دار طوفانوں سے نہ صرف ان دونوں کو ہمیشہ بچایا تھا بلکہ آگے بڑھنے کے لیے ان دونوں کی رہنمائی بھی کی تھی، جب وہ کافی دیر تک سکتے کی حالت میں کھڑے رہے تو یہ خاموشی فاریہ نے توڑی اور بولی۔

”کیا ہوا؟ ایک جاب ہی تو چھوٹی ہے میری، کہیں نہ کہیں ضرور مل جائے گی۔ ایک در بند ہوتا ہے تو سو در کھل بھی جاتے ہیں اور تم دونوں پریشان کیوں ہو رہے ہو اور یہ ہونقوں کی طرح کیوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہو؟“ فاریہ کے انداز میں حد درجہ بے نیازی تھی۔ وہ دونوں بہن بھائی اب بھی حیران تھے۔

”آپی...... آپ جانتی ہیں کہ آپ ہی ہمارے لیے واحد سہارا ہیں اور آپ کی یہ جاب ہی واحد ایک وسیلہ تھی جس سے آپ ہم دونوں کی پڑھائی کا بوجھ اٹھا رہی تھیں۔ اب کیا ہوگا آپی؟“ فاریہ سے چھوٹی اریشہ حد درجہ پریشان ہو کر بولی۔

”تم سوچ سوچ کر اتنی ہلکان کیوں ہو رہی ہو؟ اللہ ہمارا مددگار ہے، ویسے بھی میں نے ایک دو ٹیوشن سینٹرز میں بات کی ہے۔ سوچ رہا ہوں کہ پڑھائی کے ساتھ ساتھ شام کو بچوں کو ٹیوشن بھی دے دیا کروں۔“ سب سے چھوٹے حسان نے آپی کی طرف دیکھ کر حل پیش کیا۔

”کسی کو کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں ابھی زندہ ہوں اور حسان تم اپنی پڑھائی کی طرف توجہ دو، تمہیں ہر حال میں ڈاکٹر بننا ہے اور اریشہ پریشانی مجھے ہونی چاہیے ناں جو کہ بالکل بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں ہمارا ساتھ دیا ہے وہی اب بھی کوئی راستہ نکال دے گا...... ویسے بھی میں نے عاشر سے بھی بات کی ہے جلد ہی کوئی اچھی خبر ملے گی۔“ اس نے ہاتھ تھام کر چھوٹی بہن کو تسلی دی جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہت زیادہ ٹینشن لے لیتی تھی اور یہ تو ایک بہت بڑی بات تھی۔ اریشہ نے خود کو سنبھالا اور پھر بولی۔

”آپی...... گھر کے حالات آپ کے سامنے ہیں اگر چچی کو پتا چلا کہ آپ کی جاب چلی گئی ہے تو وہ طرح طرح کی باتیں سنا کر آسمان سر پر اٹھالیں گی۔ مجھے صرف آپ کا خیال ہے۔ ویسے بھی ٹیوشن سے اتنے پیسے تو جمع کر رکھے

pklibrary.com

ہیں میں نے کہ کچھ دن گزار......" یک دم فاریہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"وہ سب تم اپنے پاس ہی رکھو...... ان شاء اللہ مجھے کوئی اور جاب ضرور مل جائے گی۔" اریشہ نے لب بھینچ کر اپنی بڑی بہن کو دیکھا جس کے لہجے میں سختی کے ساتھ امید بھی تھی۔

"ان شاء اللہ یہ مشکل وقت ضرور کٹ جائے گا۔" دونوں بہن بھائی خاموش ہوگئے۔ فاریہ کو تھوڑی بہت پریشانی تو تھی مگر جان بچی سو لاکھوں پائے کے مصداق اس نے سب کچھ رب کی رضا پر چھوڑ دیا تھا۔ شکر ہے اس کی عزت سلامت تھی یہ جاب تو آنی جانی چیز تھی...... اس نے دونوں بہن بھائیوں کو بٹھایا اور ان کے لیے کھانا لینے چلی گئی تھی۔

......☆☆☆......

بریک فاسٹ ٹیبل پر مسز مائرہ جہاں باقی گھر کے افراد کو دیکھ کر مطمئن ہوئی تھی وہیں اپنے لاڈلے بیٹے فارس کو نہ پا کر ان کا منہ بن گیا تھا۔ باقر صاحب نے یہ بات بخوبی نوٹ کی ساتھ بیٹھے ان کے بیٹے حارث اور اس کی بیوی سونیا نے بھی ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ باقر صاحب ان کو چیئر پر بیٹھتے دیکھ کر بولے۔

"آج تمہارا صاحب زادہ لیٹ نہیں جاگا۔ وہ صبح صبح ہی اٹھ گیا تھا، واک کے لیے نکلا تھا۔ ابھی واپس آتا ہی ہوگا۔" کلائی پر بندھی گھڑی پر ٹائم دیکھتے ہوئے انہوں نے کہا۔

"مجھے اس کے جلدی جاگنے یا دیر سے اٹھنے سے کوئی پرابلم نہیں۔ آپ جانتے ہیں میری ٹینشن صرف یہ ہے کہ وہ یہ فکر کرے کہ اسے فیوچر میں کیا کرنا ہے۔ کوئی تو اسے اس بات کا احساس دلائے۔" وہ چائے پیتی ہوئی جواب دہ ہوئیں، اپنے بیٹے کی طرف سے بہت فکر مند تھی۔

"ڈیڈ...... آپ اسے فورس کیوں نہیں کرتے کہ وہ کوئی کام کرے...... اسے واپس آئے ہوئے دو مہینے سے زیادہ ہو چکے ہیں اور وہ ہے کہ اپنی زندگی کے بارے میں ذرا بھی

pklibrary.com

سیریس نہیں۔" حارث بڑے بھائی کی حیثیت سے اس کے لیے فکرمند تھا۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھی کہ فارس ٹریک سوٹ میں ان چاروں کو اندر آتا دکھائی دیا چہرے پر تازگی اور بشاشت تھی۔

"گڈ مارننگ آل آف یو..... لگتا ہے مما میرے لیے کچھ زیادہ ہی پریشان ہیں؟" اس نے سب کو سلام کیا اور ماں کے سر پر بوسہ دیتا چیئر کھینچ کر بیٹھ گیا، لہجے میں بے فکری تھی۔

"فارس..... صرف مما ہی نہیں ہم سب تمہارے فیوچر کو لے کر روزانہ تمہیں ہی ڈسکس کرتے ہیں آخر تم کوئی بزنس کیوں نہیں اسٹارٹ کر لیتے اگر کوئی پلین تمہارے ذہن میں ہے فیکٹری کے بارے میں تو مجھ سے ڈسکس کرو میں تمہاری ہیلپ کروں گی اگر تم راضی ہو تو انویسٹمنٹ کی بھی فکر نہ کرو سب ہو جائے گا۔" ٹوسٹ کھاتی سونیا نے اسے مشورہ دیا۔ اس نے ابرو اچکا کر اپنی بھابی کو دیکھا اور بولا۔

"فی الحال مجھے تھوڑا ریسٹ کرنے دیں..... میرا مائنڈ اس بار ریکسو ہوگا تو یہ بھی کر لوں گا..... مام ڈیڈ کیا میں آپ کی موجودگی میں سکون سے بریک فاسٹ کر سکتا ہوں۔" وہ دونوں جو اسے کینہ توز نظروں سے گھور رہے تھے۔ اس کی اس بات پر ڈیڈ نے کندھے اچکائے جب کہ سونیا اور ممی نے اسے غصے سے دیکھا، اس نے مسکرا کر سینڈوچ کھانا شروع کر دیا۔

"تم ایسا کرو کچھ دن میرے ساتھ کام کر کے دیکھو..... کالج کے بہت سے معاملات ہیں ان میں میرا ہاتھ بٹاؤ اور ساتھ ساتھ فیکٹری کے لیے بھی سوچو۔ آئی تھنک تمہیں ایک اچھا ریسٹ ملے گا اگر کام نہیں کرنا چاہتے تو ایک بار وزٹ کے لیے ہی آ جاؤ۔" حارث نے بڑے آرام سے مگر طنز کے ساتھ کہا۔

"آئیڈیا برا نہیں ہے برو..... میں یوں آپ سب کے سوالوں سے بھی بچ جاؤں گا اور کچھ دن کے لیے مام ڈیڈ کی ٹینشن بھی کم ہو جائے گی۔ میں ضرور کسی دن چکر لگاؤں گا۔" بے نیازی سے کہتا فارس سب کو زہر لگ رہا تھا، اس کی لاپروائی عروج پر تھی۔ دوسروں کے غصے کی پروانہ کرتے ہوئے وہ آرام سے چائے کے سپ لے رہا تھا۔

☆☆☆

"یہ کیا امی آج پھر آپ کچن میں کھڑی کھانا پکا رہی ہیں، بھابی کہاں ہیں؟" عاشر جلدی جاب سے واپس آ گیا تھا۔ ماں کو کام کرتے دیکھ کر چونکا اور پوچھا۔

"ہاں میں ہی کام کر رہی ہوں، میرا اپنا گھر ہے اور اپنا کچن۔ ثانیہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں وہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی ہے۔" عقیلہ بیگم نے تڑخ کر جواب دیا۔ عاشر نے تاسف سے سر ہلایا مگر خاموش رہا، ثانیہ کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھا۔ یوں ہی نہیں اس نے شادی کے چند دنوں بعد حاشر کو اپنی مٹھی میں کر لیا تھا۔ سسرال میں اپنی اجارہ داری کیسے قائم رکھنی تھی وہ لڑکی سب گر سیکھ کر آئی تھی۔

"کاش فاریہ اس گھر میں ہوتی۔" وہ یہی سوچ رہا تھا۔

"یہ تم کس سوچ میں پڑ گئے؟ ایک بات تو بتاؤ سنا ہے فاریہ مہارانی جاب چھوڑ کر گھر بیٹھ گئی ہے، اب کیا ہم ان تینوں کا خرچہ اٹھائیں گے۔" انہوں نے یک دم سوال کیا تو وہ گڑبڑا گیا۔

"نہیں امی..... ایسا تو کچھ نہیں ہے، آپ کو کس نے بتایا۔" اس نے جلدی سے سب سوال کیا تو ماں نے اسے تند نظروں سے دیکھا، اس نے نگاہیں جھکا لیں۔

"تم یہ بات چھوڑو۔ کہیں اس نے تم سے پیسے ویسے تو نہیں مانگے اور تم تو اتنے شریف اور نرم دل ہو کہ ہو گئے ہو گے رام اس کی باتوں سے۔ اس کی کہانی سن کر اس کی مدد کرنے کا بھی سوچا ہوگا تم نے مگر یاد رکھو میں ایسا ہونے نہیں دوں گی، اپنا خرچہ خود اٹھائیں۔ ہم نے کسی کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا۔" وہ غصے سے کہتی مسلسل برتن پٹخ رہی تھی، عاشر کو غصہ آ گیا۔

"امی ایک غلطی آپ کر چکی ہیں فاریہ جیسی لڑکی کو ریجیکٹ کر کے اور مزید آپ ان لوگوں سے کیا چاہتی ہیں؟

pklibrary.com

کیوں آپ ان تینوں کو برداشت نہیں کرسکتی؟ وہ میرے کزن ہیں اور میں ان سے دور نہیں رہ سکتا اور جہاں تک مدد کی بات ہے فاریہ جیسی خوددار لڑکی مجھ سے کیا کسی اور سے کبھی بھی مدد نہیں مانگے گی...... خدارا کبھی نفرت اور بغض کو دل سے نکال کر ان کو محبت کی نظر سے بھی دیکھ لیا کریں۔" وہ ماں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر تلخی سے کہتا وہاں سے چلا گیا جبکہ عقیلہ بیگم منہ پھیر کر کام میں متوجہ ہوگئی تھی۔

......☆☆☆......

فاریہ، اریشہ اور حسان بشیر، سمیرا بیگم کے بچے تھے۔ انہوں نے اپنے تینوں بچوں کو لاڈ پیار سے پالا تھا۔ بشیر ایک سرکاری محکمہ میں کلرک تھے۔ سمیرا گھریلو خاتون تھیں جو کچھ بھی آتا بچوں پر لگا دیتے، ان کے ایک ہی بھائی تھے منیر جو ان سے دو سال بڑے تھے۔ عقیلہ بھابی تھوڑی تیز طرار سی تھی۔ منیر کے دو بیٹے حاشر اور چھوٹا عاشر جو فاریہ کا ہم عمر تھا۔ دونوں بھائیوں نے بچپن میں حاشر اور فاریہ کی منگنی کردی تھی۔ ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں سمیرا اور بشیر دنیا سے چلے گئے تو منیر صاحب نے اپنے خون کے رشتوں کو سہارا دیا، گھر اکٹھا تھا دو پورشنز بنے ہوئے تھے۔ بشیر کے جو بھی بقایاجات ان کو ملے تھے انہوں نے اپنے بھتیجے بھتیجیوں کی تعلیم پر لگا دیے تھے۔ فاریہ میٹرک میں تھی جب اس کے والدین اس دنیا سے رخصت ہوئے، طبیعت میں سبھاؤ اور ذمہ داری کا احساس جلد ہی جاگ گیا...... اس کے دونوں بہن بھائی چھوٹے تھے اس نے جلد ہی گھر کی اور ان کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔ کچھ سال بعد جب چچا بھی داغ مفارقت دے گئے تو چچی کو ان تینوں بہن بھائیوں کا وجود کھٹکنے لگا تھا۔ منیر صاحب کا میڈیکل اسٹور تھا جو حاشر سنبھال رہا تھا۔ آمدنی اچھی تھی۔ شروع میں تو گھر کا خرچہ اکٹھا چلتا رہا مگر تھوڑے ہی عرصے میں باتوں باتوں میں چچی نے جتانا شروع کردیا کہ تینوں بہن بھائی اپنا خرچہ خود اٹھائیں۔ فاریہ نے بی ایس سی کے بعد اسکول میں جاب کرلی اور ساتھ دونوں بہنیں گھر میں ٹیوشنز بھی دینے لگی تھیں۔ عاشر انجینئر بن رہا تھا وہ اور فاریہ کلاس فیلو تھے، میٹرک تک دونوں اکٹھے پڑھتے رہے، اسے فاریہ سے اپنی بہنوں جیسی محبت تھی جو بھابی بن کر اور بھی پروان چڑھتی مگر ایسا نہ ہوا، عقیلہ نے حاشر کے لیے اپنی بھانجی ثانیہ کو پسند کرلیا، اسے بھی چلبلی ثانیہ اتنی بھائی کہ بچپن کا طے کیا گیا رشتہ توڑ دیا۔

فاریہ نے اپنے بہن بھائیوں کی ذمہ داری سنبھال لی تھی۔ پرائیویٹ ایم اے کیا اور اس کے ساتھ اسکول کی جاب کا سہارا بھی تھا۔ عاشر انجینئرنگ کے بعد ایک فرم میں جاب کررہا تھا۔ اسے اپنے کزنز کی مشکلات کا بخوبی اندازہ تھا، چوری چوری حسان کو پاکٹ منی بھی دے دیا کرتا تھا۔ اریشہ کی معصومیت پر تو اس قدر فدا تھا کہ ہر وقت اس سے چھیڑ خانی کرتا رہتا۔ وہ اتنی سادہ اور معصوم تھی کہ اسے اس کے ذومعنی جملے سمجھ ہی نہ آتے۔ فاریہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ اریشہ کو پسند کرتا ہے مگر چچی سے خائف تھی۔ اسے پتا تھا کہ وہ اریشہ کو کبھی اپنی بہو نہیں بنائیں گی۔ یہ بات اس نے کئی بار عاشر سے کی تھی مگر وہ ہنسی میں ٹال دیتا تھا۔ وہ اپنی ساری مشکلات اسی سے ڈسکس کرتی، دن اسی طرح گزرتے رہے حسان اسکالر شپ پر میڈیکل کے پہلے سال میں تھا اور اریشہ ایم اے کررہی تھی۔ جاب اور ٹیوشن سے گھر کا خرچہ چل رہا تھا۔ اللہ کا شکر ادا کرتی مگر اچانک ہی اسکول کے ایڈمن نے اسے ٹریپ کرنا شروع کردیا...... خوب صورت تو وہ تھی ہی مگر بالکل سادہ حلیے میں رہتی، ایک بار تو اس نے اگنور کیا مگر جب ایک بار اسے تنہا آفس میں بلا کر ایڈمن نے بدتمیزی کرنا چاہی تو اس نے جاب چھوڑ دی۔ اسے اپنی عزت سے بڑھ کر یہ جاب پیاری نہیں تھی۔ عاشر سے ذکر کیا تو اس نے تسلی دی کہ کہیں نہ کہیں اس کی جاب ضرور لگوا دے گا۔ وہ مطمئن تھی اور دعا بھی کہہ رہی تھی کہ سب بہتر ہوجائے۔

☆☆☆......

مائرہ اور باقر کی پسند کی شادی تھی، باقر صاحب شہر کے مشہور بزنس مین تھے۔ اللہ نے ان دونوں کو دو بیٹوں سے

pklibrary.com

نوازا تھا بڑا حارث اور چھوٹا فارس تھا۔ دونوں انجینئر تھے، حارث نے کچھ انویسٹمنٹ کر کے ایک چھوٹا سا اسکول چلانا شروع کیا اور ساتھ ساتھ باپ کا کاروبار بھی دیکھا، اسکول اب ترقی کر کے کالج کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ فارس نے انجینئرنگ کر کے اسکالرشپ کے لیے اپلائی کیا تو اسے کوریا جانا پڑا، اس کے جانے سے پہلے مائرہ اور باقر نے حارث کی شادی اپنے دوست کی بیٹی سونیا امجد سے کردی جو ڈریس ڈیزائنر بھی اور ساس کی بوتیک شادی کے بعد اسی نے سنبھالی ہوئی تھی۔ سونیا چاہتی تھی کہ حارث بزنس چھوڑ کر فیکٹری لگائے اور اپنی تعلیم کو ضائع نہ کرے، حارث اسے سمجھاتا کہ اسکول اور کالج کا بزنس اس قدر پھیل چکا ہے کہ وہ یونہی اس کو ختم نہیں کر سکتا۔ ان دونوں کے ازدواجی تعلقات خراب رہنے لگے تھے۔ سونیا نے شرط رکھی کہ وہ تب تک ماں نہیں بنے گی جب تک حارث کالج چھوڑ نہیں دیتا، سب اسی بات پر پریشان رہتے اس کا حل باقر نے نکالنا چاہا کہ فارس کو واپس آنے دیا جائے وہ اپنا یہ کاروبار اس کے حوالے کر دے مگر فارس واپس نہیں آنا چاہتا تھا، رشتوں کی زنجیروں میں قید ہو کر وہ اپنی زندگی خراب نہیں کرنا چاہتا تھا، وہ مزید اسکالرشپ کے لیے اپلائی کر کے تعلیم جاری رکھنے کا سوچ رہا تھا۔ اپنوں سے دوری نے اسے خود غرض اور مطلبی بنا دیا تھا۔ باپ کے کہنے پر واپس آ گیا تھا کیونکہ اس کا اسٹڈی ویزا بھی ختم ہو چکا تھا۔ یہاں آ کر سب کے ارادے جان کر وہ حیران رہ گیا تھا۔ فی الحال وہ کوئی کام نہیں کرنا چاہتا تھا اور خاموش رہ کر ہی سب کو تنگ کر رہا تھا۔

☆☆☆

"ہیلو خوب صورت گرلز...... یہ اکیلا اکیلے کچن میں کیا پکایا جا رہا ہے؟" عاشر نے دونوں کو کچن میں مصروف دیکھ کر فاریہ کے سر پر ہلکی سی چپت لگا کر پوچھا، دونوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ مسکرانے لگا۔

"توبہ ہے یار...... تم نے تو ڈرا ہی دیا، کبھی تو ایسا ہو کہ آپ سیدھے راستے سے آ جائیں پر نہ جی ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔" فاریہ نے اسے گھور کر شرم دلائی تو ڈھٹائی سے ہنستا رہا۔

"آپی بھائی یقیناً ہمیشہ کی طرح ہماری مزیدار بریانی کی خوشبو سونگھتے ہوئے آئے ہوں گے، ہیں ناں عاشر بھائی؟" اریشہ نے معصومیت سے کہا تو اس کی ہنسی کو یک دم بریک لگ گیا، اس نے برا سا منہ بنا کر اسے گھورا تو فاریہ کی ہنسی نکل گئی۔ وہ بدمزہ ہو کر کچن سے باہر نکل گیا۔

"انہیں کیا ہوا...... ناراض کیوں ہو گئے آپی یہ؟" ہنسی روکتی فاریہ سے حیران ہو کر اریشہ نے سوال کیا تو وہ آرام سے بولی۔

"کچھ نہیں ہوا...... تم ذرا بریانی کو دیکھ لو میں اسے دیکھتی ہوں۔" یہ کہہ کر وہ باہر آئی، باہر صوفے پر عاشر منہ پھلائے بیٹھا تھا۔

"یہ تم اپنی بہن کو منع کیوں نہیں کرتی مجھے بھائی کا لقب دینے سے۔" وہ صوفے پر بیٹھتی فاریہ کو گھورتے ہوئے بولا۔

"تم غصہ مت کرو...... یہ سب اس وقت ہوگا جب چچی دل سے تمہارا پروپوزل میری بہن کے لیے لے کر آئیں گی۔ میں انتظار کر رہی ہوں، ویسے جب وہ تمہیں بھائی کہتی ہے ناں مجھے بڑا مزا آتا ہے تمہاری حالت دیکھ کر۔" وہ مسکرا کر اس کا دل جلا رہی تھی۔

"چلو میری وجہ سے میری دوست کے چہرے پر مسکراہٹ تو آتی ہے ورنہ محترمہ ذمہ داریوں کے بوجھ تلے اس قدر دبی ہوئی ہیں کہ خود کی پروا ہی نہیں۔ ویسے مبارک ہو تمہیں جاب مل گئی۔ کہا تھا ناں ایک بار اپلائی کرو اچھا ریسپونس ملے گا۔" عاشر بولا۔

"ہاں تمہارا تھینک...... سر حارث اچھے انسان ہیں، وہ محنتی ورکرز کی قدر کرتے ہیں اور تم مجھے تو جانتے ہو مجھے اپنے کام سے کتنی محبت ہے اور سیلری کا بھی کوئی ایشو نہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب میں آرام سے ساری ذمہ داریاں پوری کر پاؤں گی۔" وہ اطمینان سے بولی۔

"فارس، باقر یاد ہے تمہیں؟ وہ جو بچپن میں ففتھ گریڈ

تک ہمارے ساتھ پڑھتا تھا۔ ایف ایس سی تک میرا کلاس فیلو بھی رہا...... یہ ادارہ اسی کے بھائی حارث باقر کا اسٹیبلش کیا ہوا ہے۔ بہت محنت کی ہے اس کے بھائی نے، اب تو شہر کا ٹاپ کالج شمار ہونے لگا ہے، سنا ہے فارس پاکستان آیا ہوا ہے؟ میں تو ایک عام سی نوکری کر رہا ہوں ورنہ اسکالرشپ کے لیے اپلائی کرتا۔" وہ اسے تفصیل سے بتا رہا تھا جو خاموشی سے سن رہی تھی۔

"واقعی عاشر...... انجینئرز کا فیوچر بہت مشکل ہے، تب ہی تو میں نے حسان کو فورس کیا کہ وہ ڈاکٹر ہی بنے، تم اس کے لیے دعا کرو تو میرے دوست بھی ہو اور بھائی بھی۔ تمہارے حوالے سے اریشہ کے لیے تو میں فکر سے آزاد ہو چکی ہوں، ہر وقت تمہارے لیے دعا گو رہتی ہوں، تم میری پریشانیاں سمیٹ لیتے ہو، ہر مشکل میں میری مدد کرتے ہو، چچی کا رویہ کب بدلے کوئی نہیں جانتا مگر مجھے تم پر پورا بھروسا ہے میرے بھائی۔" وہ آنکھوں میں نمی لیے تشکر سے عاشر سے کہہ رہی تھی۔

"تم میری دوست بھی ہو اور بہن بھی...... شکریہ نا ہی کرو تو بہتر ہے، کبھی اپنے لیے بھی سوچ لیا کرو لڑکی، ذمہ داریوں کے درمیان تمہارا اپنا وجود کیا کوئی اہمیت رکھتا ہے؟" وہ ہمیشہ کی طرح اس کے لیے فکر مند تھا۔

"میرے کندھوں پر بہت سی ذمہ داریاں ہیں جب تک میرے بہن بھائی اچھے مقام تک نہیں پہنچ جاتے میں خود سے لاپروا ہی رہوں تو بہتر ہے۔" اس نے آرام سے جواب دیا۔

"عاشر بھائی...... آپی بریانی تیار ہے۔" اریشہ نے آواز لگائی تو عاشر نے منہ پھلا لیا جبکہ فاریہ کا قہقہہ بے ساختہ بلند ہوا تھا۔

......☆☆☆......

"آخر تم کیوں ہم سب کو اذیت دے رہی ہو؟ رشتوں میں شرائط کی سودے بازی نہیں ہوتی...... تمہیں یہ بات کیوں سمجھ میں نہیں آتی؟" حارث نے سونیا سے غصے سے کہا۔

"میں نے کوئی اتنا بڑا امتحان نہیں لیا۔ بس میں چاہتی ہوں کہ تم یہ کام چھوڑ دو، اپنے بھائی کو سمجھاؤ یہ کالج اس کے حوالے کر دو...... تم جانتے ہو کہ میں تمہارے بارے میں بہت پوزیسیو ہوں، مجھے تمہارا طرح طرح کی لڑکیوں کے ساتھ بیٹھنا اور کام کرنا پسند نہیں۔" وہ بے نیازی سے کہتی حارث کو غصہ دلا گئی۔

"میں فارس کو سمجھا رہا ہوں...... تمہارے کہنے پر فیکٹری کا کام بھی اسٹارٹ کر دیا مگر یہ لڑکیوں سے بات چیت کی بات بالکل غلط ہے۔ اتنا تو بھروسا ہونا چاہیے تمہیں مجھ پر۔" روز روز کی بحث سے وہ تھک گیا تھا۔

"اگر فارس راضی ہو تو ثنا سے اس کی منگنی کر دیں گے یوں ہو سکتا ہے وہ واپس جانے کا ارادہ ختم کر دے۔" اس نے اپنی بہن کا ذکر کیا، اس کی بات پر حارث نے اسے حیرانی سے دیکھا۔

"اگر یہ سب ہو جاتا ہے تو ہم اپنی فیملی بنا لیں گے...... بس تم یہ کام چھوڑ دو۔" وہ اب بھی اپنی بات پر اڑی ہوئی تھی۔

"اچھا میں اسے سمجھاؤں گا مجھے کافی تو پلوا دو۔" حارث نے کہا تو وہ باہر چلی گئی مگر اس کے جانے سے پہلے دروازے پر کھڑا فارس سب کچھ سن چکا تھا۔

......☆☆☆......

"یہ کوئی اتنی سیریس بات نہیں ہے بیٹا جس پر تم یوں ری ایکٹ کر رہے ہو؟ جب سے تم واپس آئے ہو پتا نہیں مجھے کیوں یہ لگ رہا ہے کہ تمہارا یہاں دل نہیں لگ رہا، ویسے بھی تم کوئی کام بھی نہیں کر رہے، ہم سب تمہارے اپنے ہیں، تمہیں تمہاری ذمہ داریوں کا احساس دلانا چاہتے ہیں، تم ایک پڑھے لکھے فارن ڈگری ہولڈر انجینئر ہو نا صرف ہمارے لیے بلکہ اپنے ملک کے لیے بھی سرمایہ ہو، تم فی الحال اپنے ملک میں رہ کر اپنی تعلیم اور تجربے کا استعمال کرو، یہ سوچ اپنے دماغ سے نکال دو کہ کوئی تمہیں غلام بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔" فارس نے غصے میں آ کر جب ڈیڈ کو ساری بات بتائی تو انہوں نے اسے آرام سے سمجھایا۔

pklibrary.com

اس بار اس نے لمبی سانس خارج کی اور نرمی سے بولا۔
"آپ جانتے ہیں کہ میں پی ایچ ڈی کی اسکالرشپ کے لیے اپلائی کر کے باہر جانا چاہتا ہوں...... آپ سب کو سمجھائیں میں اپنی اسٹڈیز پر فوکس کر کے باہر ہی سیٹل ہونا چاہتا ہوں آپ تو میرا ساتھ دیں پلیز۔" اس کے لہجے میں لجاجت آئی۔
"تم اپنی جگہ درست ہو میرے بچے مگر والدین کے بھی بچوں کے بارے میں بہت سے ارمان ہوتے ہیں، تم یوں سب سے دامن بچا کر اکیلے رہنے کی بات کرتے ہو...... عجیب فلسفہ ہے تمہارا فارس۔" ان کے لہجے میں مان تھا اور اس نے اٹھ کر ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔
"چلیں ٹھیک ہے، ابھی کچھ وقت ہے میرے پاس۔ میں برو کے کالج جا کر ان کو خوش کر سکتا ہوں...... آپ یہ مشکل باتیں نہ کریں مجھ سے، جانتا ہوں یہ کہہ کر آپ مجھے منانا چاہتے ہیں۔" اس کے چہرے پر مسکان آئی۔
"یہ مشکل باتیں ہی حقیقی زندگی کا نچوڑ ہیں میرے بیٹے...... مجھے خوشی ہوتی ہے کہ تم جلدی بات سمجھ جاتے ہو۔" وہ اس کا گال تھپتھپا کر بولے۔
اس کے پاس یہی آپشن تھا کہ گھر والوں کی زبان کو کچھ وقت کے لیے بند کرنے کا اور اس کے موضوع سے ہٹانے کا۔
"یہ لوگ مجھے غلام نہیں بنا سکتے...... اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" وہ یہی سوچ رہا تھا۔
......☆☆☆......
"چچی جان السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ یہ پلاؤ ثانیہ باجی اور آپ کے لیے لائی ہوں۔" اریشہ نے چچی سے مخاطب ہو کر کہا، انہوں نے اسے سر سے لیکر پیر تک بغور دیکھا اور بولیں۔
"میں ٹھیک ہوں ثانیہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی ہے۔ چلو آ ہی گئی ہو تو سبزی ہی بنا دو مجھے اور ہاں یہ بتاؤ ذرا کہ فاریہ کی نوکری لگ گئی کیا اور کتنی تنخواہ دیتے ہیں وہ؟ پہلی نوکری کیوں چھوڑی تھی، تمہاری فکر رہتی ہے مجھے۔" انہوں نے سن گن لینی چاہی۔
"اچھا کالج ہے اور تنخواہ بھی اچھی ہے، بہت اچھا گزارا ہو رہا ہے ہمارا الحمدللہ۔" سبزی بناتی اریشہ نے چچی کو جواب دیا تو وہ ناک سکیڑ کر اسے دیکھتی رہی۔
"امی آپ بھی حد کرتی ہیں بھلا اسے کیا معلوم فاریہ کے بارے میں؟ ارے پلاؤ آیا ہے۔ شکر ہے اللہ نے میری سن لی صبح سے بھوکا ہوں۔" اندر آتے عاشر نے ماں کی بات سن لی تھی اسے دیکھ کر اس کے دل کی کلی کھل اٹھی تھی۔ وہ اس کے ہاتھ کا پکا پلاؤ شوق سے کھاتا تھا۔ اس نے پلیٹ اٹھا کر ہاتھوں سے ہی کھانا شروع کر دیا۔ اریشہ مسکرائی تو چچی کو اس کا مسکرانا ناگوار گزرا۔
"لاؤ دو مجھے، کتنی سست ہو تم لڑکی اب تک میں ہوتی تو سبزی بھی بن چکی ہوتی اور عاشر تم نے گندے ہاتھوں سے کھانا شروع کر دیا۔" انہوں نے سبزی والی ٹوکری اس کے ہاتھ سے جھپٹتے ہوئے غصہ نکالا اور بیٹے کو بھی گھر کا، اریشہ ڈر گئی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔
"میں چلتی ہوں اللہ حافظ۔" وہ وہاں سے نکل گئی۔ عاشر کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا، ہاتھ ساکت رہ گئے۔ اس نے باؤل پٹخا۔ ماں کو کینہ توز نظروں سے دیکھ کر بولا۔
"کھانا تو کھانے دیتیں اور ویسے میرے ہاتھ صاف ہی تھے امی۔" وہ بھی اٹھ کر چلا گیا، ماں نے اسے گھورا کیونکہ اس کا رخ اب کزنز کے پورشن کی طرف تھا۔
......☆☆☆......
"برو میں آپ کی ایفرٹ سے بہت ہی انسپائر ہوا ہوں...... آپ کا انسٹیٹیوٹ شہر کا آئیکون کہلانے کا حق دار ہے۔ ایڈمن آفس "سپورٹس گراؤنڈ" کلاس رومز اور پرنسپل آفس سب بہت ہی شاندار ہے اور سب سے زیادہ تو مجھے ملٹی میڈیا ہال پسند آیا، برو واقعی آپ کی سالوں کی محنت اور فنانشل سپورٹ کا نتیجہ ہے یہ اسکول اور کالج...... یو یار گریٹ برو۔" واپس آنے کے بعد جب پہلی بار اس نے حارث کے ادارے کا وزٹ کیا تو وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ

سکا، وہ کم ہی کسی کی تعریف کرتا تھا مگر اب اسے اندازہ ہوا کہ بھائی کے لیے یہ سب چھوڑنا اتنا آسان نہیں جتنا سونیا سمجھ رہی ہے۔ وہ جہاں فیسی نیٹ ہوا تھا اسے یک دم پریشانی بھی ہونے لگی تھی۔

”تھینکس فارس...... اس آئیکون کو اسٹیبلش کرنے اور اس مقام تک لانے میں میرا ہی رول نہیں بلکہ ٹیچرز اور ایڈمنسٹریشن کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔ مجھے فخر ہے اپنے ٹیچرز، اسٹوڈنٹس کی محنت اور کارکردگی پر۔“ حارث باقر خوشی خوشی بھائی کو سب بتا رہا تھا اور وہ اسے خاموشی سے سن رہا تھا۔

”سوری...... تم پہلی بار آئے ہو یہاں کافی منگواؤں؟“ حارث نے پوچھا۔

”جی منگوالیں۔“ مختصر سا کہہ کر اس نے ٹیبل سے ڈکشنری اٹھا کر پڑھنا شروع کردی، اتنے میں دروازے پر ناک ہوئی۔

”مے آئی کم ان سر؟“ آواز پر فارس نے بھی سر اٹھا کر دیکھا۔

”یس آجائیں۔“ حارث نے اجازت دی، اتنے میں کافی بھی آچکی تھی۔ اسکارف لیے سادہ کپڑوں میں ملبوس خوب صورت سی لڑکی اندر داخل ہوئی۔ فارس نے اسے بغور دیکھا یہ چہرہ اس سے کچھ جانا پہچانا لگ رہا تھا وہ کافی کا مگ اٹھائے صوفے کی بیک سے ٹیک لگا کر کافی کے سپ لینے لگا۔

”سر اگر آپ اپنا کچھ ٹائم دیں تو مجھے اپنی سیلری کے بارے میں آپ سے بات کرنی ہے۔“ وہ لڑکی شائستہ زبان میں حارث سے کہہ رہی تھی جو سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

”مس فاریہ بشیر...... سیلری کی پیمنٹ تو پرسوں ہو چکی ہے، آپ نے فنانس ڈیپارٹمنٹ سے رابطہ نہیں کیا، اپنا اکاؤنٹ چیک کیا آپ نے اور آپ ڈائریکٹ یہاں کیوں آئی ہیں؟ مسٹر سہیل سے رابطہ کریں۔“ سیلری کا سن کر وہ پریشان ہوا تھا تب ہی بولا جبکہ فارس اس کے نام پر ہی گہری سوچ میں پڑ گیا تھا۔

”فاریہ...... فاریہ بشیر......“

”سیلری میرے اکاؤنٹ میں آچکی ہے سر بٹ ایشو یہ ہے کہ مجھے اوور ٹائم کی پیمنٹ نہیں کی گئی۔“ وہ تیزی سے بولی تو حارث مسکرادیا۔

”اوہ...... آپ کھڑی کیوں ہیں، بیٹھ جائیے۔ میں چیک کرلیتا ہوں، اتنی پریشانی کی بات نہیں ہے یہ؟“ اب وہ کسی کو میسج کررہا تھا۔

”تھینک یو سر...... جاب کرتے ہوئے تو مجھے کئی سال ہو چکے ہیں بٹ نیو ہوں یہاں تو پیمنٹ رولز کے بارے میں اتنا کنفرم نہیں ہے۔ آپ شاید نہیں جانتے مگر اوور ٹائم کی ہی پیمنٹ کتنی اہم ہے میرے لیے۔“ اس نے بیٹھتے ہوئے آرام سے بات کی اس کا لہجہ پر اعتماد تھا۔ حارث مسکرایا پر خاموش رہا۔

”کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ وہ پیمنٹ کیوں آپ کے لیے اہم ہے؟“ فارس نے کافی کا مگ رکھتے سوال کرکیا، اس نے پہلے تو اس انجان شخص کو دیکھا پھر اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

”سوری سر میں اپنے پرسنل میٹرکس کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرتی...... ویسے بھی آپ گیسٹ ہیں تو میں آپ کو نہیں جانتی پلیز سر آپ میرا پرابلم سالو کروادیں۔“ وہ تیکھے انداز میں کہتی کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھتے ہوئے حارث سے بولی تو فارس کو جی بھر کر غصہ آیا خود کے یوں اگنور ہونے پر اس کا منہ بن گیا تھا۔

”مس فاریہ...... یہ میرے بھائی فارس باقر ہیں۔ ایبروڈ ہوتے تھے اسٹڈیز کے لیے ابھی واپس آئے ہیں۔“ حارث نے بتایا تو وہ اس کا نام سن کر حیران تو ہوئی مگر ظاہر نہیں کیا۔

”یہ مجھے نہیں جانتی برو میں ان کو جانتا ہوں، ہم بچپن میں کلاس فیلو تھے آپ اور عاشر۔“ فارس نے اسے یاد کرانا چاہا اس کی نظریں اسی پر جمی ہوئی تھیں مگر اس کی توجہ ذرا بھی اس کی طرف نہیں تھی۔

pklibrary.com

"میری کلاس کا ٹائم ہوگیا ہے سر...... آئی ہیوٹو گو۔" وہ اجازت مانگ رہی تھی۔ فارس جی بھر کر بدمزہ ہوا۔

"میں نے میسج کردیا ہے آپ کا ایشو سالو ہوجائے گا...... نو نیڈ ٹو وری...... یو کین گو۔" حارث نے اسے اجازت دی۔

"تھینک یو۔" کہتے ہوئے وہ باہر نکل گئی۔ فارس کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا، خوب صورتی، سادگی اور ایٹیٹیوڈ کی مثال اس لڑکی نے اس کے دماغ اور دل کو ایک لمحے کے لیے پسپا کردیا تھا۔

"کیا اس نے مجھے نہیں پہچانا یا جان بوجھ کر اگنور کیا؟ عاشر سے ملنا پڑے گا۔" وہ سوچ کے گھوڑے دوڑانے لگا تھا۔

☆☆☆

عاشر کا پتا ڈھونڈ کر ایک دن وہ اس سے ملنے چلا آیا، عاشر نے فاریہ کو بھی ملنے کا کہا۔ پہلے تو وہ نہ مانی مگر اس کے مجبور کرنے پر وہ راضی ہوئی اور عاشر نے بڑی محبت سے فارس کو گلے لگایا، وہ سلام کرکے اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔

"سوری اس دن میں تھوڑی ٹینشن میں تھی آپ کو پہچان نہیں پائی میں معذرت خواہ ہوں۔ آپ نے برا مانا ہوگا۔"

"اٹس اوکے...... آپ کا نام سن کر میں بہت حیران ہوا، آپ کو یاد بھی دلایا مگر......" اس نے سامنے بیٹھی فاریہ سے کہا تو وہ مسکرادی۔

"میں سوری کہہ چکی ہوں۔" وہ جتاتے ہوئے لہجے میں بولی تو وہ اس کی مسکراہٹ میں کھو سا گیا۔

"اور سناؤ فارس کب آئے اور یہ کیا تم اب کالج جوائن کررہے ہو؟" عاشر نے سوال کیا۔

"میں دو ماہ پہلے ہی واپس آیا ہوں، واپسی تو ہوگئی ہے مگر لگتا ہے اب جا نہیں پاؤں گا...... ابھی کچھ سوچا نہیں کالج کے بارے۔" فاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہا۔

"تم بتا رہے تھے کہ اس نے تمہیں پہچانا نہیں۔ یاد کرو کتنے یادگار دن تھے وہ جب ہم بچپن میں ساتھ تھے مگر اب ہم بہت چینج ہوگئے ہیں۔ شاید اس لیے اس نے تمہیں نہیں پہچانا۔" عاشر نے فاریہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں شاید۔" فارس نے مختصر جواب دیا۔

"ہاں اور اب یہ بھی کہہ دو کہ میں بچپن میں بہت موٹی ہوتی تھی۔ آپ کو پتا ہے فارس کہ یہ مجھے ہمیشہ یہی بات یاد دلاتا رہتا ہے، یہ نہیں کہتا کہ میں معصوم اور ذہین بھی تھی۔" وہ مصنوعی غصے سے بولی تو فارس مسکرادیا۔ عاشر نے کان پکڑ لیے تھے۔ فارس کی نظر بھٹک کر بار بار فاریہ کے چہرے کی طرف جارہی تھی۔

"عاشر کتنے ال مینرڈ ہو تم۔ فارس کو کچھ پوچھا بھی نہیں۔ آپ دونوں بچپن کی یادیں تازہ کریں میں چائے لے کر آتی ہوں۔" وہ اسے آنکھیں دکھا کر کہتی نکل گئی۔

"سوری یار واقعی فاریہ نے شرم دلائی ہے مجھے۔" عاشر بولا۔

"نہیں یار اٹس اوکے۔" فارس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

☆☆☆

نامعلوم فاریہ کی انوکھی شخصیت کا اثر تھا یا بچپن سے جڑی وہ یادیں جو عاشر اور اس کے کلاس میٹ ہونے کے حوالے سے اس کے ذہن میں محفوظ تھیں۔ فارس کل فاریہ کو ہی سوچتا رہا...... اس دن کے بعد وہ کالج تو نہیں جاسکا، فیکٹری کے حوالے سے کچھ کام تھے جو اس نے نبٹائے تھے۔ آہستہ آہستہ اس کے ذہن سے دوبارہ واپسی کا خیال ختم ہونے لگا تھا۔ بروکا ادارہ اور فیکٹری کے کاموں کی لمبی لسٹ سامنے آجاتی مگر پتا نہیں کیوں وہ اس سے ملنے کا خواہش مند رہنے لگا تھا۔ عاشر کی زبانی اسے صرف اتنا ہی پتا چلا ماں باپ کے انتقال کے بعد فاریہ نے بہن بھائیوں کی ذمہ داری اٹھائی ہوئی ہے، وہ اوور ٹائم کررہی تھی صرف حسان کے سمسٹر کی فیس ادا کرنے کے لیے، یہ سن کر وہ حیران رہ گیا، وہ لڑکی خود سے کتنی بے نیاز تھی، اتنی سی عمر

میں وہ یہ کام کررہی تھی۔ اس کا نام اور اس کا چہرہ اس کے دل و دماغ پر چھایا رہا تھا۔ وہ دل پھینک نہیں تھا مگر پتا نہیں کیوں اسے سمجھنے اور کھوجنے کی تلاش میں نکلنے کا سوچنے لگا...... کچھ دن کی ذہنی کشمکش کے بعد اس نے دوبارہ کالج جانے کا فیصلہ کیا صرف اور صرف فاریہ بشیر سے ملنے کے لیے، وہ جو یہاں رہنا ہی نہیں چاہتا تھا اب ایک لڑکی کو کھوجنے نکل پڑا تھا۔

......☆☆☆......

"اگر چچی کو پتا چل گیا کہ آپ مجھے کالج سے واپس گھر چھوڑنے خصوصی طور پر اپنا کام چھوڑ کر آئے ہیں تو وہ بہت ناراض ہوں گے اور مجھ پر غصہ بھی کریں گی، آپ کو پتا ہے کہ مجھے ان کے غصے سے کتنا ڈر لگتا ہے۔ آپی کو کہا بھی تھا کہ میں خود آجاؤں گی......" عاشر کی بائیک پر پیچھے بیٹھی اریشہ گھبراہٹ میں بول رہی تھی تب وہ اس نے اس کے بات کاٹ کر بولا۔

"پاگل لڑکی باہر سے ہی ڈراپ کرکے چلا جاؤں گا اندر نہیں آؤں گا میں۔" وہ بہت خوش تھا اس کے ساتھ کھل کر انجوائے کرنا چاہتا تھا۔

"پھر بھی آپ اس طرح اپنا کام چھوڑ کر......" وہ یہی کہہ رہی تھی۔

"چھوڑو تم آئس کریم کھاؤ گی؟" عاشر نے پوچھا۔

"نا...... نہیں...... مجھے بس گھر ہی چھوڑ دیں بھائی۔" اس نے کہا تو اسے غصہ آگیا۔

"تم مجھے بھائی کیوں کہتی ہو، میں تمہارا بھائی نہیں ہوں سمجھی، صرف حسان کو اپنا بھائی بناؤ۔" اس نے اسپیڈ تیز کردی تھی۔

"کیوں نہ کہوں، اس کی کوئی خاص وجہ...... آپ میرے کزن بھی تو ہیں۔" وہ بولی۔

"نہیں کہنا آئندہ مجھے۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں، تمہیں پسند کرتا ہوں اور شادی بھی تم سے ہی کروں گا سمجھی تم۔" اس کے دبنگ لہجے اور کھلم کھلا اظہار نے اریشہ کی بولتی بند کردی...... باقی رستہ وہ دونوں خاموش رہے۔

گھر آنے پر اس نے تیزی سے بریک لگائے اس کے اترنے کا تھوڑا سا انتظار کیا اور غائب ہوگیا...... وہ اس کے انداز پر ساکت رہ گئی تھی۔

......☆☆☆......

"میں بہت خوش ہوں فارس کہ تم نے بڑے بھائی کے ساتھ مل کر نہ صرف کالج کے معاملات میں دلچسپی لینا شروع کردی ہے بلکہ اپنے ڈیڈ کے ساتھ فیکٹری میں ان کی مدد بھی کررہے ہو۔ میں چاہتی ہوں کہ تم باہر جانے کا خیال دل سے نکال کر شادی کے بارے میں سوچو اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو بلا جھجک بتا سکتے ہو...... تمہیں شاپسند نہیں ہے تو اٹس اوکے بیٹا...... تم پر کوئی زور زبردستی نہیں۔" ممی نے صبح بریک فاسٹ کرتے ہوئے فارس کو دیکھ کر کہا جو کالج جانے کے لیے نک سک سے تیار تھا۔ سونیا موجود نہیں تھی، ماں کی اس بات پر ڈیڈ اور حارث چونکے۔ فارس کے لبوں پر بھی دھیمی مسکان تھی۔ بس ایک ہی چہرہ نظروں کے سامنے آیا...... فاریہ بشیر۔

"نہیں ماما...... فی الحال ایسا کچھ نہیں ہے، وقت آنے پر آپ کو بتادوں گا۔" حارث اس کی فاریہ میں دلچسپی کے بارے میں جان چکا تھا۔ اس نے ایک گہری نظر بھائی پر ڈالی اور خاموشی سے سنتا رہا۔

"ویسے یہ میرے سمجھانے کا اثر ہے کہ تم نے فیوچر کے بارے میں کچھ نہ کچھ سوچا ہے اور کام کرنے لگے ہو یا پھر کوئی اور وجہ ہے فارس؟" چائے پیتے ہوئے ڈیڈ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور سوال کیا اس کے ہاتھ یک دم ساکت ہوئے، منہ تک سلائس لے جاتا ہاتھ رک سا گیا، اس نے خود پر سب کی جمی نظروں سے چھٹکارا پانے کے لیے محض نفی میں سر ہلایا اور کہا۔

"نو ڈیڈ...... آپ سب میرے اپنے ہیں، فیوچر پلاننگ نہ بھی ہو تو اتنا تو میں آپ سب کے لیے کرہی سکتا ہوں۔" جانتا تھا جھوٹ بول رہا ہے، بہلا رہا ہے سب کو مگر وہ اس لڑکی کے لیے یہ سب کرنے کو بھی تیار تھا۔

"گڈ...... یہ ہوئی ناں بات۔" انہوں نے مسکرا کر اس

pklibrary.com

کے کندھے پر ہاتھ رکھا، اس کی اس بات پر حارث نے اس کی طرف ایک چبھتی ہوئی نگاہ ڈالی۔ فارس نظریں چرا کر رہ گیا۔

"لگتا ہے لوگ مجھ سے ناراض ہیں یا جان بوجھ کر میرا سامنا کرنے سے کنی کترا رہے ہیں؟" کزنز کے پورشن کی طرف آتے ہوئے جب عاشر نے اریشہ کو خفا سا وہاں سے جاتا دیکھا تو بولا۔ فاریہ اور حسان وہیں موجود تھے۔ وہ دھپ سے صوفے پر براجمان ہوا۔

"تم...... تم پھر آگئے؟ تمہیں اپنے گھر چین نہیں ملتا؟" فاریہ نے اریشہ کو ستانے کے لیے اونچی آواز میں کہا تو وہ مسکرا دیا، وہ اپنی بہن کو سب کچھ بتا چکی تھی اس کے لیے فاریہ بہت خوش تھی مگر وہ عاشر سے اس دن کے غصے کے لیے ناراض تھی۔

"نہیں...... سکون تو صرف یہاں ملتا ہے دیدار یار جو ہوجاتا ہے یہاں۔" اس نے اطمینان سے کہا۔

"شرم کرو بدتمیز لڑکے سیدھی طرح کیوں نہیں کہتے کہ اریشہ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے اسے شرم دلائی۔

"تمہاری بہن سے کہا تو ہے مگر وہ اس دن کے بعد دکھائی ہی نہیں دی...... کچھ کرو میرا احسان بھائی تمہاری بہن کے بغیر اب میرا گزارا نہیں۔" عاشر نے منت کی۔

"آپ چچی کو منائیں بس...... میری بہن بھی آپ کو نظر آجائے گی بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپ کی ہی ہو جائے گی۔" حسان نے جواب میں کہا۔

"وہ سب میرا کام ہے۔ تمہاری بہن کو تو میں پسند ہوں ناں؟" اونچی آواز میں کمرے کی طرف دیکھتا ہوا بولا مقصد صرف اریشہ کو سنانا تھا یا ستانا۔

"بدتمیز انسان...... وہ ایک مشرقی لڑکی ہے، اپنے منہ سے کبھی کچھ نہیں کہے گی سمجھے۔" فاریہ نے جواب میں کہا۔

"میں اس مشرقی لڑکی کی بریانی کو مس کررہا ہوں کافی دنوں سے...... اب تو چائے بھی نہیں پلاتی۔" عاشر نے منہ پھلا کر کہا۔ اریشہ کچن کی طرف جاتی دکھائی دی تو وہ مسکرا دیا۔

"حسان کی بات درست ہے۔ اس کا سیکنڈ ایئر چل رہا ہے، پڑھائی مکمل ہونے کے بعد اس کا فرض ادا کردوں گی تو مجھے سکون ملے گا۔ چچی کے لیے میرا رشتہ بھی ان چاہا رہا، ان چاہے رشتے کبھی دل کی چاہت نہیں بنتے، تم ان کو مناؤ۔" وہ اب بھی یہی کہہ رہی تھی۔

"ہوگئی تقریر ختم...... یہ میرا مسئلہ ہے تمہارا نہیں۔" وہ بھی اطمینان سے بولا۔

"چائے لے لیں۔" چائے رکھتی اریشہ نے خفگی سے اسے دیکھا اور چلی گئی۔

"اف اللہ...... لڑکی اب تک ناراض ہی مجھ سے دیکھو تم لوگ۔" اس نے مصنوعی پریشانی سے کہا۔

"وہ چائے بنا کر دے گئی ہے مطلب وہ راضی ہے پاگل لڑکے۔" فاریہ نے پرسکون ہو کر کہا، عاشر کی آنکھیں چائے کے سپ لیتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔

......☆☆☆......

"آخر آپ بنا کسی کام کے ہر روز کیوں مجھے آفس میں بلا لیتے ہیں مسٹر فارس...... وجہ کیا ہے یہ سب کرنے کی؟" کئی دن بعد فارس نے دوبارہ جب اسے حارث کی غیر موجودگی میں بلایا تو وہ بھی حارث کا کہہ کر تو اسے بہت غصہ آیا، وہ سامنے بیٹھے اس شخص کو غصے سے دیکھ کر بولی تھی۔

"آپ غصہ کیوں کررہی ہیں۔ بیٹھ جائے، آپ غصے میں اور بھی خوب صورت لگتی ہیں۔" اس نے سامنے کھڑی پراعتماد لڑکی سے کہا تو وہ تھے سے اکھڑ گئی۔

"اب آپ اپنی لمٹ کراس کررہے ہیں۔ سر حارث اور عاشر کی وجہ سے ہی آپ کا لحاظ کررہی ہوں مسٹر فارس...... آپ کیوں مجھے کچھ دنوں سے مسلسل ٹارچر کررہے ہیں؟ یوں بار بار مجھے بنا کسی کام کے بلانا آپ کو زیب نہیں دیتا، آپ شاید جانتے نہیں کہ آپ کی یہ مشکوک حرکتیں مجھے کس نقصان سے دوچار کرسکتی ہیں۔ کاش میں نہ آتی...... آپ کا یہ لیول تو نہیں ہے مسٹر فارس؟" وہ نفی

pklibrary.com

میں سر ہلاتے خود کو کوستے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"سوری فاریہ! پتا نہیں آپ کو دیکھتا ہوں تو مجھے کچھ ہو جاتا ہے۔ میں بے بس ہو جاتا ہوں، کالج آنے کی وجہ بھی یہی ہے، دل و دماغ پر قابو نہیں رہا میرا۔ پسند کرنے لگا ہوں آپ کو، نہیں جانتا کہ محبت کیسے کہتے ہیں مگر آپ کو دیکھنے دو گھڑی بات کرنے کی خاطر یہ سب کچھ کر رہا ہوں...... سوری پتا نہیں یہ سب انجانے میں ہو گیا مجھ سے، آپ کی شخصیت کا سحر، خود اعتمادی اور سادگی اس قدر پسند آئی مجھے کہ میں خود بھی نہیں جانتا کہ میں یہ سب کیوں کر رہا ہوں۔" وہ شکستہ لہجے میں بول رہا تھا، اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں سچائی تھی اور وہ رخ پھیر گئی۔

"آپ تو اس ادارے کے مالک ہیں، یہ سب کرنا آپ کے لیے تو شاید کوئی معنی نہ رکھتا ہو مگر پلیز ایسا مت کیجیے گا آئندہ کیونکہ مجھے اپنی سیلف ریسپیکٹ بہت عزیز ہے۔ میں اپنے کردار کو لے کر لوگوں کی غلط باتیں نہیں سہہ سکتی مسٹر...... ایک بات اور مجھے اپنے کام سے عشق ہے اور میں اپنی جاب سے بہت فیئر ہوں، نہیں چاہتی کہ سر حارث کو یہ سب پتا چلے...... پلیز آئندہ خیال رکھیے گا اب چلتی ہوں۔" فارس نے اپنے دل کی بات بتادی تھی مگر وہ جواب دے کر چلی گئی۔ اس کو حیران چھوڑ کر کیونکہ وہ فاریہ بشیر تھی، اسے خود سے بڑھ کر اپنی ذمہ داریوں سے پیار تھا۔

......☆☆☆......

"تم کیا ہو فاریہ بشیر؟ چٹان کی طرح سخت اور اپنے ارادوں میں مضبوط ہو۔ تمہیں تو سمجھا تھا کہ بظاہر عام اور سادہ سی نظر آنے والی یہ لڑکی میرے اظہار محبت سے پگھل جائے گی...... محسوس کرلے گی میرا ارتکاز اپنی طرف مگر تم واقعی نہ صرف مضبوط کردار کی مالک ہو بلکہ مضبوط اعصاب بھی رکھتی ہو...... کوئی اور ہوتا تو بھی بکھر جاتا مگر تم نے کتنے سادہ اور آسان الفاظ میں اپنے ارادے اور اپنی زندگی کا مفہوم میرے سامنے واضح کردیا۔ عاشر سچ کہتا ہے۔ وہ ذمہ داریوں کو بوجھ نہیں سمجھتی ان کو اپنا فرض سمجھتی ہے۔ مجھے معاف کردو، تمہیں بار بار بلانا اور بلا مقصد تمہیں دیکھنا، کوئی غلط ارادہ نہیں تھا میرا صرف دل کے ہاتھوں مجبور تھا میں مگر اب میں یہ سب نہیں کروں گا۔ اپنے دل کو پرکھوں گا اگر دل و دماغ تمہارے معاملے میں بے بس نکلے تو میرا خود سے وعدہ ہے کہ تم ہی کو اپنا بناؤں گا۔" بارش میں بھیگتا فارس گاڑی کی سائیڈ پر ٹیک لگا کر خود کو مسلسل کوس رہا تھا اور یہی سوچ رہا تھا۔ ایک فارن ڈگری ہولڈر شخص ایک عام سی ٹیچر کے سامنے دل ہار بیٹھا اور وہ سب کچھ کر بیٹھا جو اس نے کبھی نہیں سوچا تھا اس کی خاطر والدین اور بھائی کو بھی دھوکا دیا...... یہ کہہ کر کہ وہ ان کے معاملات سنبھال کر ان کو خوشی اور سکون دے رہا ہے اور وہ لڑکی خود کو مٹا کر اپنے خاندان کی کفالت کر رہی تھی۔ واقعی عظیم لڑکی تھی۔ سوچوں کے دائرے میں فارس الجھتا ہی چلا گیا۔

......☆☆☆......

عاشر اور ثانیہ کا بیٹا پیدا ہوا تھا، فاریہ بطور خاص اریشہ کے ساتھ مبارک باد دینے آئی تھی۔ چچی کا رویہ ان کے ساتھ نارمل ہی تھا، فاریہ کو کچھ ڈھارس ملی، اسے یقین تھا کہ عاشر، اریشہ کے لیے چچی کو راضی کرلے گا...... بیٹے کی پیدائش کے بعد ثانیہ اور بھی مغرور ہوگئی تھی، وہ بچے کے بہانے سارا دن کمرے میں بیٹھی رہتی، چچی خود ہی سارا کام سمیٹتی۔ ایان کے عقیقے کے موقع پر تینوں بہن بھائی خوب تیار ہو کر آئے تھے۔ عاشر کی نظریں اریشہ پر ہی تھیں۔ فاریہ جان بوجھ کر اس کی جان نہیں چھوڑ رہی تھی عاشر اسے آنکھوں سے اشارے کر رہا تھا کہ وہ اریشہ کو اکیلے چھوڑ دے، اسے اس کی حالت پر رحم بھی آرہا تھا اور ہنسی بھی۔ کھانے کے بعد وہ چائے بنانے کچن میں آئی تو عاشر اندر آ گیا۔

"ایک کپ چائے مل سکتی ہے وہ بھی تمہارے ہاتھوں کی بنی ہوئی؟" اس کے انداز میں نرمی اور محبت تھی...... اریشہ نے رخ موڑ کر اسے دیکھا، اس کی گہری اور شوخ نگاہوں کی تاب نہ لا سکی اور رخ پھیر کر بولی۔

"جی مل جائے گی مسٹر عاشر۔" اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا اور بولا۔



pklibrary.com

"یار...... مسٹر کہنا چھوڑ دو مجھے...... صرف عاشر کہو، مجھے اچھا لگے گا۔" اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھی سادگی اور معصومیت کا پیکر وہ لڑکی اسے دل کی دھڑکنوں میں دھڑکتی ہوئی محسوس ہوئی، دروازے پر کھڑی فاریہ دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

"آرام سے میرے بھائی...... یہ خواہش نکاح اور شادی کے بعد ہی پوری ہوسکتی ہے، ویسے سوری تم دونوں کے رومانس میں انٹرفیئر کیا میں نے۔" وہ دونوں بوکھلائے، اریشہ نے ہاتھ چھڑالیا جبکہ وہ بولا۔

"تم نے غلط وقت پر انٹری دی۔" منہ بسور کر اسے کہا۔ اریشہ نے دونوں کو سنجیدگی سے چائے کے کپ تھمائے اور باہر نکل گئی۔

"تم نے کیا سوچا فارس کے بارے میں؟" عاشر کے سوال پر وہ عجیب لاتعلق انداز اپنا کر اسے دیکھنے لگی اور بولی۔

"میں نے تمہیں سب اس لیے نہیں بتایا کہ تم دوبارہ فارس باقر کا ذکر چھیڑو اور میں کیوں اس کے بارے میں سوچوں وہ خود اپنے لیے سوچے...... میرے پاس ان فالتو کاموں کے لیے وقت نہیں ہے۔" اس کی بات سن کر وہ تنگ کر بولا۔

"ادھر وہ تمہاری گردان الاپ کر مجھے تنگ کرتا رہتا ہے یار اور تم تو اس کے ذکر سے بھی گریزاں ہو اور ویسے بھی محبت تمہاری نظر میں فارغ کام ہوگا میرے اور اس کے لیے تو زندگی کا اثاثہ ہے۔"

"میری زندگی میں محبت کی کوئی جگہ نہیں ہے سمجھے...... آئندہ وہ تم سے کچھ کہے تو اسے بتا دینا۔ میں اپنی ذمہ داریوں سے چشم پوشی کر کے خود کو کمزور ثابت نہیں کروں گی۔" وہ انگلی اٹھا کر اسے تنبیہہ کرتی حیران کرگئی۔

"اچھا سنو تو...... فاریہ۔" وہ جا چکی تھی وہ پیچھے سے اسے پکارتا رہا۔

......☆☆☆......

اس دن فاریہ کی باتوں نے فارس کو بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔ وہ فلرٹی طبیعت نہیں رکھتا تھا۔ باہر پڑھ کر آیا تھا کئی قسم کی لڑکیوں سے واسطہ پڑا تھا مگر یہ جانے کیوں اس لڑکی کے ظاہر اور باطن میں اتنی کشش تھی اس کے ارادوں کی مضبوطی سے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ مسلسل کالج جا رہا تھا وہ...... اس کی نگاہیں اسی لڑکی کو ڈھونڈتی رہتی، ایک بار وہ ادھر ادھر جاتی ہوئی دکھائی تو دی مگر ایک نگاہ غلط بھی اس پر ڈالنا گوارا نہ کرتی۔ وہ اپنے کام سے کام رکھنے والی تھی، کچھ عرصے میں اس نے ہر لحاظ سے اس ادارے میں خود کو منوا لیا تھا، حارث بھی اس کی صلاحیتوں کا معترف تھا مگر فارس اپنے دل کا کیا کرتا جو بار بار اسے یہی کہتا تھا یہ لڑکی واقعی خاص ہے۔ حارث اس کی حالت دیکھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ فاریہ مضبوط کردار کی لڑکی ہے اور اس کا بھائی بھی اس قسم کی حرکتیں نہیں کرسکتا مگر جو رپورٹ ان کو ملی تھیں کافی حد تک تو وہ سمجھ رہے تھے ایک دن جب ایڈمن بلاک کی اہم فائلز کے کچھ پیپر فارس نے ادھر ادھر کردیے...... وہ مسلسل ڈھونڈ رہا تھا مگر وہ کہیں بھی نہیں مل رہے تھے حارث نے اس سے پوچھا۔

"کیا بات ہے فارس میں نوٹ کررہا ہوں کہ کچھ دنوں سے تم کسی الجھن میں مبتلا ہو...... کالج سے ریلیٹڈ کام میں بھی تمہاری توجہ سرسری ہی ہوتی ہے۔ بریک فاسٹ ٹھیک سے نہیں کرتے، مام بتا رہی تھی کہ تم کچھ کھوئے کھوئے سے رہنے لگے ہو اور بقول ڈیڈ تم نے کافی دنوں سے فیکٹری کا کام بھی نہیں دیکھا۔ کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتاؤ ہوسکتا ہے میں تمہاری ہیلپ کردوں؟" بھائی کی اس بات پر وہ چونکا، فائل کی تلاش چھوڑ کر گرنے کے انداز میں آفس کے صوفے پر ڈھیر ہو کر بولا انداز میں تھکن تھی۔

"برو...... میں خود نہیں جانتا کہ میں کس الجھن میں مبتلا ہوں، آپ شاید جانتے نہیں کہ میں کتنی ٹینشن میں مبتلا ہوں۔" حارث اس کی بات سن کر بولا وہ سب جانتا تھا۔

"اگر میں یہ کہوں کہ تم کہیں مس فاریہ کو لے کر کسی الجھن میں پڑے ہو تو آئی تھنک میں غلط نہیں کہہ رہا۔" بھائی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس نے کہا تو اس

pklibrary.com

نے نظریں چرالیں، کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔
"مجھے خود نہیں معلوم کہ میں کیوں اس کے پیچھے پڑا ہوں...... جانتا ہوں کہ اس سے میری، آپ کے ادارے، آپ کی اور اس کی ریپوٹیشن خراب ہوگئی مگر......" تھک کر اس نے اپنا سر ہاتھوں میں گرالیا، حارث سے بھائی کی حالت دیکھی نہ گئی۔
"فاریہ اچھی ٹیچر ہیں۔ باکردار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی کمٹمنٹ پورا کرتی ہیں اگر وہ تمہیں پسند ہیں تو تم ان سے بات کرو، اپنا پرپوزل بھجواؤ مگر یہ سب کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے نہ صرف تم خود ٹینشن میں رہو گے بلکہ ان کے کردار پر بھی لوگ باتیں کریں گے جس سے مجھے بہت تکلیف ہوگی...... تم شاید جانتے نہیں کہ مس فاریہ کے کندھوں پر ذمہ داریوں کا کتنا برڈن ہے اور وہ کوئی بھی ایشو آفورڈ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ تم آرام سے سوچ کر فیصلہ کرو۔" وہ نرمی سے بھائی کو سمجھا رہا تھا۔ فارس محض سر ہلا کر رہ گیا، سوچوں کی پرواز میں وہی لڑکی تھی۔ کسی کام میں دل کیا خاک لگتا تھا۔ اس نے عاشر کو تمام باتیں بتادی تھی۔ اپنے دل کی ساری کیفیت اسے سمجھا کر اس نے عاشر سے منت کی کہ وہ فاریہ کو اس سے ملوادے، وہ ایک بار آرام سے بیٹھ کر اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ وہ پہلے تو راضی نہ ہوا مگر اس کی درگوں حالت دیکھ کر ایسا کرنے کی حامی بھرلی...... فاریہ کی ناراضگی بھی پریشان کررہی تھی دوسری طرف فارس کی بکھری حالت پر ترس آرہا تھا اسے مگر اس نے فارس کی محبت اور دیوانگی دیکھ کر اس کی بات ماننے کا فیصلہ کرلیا...... آخر وہ بھی تو محبتوں کے دیس کا مسافر تھا۔

......☆☆☆......

"امی...... آپ جانتی ہیں نہ کہ اریشہ کے ایگزامز ہونے والے ہیں۔ اپنی پڑھائی مکمل کرنے والی ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ فاریہ سے اریشہ کو میرے لیے مانگ لیں۔" اس کی بات سن کر ماں غصے میں آ گئیں۔ ان کو اپنے بیٹے کے ضدی لہجے پر حیرانی ہوئی۔
"کیا...... کیا کہا تم نے؟ میں فاریہ سے گڑگڑا کر اس کی بہن کا رشتہ مانگوں...... اوہ اچھا تو اس لڑکی نے اپنی معصومیت کے جال میں میرے بیٹے کو پھانس لیا۔" وہ بگڑ کر بولیں۔ عاشر کو بہت غصہ آیا اس نے ماں کے سامنے اپنا لہجہ نرم ہی رکھا۔
"غلط بات نہ کریں امی، اریشہ تو یہ سب جانتی ہی نہیں ہے۔ وہ تینوں میرے کزن ہیں، آپ کو کیوں ان تینوں سے بلاواسطے کا بیر ہے۔ فاریہ کے ساتھ جو آپ نے کرنا تھا کرلیا مگر اریشہ کو ہر قیمت پر حاصل کر کے رہوں گا۔"
"اچھا...... تب ہی تم دوڑ دوڑ کر اس پورشن کے چکر لگاتے ہو...... اریشہ کے علاوہ بھی اور لڑکیاں ہیں خاندان میں۔" وہ تند لہجے میں بولی۔
"میں صرف اریشہ کی بات کررہا ہوں...... مجھے اور لڑکیوں سے کوئی غرض نہیں امی، ویسے بھی میں اسے پسند کرتا ہوں اور فاریہ سے بھی بات کرچکا ہوں...... اسے کوئی اعتراض نہیں۔" اس کی بات سن کر وہ ہتھے سے اکھڑ گئیں۔
"جب گھر کے بچے ہی رشتے طے کرنے لگے تو بڑوں کو بتانے کا کیا فائدہ...... حد ہوتی ہے بے شرمی کی، یاد رکھو اس لڑکی کو بہو نہیں بناؤں گی سمجھے تم۔" وہ تن فن کرتی باہر نکل گئی۔ عاشر کو پریشانی لاحق ہوگئی۔
"یااللہ تو ہی کوئی راستہ نکال۔" سچے دل سے عاشر نے دعا کی۔

......☆☆☆......

ایک دن عاشر بہانے سے فاریہ کو فارس کے کہنے پر کیفے ٹیریا لے آیا جہاں فارس پہلے سے اس کا انتظار کررہا تھا۔ فاریہ کو اس کی غلط بیانی پر تو غصہ آیا ہی تھا مگر فارس کو دیکھ کر اس کے اعصاب اور تن گے...... اس نے غصے سے ابرو اٹھا کر عاشر سے پوچھا۔
"یہ کیا حرکت ہے؟" فارس اسے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا مگر اسے چنداں اس کی پروانہ تھی۔
"سوری یار مگر یہ سب کرنا بہت اہم تھا۔ فارس تم نے جو بھی کہنا ہے جلدی سے کہو...... فری ہو کر مجھے کال کردینا

pklibrary.com

میں اسے لینے آ جاؤں گا۔" وہ یہ کہہ کر نکل گیا۔ فاریہ نے تند نظر فارس پر ڈالی۔

"سوری عاشر کا کوئی قصور نہیں ہے، میں نے ہی اسے فورس کیا تھا، میں آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ آپ بس ایک بار میری بات سن لیں وعدہ کرتا ہوں آپ کو آئندہ کبھی تنگ نہیں کروں گا۔" اس نے شائستہ لہجے میں معذرت کی۔

"مگر یہ بہت غلط حرکت ہے۔ میں پہلے بھی آپ کو سمجھا چکی ہوں کہ مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا......" ٹھنڈے لہجے میں جب اس نے کہا تو فارس نے اس کی بات کاٹ دی۔

"آپ مجھے اچھی لگتی ہیں۔ آپ کی کشش مجھے آپ کی طرف کھینچتی ہے، میں آپ سے محبت کرنے لگا ہوں، آپ کی ایک جھلک کے لیے تڑپتا ہوں، مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں؟" اس کے لہجے میں سچائی بول رہی تھی۔

"میں کیا بتا سکتی ہوں...... میں نہ تو آپ سے محبت کرتی ہوں اور نہ ہی اس پوزیشن میں ہوں کہ محبت کر پاؤں۔" اس نے کہا تو فارس کا دل کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔

"آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں میں۔ عاشر کو سب بتا چکا ہوں، مجھے صرف آپ کو سننا ہے کہ آپ کیا چاہتی ہیں۔" وہ ضبط کر کے جلدی سے بولا۔

"حیرت ہو رہی ہے مجھے یہ سب سن کر...... وہ کیا ہے نا کہ آپ جیسے امیر کبیر لوگ، مہنگی گاڑیوں میں سفر کرنے والے، روپے پیسے کو اہمیت دینے والے، عیش و عشرت میں پلنے والے لوگ ہر کسی کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں۔ آپ جیسے امیر زادوں کو ہر چیز پلیٹ میں رکھی مل جاتی ہے، اپنی دنیا سے کبھی باہر نکل کر دیکھیں تو آپ کو پتا چلے کہ زندگی کتنی ظالم ہے، اتنی آسانی سے آپ نے اپنے دل کا حال بتا دیا اور اپنی خواہشات پر عمل کرنے کے درپے ہو گئے۔ آپ کیا جانیں کہ ہم جیسے لوئر مڈل کلاس لوگوں کے کیا مسائل ہوتے ہیں، آپ کو تو اپنی زندگی میں سب کچھ مل چکا ہے، مجھے حاصل کرنا بھی آپ کے لیے آسان ہی ہے مگر آپ کو بتا دوں میری زندگی میں محبت کی کوئی جگہ نہیں۔ میرے لیے میرے، بہن بھائی ہی میری اصل دنیا ہیں میری ذمہ داری ہیں۔ مجھے انہیں کسی مقام پر پہنچانا ہے۔ اس سے پہلے میں شادی کے بارے میں تو کیا اپنے بارے میں بھی سوچنا گناہ سمجھتی ہوں اور احسان ہوگا آپ کا مجھ پر میرے راستے میں مت آیئے گا۔ آپ کو اس محبت کا واسطہ جس کا آپ راگ الاپتے ہیں مجھ سے دور رہیں۔" تلخ لہجے میں کہتی فاریہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہہ کر وہاں سے نکل گئی تھی۔

وہ حیران اور ششدر کھڑا رہا، اسے روک نہ پایا، اس کی باتوں نے اسے شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا دیا تھا۔ دل ٹوٹ گیا تھا مگر اس کے سخت الفاظ نے اس نے اس کی زبان گنگ کر دی تھی۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو چکی تھی۔

......☆☆☆......

فاریہ نے فارس کو سب سخت سنا تو دیا تھا مگر اس کے دل میں ایک عجیب سی ہلچل مچ گئی تھی، پہلی بار یوں کسی نے کھلے عام اس سے محبت کا اظہار کیا تھا۔ چھوٹی سی عمر میں اس پر دکھوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ اس نے ان تمام دکھوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔ فارس کے اظہار پر اس کے دل میں ہلکی سے کن من ضرور ہوئی تھی۔ سارا راستہ روتی رہی تھی۔ عاشر پر تو غصہ آ ہی رہا تھا خود پر غصہ زیادہ تھا کہ اس نے ایک معصوم دل توڑا...... سخت الفاظ کا چناؤ اس لیے کیا کیونکہ وہ اسے کوئی امید نہیں دلانا چاہتی تھی۔ سوچ رہی تھی کہ وہ اسے آسان لفظوں میں بھی تو سمجھا سکتی تھی، اپنی مجبوریاں بتا سکتی تھی۔ اس نے تمام آنسو ہاتھوں کی پشت سے رگڑ ڈالے تھے۔

"نہیں...... وہ خواہشات کی رو میں بہہ کر اپنی ذمہ داریوں سے پہلو تہی نہیں کرے گی۔" گو کہ دل و دماغ پر اس وقت عجیب کیفیت طاری ہوئی تھی مگر اس نے خود کو کمپوز کیا، نہیں چاہتی تھی کہ اس کے بہن بھائیوں کو پتا چلے، سرخ آنکھیں اور بوجھل دل لیے وہ گھر کے راستے پر

pklibrary.com

تنہا چلی پڑی تھی۔

☆☆☆......

"فاریہ...... کہاں ہو تم؟ ایک محبت بھرا دل توڑ کر کسی معصوم کے خلوص بھرے جذبات کو روند کر اب چھپ کر بیٹھ گئی ہو۔ حسان، اریشہ باہر نکالو اپنی بہن کو تم دونوں کی محبت میں اتنی خود غرض اور انا پرست ہوگئی ہے کہ کسی شخص کے معصوم جذبات اور محبت اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔" بند دروازے کی طرف دیکھتا عاشر اونچی آواز میں چلا رہا تھا۔ اسے اس سے اس قسم کے ردعمل کی توقع نہیں تھی۔ حسان اور اریشہ پریشانی میں باہر نکلے۔ وہ آنکھوں کو رگڑتے باہر نکل آئی اور اسے کینہ توز نظروں سے دیکھا۔ عاشر کی شعلہ بار نظروں کی تاب نہ لاسکی اور رخ پھیر کر خاموش کھڑی رہی۔

"کیا بات ہے عاشر بھائی، ہوا کیا ہے؟" حسان نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا آپ دونوں میں لڑائی ہوئی ہے؟" اریشہ نے ناسمجھی کے عالم میں دونوں سے پوچھا۔

"اپنی اس بہن سے پوچھو کیا، کیا ہے اس نے؟" وہ پھٹ پڑا۔

"میں نے کچھ نہیں کیا اور نہ ہی تمہارے دوست سے کچھ انہونا کہا ہے، ایک تو تم مجھے وہاں لے گئے دھوکے سے اور اب مجھ پر ہی چلا رہے ہو اور اس کی حمایت کررہے ہو۔" وہ چیختی ہوئی اس سے بولی تو حسان اور اریشہ ناسمجھی کے عالم میں دونوں کو دیکھتے رہے۔

"تم اپنی زبان بند ہی رکھو فاریہ...... یہ جو بہن ہے نہ تمہاری، تم دونوں کی ذمہ داریوں کو آڑ بنا کر ایک پرخلوص انسان کی سچی محبت کو ٹھکرا آئی ہے، آخر چاہتی کیا ہو تم؟ تم سے کہا ہے اریشہ میری ذمہ داری ہے اور حسان بھی اپنا کچھ نہ کچھ کرلے گا تو تم کیوں ضد پر اڑی ہو، اپنے بارے میں کیوں نہیں سوچتی...... افسوس سے زیادہ غصہ آتا ہے تم پر پاگل لڑکی۔" وہ تاسف سے دونوں کو بتا رہا تھا۔

فاریہ کا دل بھر آیا...... وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی، دونوں بہن بھائی اس کے قریب ہوئے۔

"آپی...... آپ کیوں رو رہی ہیں؟ خدارا ہماری وجہ سے اپنی زندگی کی خوشیوں کو داؤ پر مت لگائیں، آپ نے بہت کچھ کیا ہے ہمارے لیے اب ہم اتنے خود غرض بھی نہیں ہیں کہ آپ کے بارے میں نہ سوچیں۔" حسان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"آپی...... محبت ایک بار ملتی ہے اگر اسے ٹھکرا دیں تو واپس نہیں ملتی...... آپ کسی کے پیار کو ہمارے لیے مت ٹھکرائیں خدارا، ہمیں گناہ گار مت کریں۔" اریشہ اس کے گلے لگتے ہوئے بولی۔ اس نے اپنے آنسو پونچھے اور بولی۔

"مجھے کچھ دیر کے لیے اکیلا چھوڑ دو تم سب۔" وہ سب کو چھوڑ کر کمرے میں گھس گئی، عاشر غصے سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"آپی...... آپی......" دونوں بہن بھائی دروازہ پیٹتے رہے آخر تھک ہار کر اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے تھے۔

☆☆☆......

ملازمہ نے جب صبح ناشتہ کرتے ہوئے باقر صاحب اور ان کی فیملی کو فارس کے نہ آنے کا بتایا تو وہ اور حارث تو پریشان ہوئے مگر ممی کو غصہ آ گیا، دو دن سے نہ تو وہ کالج جا رہا تھا نہ ہی فیکٹری۔ ناشتے پر بھی موجود نہیں ہوتا تھا۔ ملازمہ کی بات سن کر سونیا جھٹ سے بولی۔

"کس قدر کیئرلیس ہے تمہارا بھائی حارث...... یہ سب ممی ڈیڈی کے بیجا لاڈ اور پیار کا نتیجہ ہے، کچھ دن تمہارے ساتھ کالج کیا جاتا رہا سب خوش ہوگئے کہ محترم اب سدھر چکے ہیں۔ باہر نہیں جائیں گے ادھر ٹک کر ہی کام کریں گے مگر وہ آپ سب کو بے وقوف بنا رہا ہے جو وہ سوچ چکا ہے ناں وہی کرے گا۔" وہ تند لہجے میں کہتی سب کو بہت بری لگی مگر اس کی حالت کے پیش نظر سب خاموش رہے، وہ تخلیق کے مرحلے سے گزر رہی تھی۔ اکڑی ہوئی تھی اپنی بہن کے ٹھکرائے جانے کا بھی بہت غصہ تھا

pklibrary.com

جو وہ فارس پر نکال رہی تھی۔
"میں تو مصروف رہتی ہوں باقر...... آخر یہ لڑکا چاہتا کیا ہے۔ مجھ سے کچھ شیئر نہیں کرتا آپ ہی اس سے پوچھیں، کل بھی سارا دن گھر سے غائب رہا میں تو بہت پریشان ہوں۔" ممی بولی۔
ان کی بات سن کر وہ بھی پریشان ہو گئے اور اٹھ کر فارس کے کمرے تک آئے اور اندر کا منظر ان کو ساکت کر دینے کے لیے کافی تھا۔

......☆☆☆......

اس دن کے بعد عاشر اور فاریہ اپنی اپنی جگہ خاموش تھے۔ اریشہ امتحانات کے بعد فارغ تھی۔ وہ اکیڈمی کے بچوں کو پڑھا کر بہن کی مدد کر رہی تھی۔ حسان چوتھے سال کے بعد ہاؤس جاب شروع کر چکا تھا۔ ایک دن چچی بازار سے گھر واپسی پر حادثے کا شکار ہو گئی۔ ان کی ٹانگ کی ہڈی فریکچر ہو گئی تھی اور ثانیہ اپنے بچے میں مصروف تھی، فاریہ نے ان کی حالت دیکھتے ہوئے ساری ذمہ داری اریشہ پر ڈال دی تھی۔
اس نے مکمل طور پر خود کو چچی کی خدمت اور دیکھ بھال کے لیے وقف کر دیا تھا۔ وہ ثانیہ کی مدد کرتی چچی کی بھی دیکھ بھال کر رہی تھی۔ حسان خود اپنی نگرانی میں ان کا علاج کروا رہا تھا۔ جن رشتوں سے نفرت کرتی آئی تھی وہی آج ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ یہ شاید ان کے لیے اللہ کا امتحان تھا۔

......☆☆☆......

ڈیڈ کمرے کی حالت اور فارس کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ سگریٹ کے دھوئیں سے کمرہ بھرا ہوا تھا ان کا بیٹا بکھرے بال، سرخ آنکھوں سمیت بیڈ پر اوندھا لیٹا ہوا تھا۔ ان کو دیکھتے ہی اس نے سگریٹ مسل کر پھینک دی تھی۔
"میں بریک فاسٹ نہیں کروں گا میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" اندر کی کیفیت چھپا کر اس نے ڈیڈ سے کہا۔
"یہ کیا حلیہ تم نے بنا رکھا ہے اپنا اور یہ صبح صبح اسموکنگ کیوں کر رہے ہو تم؟ تم پریشان ہو، کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جو تم ہم سب سے چھپا رہے ہو...... مجھے بتاؤ کیا بات ہے۔" ڈیڈ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر نرمی سے بولے تو وہ نظریں چرا گیا، سرخ آنکھیں رت جگوں کی غماز تھی۔ باقر صاحب کو کسی انہونی کا خدشہ ہوا، انہوں نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر اس سے پیار سے پوچھا۔
"تم ٹھیک نہیں ہو فارس...... تم ساری رات جاگتے رہے ہو ناں پلیز مجھے بتاؤ کیا بات ہے؟" انہوں نے اتنی نرمی اور پیار سے کہا کہ اس کی آنکھوں سے آنسو کا ایک قطرہ ان کی ہتھیلی کی پشت پر گرا، وہ ان کے ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولا، اس کا لہجہ دکھ سے بھرا ہوا تھا۔
"ڈیڈ...... برو کے کالج کی ایک ٹیچر مجھے پسند آ گئی ہے۔ محبت کرتا ہوں اس سے، اسے پرپوز بھی کیا مگر جو آئینہ اس نے مجھے دکھایا، میں خود کا تو کیا کسی کا بھی سامنا نہیں کر پا رہا...... دل ٹوٹنے کا غم تو ایک طرف مگر یہ دکھ سب سے بڑھ کر ہے کہ نہ میں ایک اچھا بھائی بن سکا اور نہ ہی اچھا بیٹا۔" اس نے دکھ بھرے لہجے میں ان کو بتایا۔
"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے پوری بات بتاؤ۔" وہ حیران ہوئے۔ فارس نے انہیں سب بتا تا رہا اور وہ خاموشی سے سنتے رہے۔
"میں نے ہمیشہ اپنا سوچا، خود غرض بنا رہا...... آپ سب لوگ مجھے یہاں بلاتے رہے مگر صرف مجھے اپنے فیوچر سے محبت تھی، صرف اپنے آپ سے پیار کرتا رہا میں، واپس آیا بھی یہ سوچ کر کہ مجھے یہاں نہیں رہنا، آپ سب کو بے وقوف بناتا رہا، ہر کام پر وقتی توجہ دی، کسی کام کو اپنے شایانِ شان نہیں سمجھا۔ کتنا سیلفش ہوں میں اور وہ لڑکی مجھے یہ سمجھا گئی کہ رشتے ہی ہمارے لیے سب سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ وہ کتنی مضبوط ہے ناں خود کو چھوڑ کر اپنے بہن بھائیوں، اپنے رشتوں کے لیے ہر سختی برداشت کر رہی ہے اور مجھے دیکھیں میرے پاس دنیا کی ہر نعمت اور آسائش موجود ہے میں نہ تو اس کا شکر ادا کرتا ہوں اپنے رب کے

سامنے اور نہ ہی دوسروں کے احساسات اور ضرورتوں کی پروا ہے مجھے، اچھا انسان نہیں ہوں ڈیڈ...... واقعی میں اس کے قابل نہیں ہوں وہ اچھی اور خاص لڑکی مجھے ڈیزرو نہیں کرتی، میں دو دن سے انہی سوچوں میں گھرا ہوا ہوں۔ وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی۔" وہ باپ کے گھٹنوں پر سر رکھے رو پڑا، انہوں نے اس کا سر تھپتھپایا اور کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تمہیں ان سب باتوں کا احساس ہوا میرے بیٹے...... اب تم یہ سوچو کہ تمہیں ہم سب کے لیے کیا کرنا ہے اور اس خاص لڑکی کے لیے کیسے خود کو کسی قابل بنانا ہے، میں دعا کروں گا کہ تمہیں تمہاری محبت مل جائے اور میں اس بچی سے ضرور ملوں گا۔ اب اٹھو اور اپنا حلیہ درست کرو، سب کا سامنا کرو کچھ کر کے دکھاؤ۔" وہ اسے اٹھا کر سینے سے لگا کر بولے۔

"مجھے معاف کر دو فاریہ...... میں تمہیں کبھی تنگ نہیں کروں گا...... کسی قابل ہو کر ہی تمہیں اپناؤں گا مگر دل کو نہیں سمجھا سکتا۔" وہ اس کے تصور سے باتیں کر رہا تھا۔

☆☆☆

"آپ کیوں رو کر خود کو ہلکان کرتی ہیں، ایک دن بالکل ٹھیک ہو جائیں گی آپ...... خود کو اکیلا مت سمجھا کریں آپ۔" روتی ہوئی چچی کو حسان دلاسا دے کر کہہ رہا تھا باقی سب گھر والے بھی ان کے پاس بیٹھے تھے۔

"میں بالکل بے کار ہو گئی ہوں...... سوچتی ہوں کہ اللہ کتنا بے نیاز ہے۔ میں نے ساری زندگی تم لوگوں سے نفرت کی، تم بہن بھائیوں کے ساتھ برا سلوک کیا مگر دیکھو اب تم لوگوں کے سہارے ہی جی رہی ہوں۔ اریشہ نے میری بہت خدمت کی ہے اور حسان نے تو اپنے بیٹوں سے بڑھ کر میرا خیال رکھا، خود کو کھوجتی ہوں تو شرمندگی محسوس ہوتی ہے، میں تم لوگوں کا سامنا نہیں کر سکتی۔ رو رو کر اپنے رب سے معافی مانگتی ہوں، دعا کرتی ہوں کہ اللہ مجھے اس محتاجی سے نکال دے، مجھے معاف کر دو فاریہ۔" وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ عاشر ماں کی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھا مگر خاموش رہا جانتا تھا کہ وہ مکافات عمل سے گزر رہی ہیں۔ یہ قدرت کا اٹل فیصلہ تھا۔

"آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں اور ہاتھ جوڑ کر مجھے شرمندہ مت کریں خدارا...... میں نے کبھی آپ سے نفرت نہیں کی اور ہم سب بہن بھائیوں نے آپ کو بڑا سمجھ کر آپ کو عزت دی آپ کے ڈر سے وہی قدم اٹھایا جس سے آپ کو تکلیف نہ ہو، ہم اپنے ماں باپ کو تو کھو ہی چکے ہیں چچی اب آپ کے علاوہ گھر میں ہمارا کوئی بزرگ نہیں، آپ روئیں نہیں پلیز۔" فاریہ نے ان کے ہاتھ تھام کر آنسو صاف کر کے انہیں گلے سے لگالیا۔

"امی اب بس کریں...... میں آپ کو کہتا تھا کہ آپ نے مفت کا بیر رکھا ہوا ہے میرے کزنز سے۔" عاشر نے ان کے ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"چچی جان دیکھیں میں سبزیوں کا سوپ بنا کر لائی ہوں، آپی ان کو پلائیں۔" اندر آتی اریشہ نے کہا تو عاشر بولا۔

"چچی کی تو بہت خدمتیں ہو رہی ہیں اور میں جو کب سے بھوکا بیٹھا ہوں تمہیں نظر ہی نہیں آ رہا۔" اس نے شرارت سے کہا۔

"آپ کے لیے بریانی ابھی لاتی ہوں۔" وہ مسکرا کر کہتی باہر چلی گئی۔

"فاریہ...... اریشہ مجھے میرے عاشر کے لیے دے دو، وعدہ کرتی ہوں ساری زندگی اسے اپنی بیٹی بنا کر رکھوں گی، ہو سکتا ہے میرے اس امر سے میرے ضمیر کی خلش کچھ کم ہو جائے۔ عاشر تو کب سے مجھ سے کہہ رہا تھا میں ہی اپنے غرور اور ضد کی وجہ سے اریشہ کی خوبیاں نہ پہچان سکی۔ مجھے مایوس مت کرنا۔" ان کی بات سن کر جہاں وہ خوش ہوا فاریہ بھی حیران رہ گئی تھی۔

"چچی جان وہ آپ کی ہی بیٹی ہے۔ عاشر میرا بھائی ہے، میں بھلا کیوں انکار کروں گی۔" وہ خوشی سے ان کا ہاتھ تھام کر بولی تو عقیلہ بیگم نے اس کے ہاتھ چوم لیے عاشر نے وکٹری کا نشان بنایا تو وہ ہنس دی۔

pklibrary.com

......☆☆☆......

اس دن کے بعد فارس نے محبت کو بالائے طاق رکھ کر نہ صرف کالج کا سارا انتظام سنبھال لیا بلکہ باہر جانے کا ارادہ موقوف کر کے اسے بیچلر ڈگری تک اسٹیبلش کرنے کی تگ ودو شروع کر دی تھی۔ حارث اور سونیا اپنی فیکٹری کا کام سنبھال رہے تھے اس نے کالج کے اینول ڈے اور سائنس ایگزیبیشن کے فنکشنز منعقد کروانے کے لیے ادارہ کے بیسٹ ورکرز کا انتخاب کیا۔ آرٹ مینیجر کی لسٹ میں فاریہ اور مسٹر احمد کا نام سرفہرست تھا۔ وہ یہ دونوں ایونٹس بیسٹ چاہتا تھا کیونکہ انہی سے اس کی پرفارمینس اور لگن کا اندازہ گھر والوں کو اور تمام ادارے کو ہونا تھا، ویسے بھی اس کی دلچسپی ان تمام کاموں میں بہت بڑھ گئی تھی۔ اس نے فاریہ اور احمد صاحب کو اپنے آفس میں بلایا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں اس کے سامنے تھے وہ آج بھی اسی طرح سادگی اور خوب صورتی کا پیکر نظر آ رہی تھی۔ نگاہوں کا تصادم ہوا۔ فارس کا دل زور سے دھڑکا مگر فاریہ نے اپنے ازلی اعتماد سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"سر ہم دونوں ایونٹ کے لیے آرٹ ورک مینیج کر چکے ہیں اگر اور کچھ کرنا باقی ہے تو آپ بریف کر دیں۔" وہ صرف کام کی بات کر رہی تھی، فارس نے شکوہ کناں نظر ان پر ڈالی مگر وہ بے تاثر نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی جیسے ان کے بیچ کچھ نہ ہوا ہو۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں یہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں فائل لے آتا ہوں آپ اسے دیکھ لیں تو بہتر ہوگا۔" احمد صاحب کہتے باہر نکل گئے۔

"آپ کیسی ہیں؟ میں اس دن کے لیے معذرت خواہ ہوں مگر میں نے جو بھی کہا دل سے کہا مگر یہ اچھا ہی ہوا...... آپ نے مجھے میری حقیقت بتا دی۔" نہ جانے کیوں دل و دماغ اسے دیکھ کر پھر سے ماؤف ہو چکے تھے مگر اس نے خود پر قابو پا کر نرم لہجے میں کہا۔

"اٹس او کے سر...... سخت الفاظ استعمال کرنے پر میں آپ سے معذرت چاہتی ہوں، مجھے عاشر پر بھی غصہ تھا، مجھے بعد میں بہت افسوس ہوا تھا۔" اسے دوبارہ دیکھ رہی تھی، دل کی کیفیت عجیب سی ہوئی مگر پھر بھی وہ پراعتماد لہجے میں بول رہی تھی۔

"آپ میرے ادارے کی قابل ورکر ہیں۔ آپ کی عزت کرتا ہوں مگر آپ سے دلی وابستگی کی وجہ آپ کی شخصیت کا اعتماد اور خودداری ہے جو پتا نہیں کیوں میرے دل کو آپ سے دور جانے نہیں دیتی اور جہاں تک آپ سے محبت کا سوال ہے۔ آپ خود سے مجھے محبت کرنے سے روک نہیں سکتی فاریہ۔" اس نے بھی پراعتماد ہو کر اس کو جواب دیا۔

"ہم آرٹ سے ریلیٹڈ بات کر لیں تو بہتر ہے۔" اس کی آواز لڑکھڑائی۔ پتا نہیں کیوں وہ اس بار اپنا اعتماد بحال نہ رکھ پائی، فارس نے دلچسپی سے یہ منظر دیکھا اور بولا۔

"میں آپ کی ہاں کا انتظار کر رہا ہوں...... جب تک آپ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں، مجھے لگتا ہے کہ ایک دوسرے کو وقت دینا ہم دونوں کے لیے بہتر ہی رہے گا۔" مسکان بھری آنکھوں سے وہ اس سے کہہ رہا تھا۔ فاریہ نے غصے سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے کندھے اچکا دیے۔

......☆☆☆......

اریشہ اور عاشر کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی تھی۔ فاریہ کالج اور گھر کے دونوں فنکشنز میں بہت بزی تھی، عاشر نے کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا تھا، سب کچھ موجود تھا۔ سب مل کر شادی کی تیاریاں کر رہے تھے، حسان نے جب سے ہاؤس جاب شروع کی تھی گھر کا سارا انتظام اسی نے سنبھال لیا تھا، فاریہ کا دل و دماغ اب کچھ سکون میں تھا۔ وہ خوش تھی کہ اس کی بے پناہ محنت ان تینوں بہن بھائیوں کو اس مقام تک لے آئی تھی کہ جہاں وہ سماجی اور معاشی دونوں لحاظ سے مستحکم ہو گئے تھے۔ کبھی کبھی اس کے دل میں فارس کا خیال ضرور آتا مگر وہ جھٹک دیتی۔ اتنا امیر کبیر شخص ایک عام سی لڑکی کو کیسے اپنا سکتا ہے؟ اکثر وہ یہی

pklibrary.com

سوچتی مگر اس کی نگاہوں کی سچائی سب وہم ختم کردیتی......
اینول ڈے کے موقع پر فنکشن کے اختتام پر کھانے کا انتظام کیا گیا تھا فارس نے اپنے مام ڈیڈ سے فاریہ کا تعارف کروایا تھا۔
"مس فاریہ یہ میرے پیرنٹس ہیں ان سے ملیں۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔
"یااللہ یہ کیا ماجرہ ہے؟ کہیں فارس نے سب کچھ اپنے گھر والوں کو بتا تو نہیں دیا۔" اس نے اسے یوں جاتے ہوئے دیکھا تو سوچا۔
"کیسی ہیں آپ؟ بہت محنتی بچی ہیں آپ، میں تو آپ کی صلاحیتوں کا قائل ہوگیا ہوں۔" باقر صاحب نے خوشی سے کہا۔
"میرے بیٹے کو راہ راست پر لانے کا جو عظیم کام آپ نے کیا ہے بیٹا میں تو آپ سے ضرور ملنا چاہتی تھی، کتنی بار اس سے کہا مگر ٹالتا رہا یہ تو اچھا ہوا آج ہماری ملاقات ہوگی...... جیسا اس نے آپ کے بارے میں مجھے بتایا آپ بالکل ویسی ہی ہیں۔" مسز باقر کی بات پر وہ اچنبھے سے انہیں دیکھتی رہی۔ اسے کچھ بھی سمجھ نہ آیا کہ وہ جواب میں کیا کہے۔ خاموش کھڑی رہی۔
"فارس بتارہا تھا کہ آپ کی سسٹر کی شادی ہے اگر کچھ فیور چاہیے تو ضرور بتائیے گا۔" وہ اس کی جھجک دور کرنے کے لیے مزید بولیں۔
"نو میم میں نے لیو اپلائی کردی ہے، بس صرف سر فارس کی پرمیشن چاہیے۔" اس نے آرام سے جواب دیا۔
"آپ مجھے آنٹی بھی کہہ سکتی ہیں بیٹا...... مجھے اچھا لگے گا۔" مسز باقر نے اس سے کہا تو وہ مسکرادی۔
"سوری آپ کو ڈسٹرب کیا، آپ آرام سے ڈنر کریں۔" باقر صاحب نے مسکرا کر اس چھوٹی سی خوددار اور محنتی لڑکی کے سر پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔ وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔ فاریہ نے نم آنکھوں سے یہ شفقت بھرا لمس محسوس کیا۔
"کیا میں اس قابل ہوں کہ فارس جیسا شخص میرے نصیب میں ہو۔ یااللہ تو ہی جانتا ہے؟ کیا میں اس محبت اور چاہت کی حق دار ہوں بھی یا نہیں جو یہ لوگ مجھ سے جتا کر گئے ہیں۔" وہ غائب دماغی سے سوچ رہی تھی جب اس کی نگاہ بھٹک کر سامنے کھڑے فارس پر پڑی جو سینے پر ہاتھ باندھے مسکراتی آنکھوں سے یہی کہہ رہا تھا۔
"تم واقعی حق دار ہو فاریہ۔" مگر فاریہ کے لیے خود کو سمجھانا بہت مشکل تھا۔
"یہ میری خوش قسمتی ہے اریشہ کہ تم آج میرے سامنے ہو۔ میں نے کئی بار تمہیں اپنے رب سے مانگا، تمہیں پانے میں فاریہ وسیلہ بنی، تمہاری خدمت نے امی کا بھی دل جیت لیا، ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پالیا، آج میں بہت خوش ہوں، کیا تم بھی اتنی خوش ہو؟" عاشر نے اریشہ کو منہ دکھائی کا تحفہ دے کر مسکرا کر پوچھا۔
"میں بھی بہت خوش ہوں...... جس دن آپ نے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا میرے دل نے صرف آپ کے ساتھ کی خواہش کی تھی۔" اس نے بھی خوشی سے بتایا۔
"ہم دونوں کے ملنے میں فاریہ کا سب سے بڑا ہاتھ ہے کیونکہ وہ شروع سے تمہیں مجھے سونپنے کے لیے تیار تھی۔ اب ہم دونوں کو صرف اس کا سوچنا ہے، اسے فارس کے لیے منانا ہے۔ امید ہے وہ مان جائے گی۔" عاشر، فاریہ کے لیے بہت پریشان تھا اور اسی کا سوچ رہا تھا۔
"میں وعدہ کرتی ہوں آپ سے کہ نہ صرف آپی کو مناؤں گی بلکہ چچی جان اور آپ کی دل سے خدمت بھی کروں گی......" اس کے کہنے پر عاشر نے یک دم اس کی بات کاٹی اور بولا۔
"لڑکی امی کی خدمت کرنا میری نہیں۔" اس نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا اور ابرو اچکا کر پوچھا۔
"تو کیا آپ کی خدمت نہیں کرنی ہے مجھے؟ آپ شوہر ہیں میرے۔"
"مجھ سے صرف پیار لینا ہے اور پیار دینا ہے تمہیں...... سمجھیں۔" اس کو یک دم اپنی طرف کھینچ کر اس نے شوخی سے کہا تو وہ شرمیلی مسکان لیے اسے دیکھنے لگی۔

سوچتی مگر اس کی نگاہوں کی سچائی سب وہم ختم کردیتی......

اینول ڈے کے موقع پر فنکشن کے اختتام پر کھانے کا انتظام کیا گیا تھا فارس نے اپنے مام ڈیڈ سے فاریہ کا تعارف کروایا تھا۔

"مس فاریہ یہ میرے پیرنٹس ہیں ان سے ملیں۔" یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔

"یااللہ یہ کیا ماجرہ ہے؟ کہیں فارس نے سب کچھ اپنے گھر والوں کو بتا تو نہیں دیا۔" اس نے اسے یوں جاتے ہوئے دیکھا تو سوچا۔

"کیسی ہیں آپ؟ بہت محنتی بچی ہیں آپ، میں تو آپ کی صلاحیتوں کا قائل ہوگیا ہوں۔" باقر صاحب نے خوشی سے کہا۔

"میرے بیٹے کو راہ راست پر لانے کا جو عظیم کام آپ نے کیا ہے بیٹا میں تو آپ سے ضرور ملنا چاہتی تھی، کتنی بار اس سے کہا مگر ٹالتا رہا یہ تو اچھا ہوا آج ہماری ملاقات ہوگی...... جیسا اس نے آپ کے بارے میں مجھے بتایا آپ بالکل ویسی ہی ہیں۔" مسز باقر کی بات پر وہ اچنبھے سے انہیں دیکھتی رہی۔ اسے کچھ بھی سمجھ نہ آیا کہ وہ جواب میں کیا کہے۔ خاموش کھڑی رہی۔

"فارس بتا رہا تھا کہ آپ کی سسٹر کی شادی ہے اگر کچھ فیور چاہیے تو ضرور بتائیے گا۔" وہ اس کی جھجک دور کرنے کے لیے مزید بولیں۔

"نو میم میں نے لیو اپلائی کردی ہے بس صرف سر فارس کی پرمیشن چاہیے۔" اس نے آرام سے جواب دیا۔

"آپ مجھے آنٹی بھی کہہ سکتی ہیں بیٹا...... مجھے اچھا لگے گا۔" مسز باقر نے اس سے کہا تو وہ مسکرادی۔

"سوری آپ کو ڈسٹرب کیا، آپ آرام سے ڈنر کریں۔" باقر صاحب نے مسکرا کر اس چھوٹی سی خوددار اور محنتی لڑکی کے سر پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔ وہ دونوں آگے بڑھ گئے۔ فاریہ نے نم آنکھوں سے یہ شفقت بھرا لمس محسوس کیا۔

"کیا میں اس قابل ہوں کہ فارس جیسا شخص میرے نصیب میں ہو۔ یااللہ تو ہی جانتا ہے؟ کیا میں اس محبت اور چاہت کی حق دار ہوں بھی یا نہیں جو یہ لوگ مجھ سے جتا کر گئے ہیں۔" وہ غائب دماغی سے سوچ رہی تھی جب اس کی نگاہ بھٹک کر سامنے کھڑے فارس پر پڑی جو سینے پر ہاتھ باندھے مسکراتی آنکھوں سے یہی کہہ رہا تھا۔

"تم واقعی حق دار ہو فاریہ۔" مگر فاریہ کے لیے خود کو سمجھانا بہت مشکل تھا۔

"یہ میری خوش قسمتی ہے اریشہ کہ تم آج میرے سامنے ہو۔ میں نے کئی بار تمہیں اپنے رب سے مانگا، تمہیں پانے میں فاریہ وسیلہ بنی، تمہاری خدمت نے امی کا بھی دل جیت لیا، ہم دونوں نے ایک دوسرے کو پالیا، آج میں بہت خوش ہوں، کیا تم بھی اتنی خوش ہو؟" عاشر نے اریشہ کو منہ دکھائی کا تحفہ دے کر مسکرا کر پوچھا۔

"میں بھی بہت خوش ہوں...... جس دن آپ نے مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا میرے دل نے صرف آپ کے ساتھ کی خواہش کی تھی۔" اس نے بھی خوشی سے بتایا۔

"ہم دونوں کے ملنے میں فاریہ کا سب سے بڑا ہاتھ ہے کیونکہ وہ شروع سے تمہیں مجھے سونپنے کے لیے تیار تھی۔ اب ہم دونوں کو صرف اس کا سوچنا ہے، اسے فارس کے لیے منانا ہے۔ امید ہے وہ مان جائے گی۔" عاشر، فاریہ کے لیے بہت پریشان تھا اور اسی کا سوچ رہا تھا۔

"میں وعدہ کرتی ہوں آپ سے کہ نہ صرف آپی کو مناؤں گی بلکہ چچی جان اور آپ کی دل سے خدمت بھی کروں گی......" اس کے کہنے پر عاشر نے یک دم اس کی بات کاٹی اور بولا۔

"لڑکی امی کی خدمت کرنا میری نہیں۔" اس نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا اور ابرو اچکا کر پوچھا۔

"تو کیا آپ کی خدمت نہیں کرنی ہے مجھے؟ آپ شوہر ہیں میرے۔"

"مجھ سے صرف پیار لینا ہے اور پیار دینا ہے تمہیں...... سمجھیں۔" اس کو یک دم اپنی طرف کھینچ کر اس نے شوخی سے کہا تو وہ شرمیلی مسکان لیے اسے دیکھنے لگی۔

pklibrary.com

اریشہ کے لیے فارس نے شادی کے تحفے کے طور پر ایک خوب صورت رنگ خریدی تھی جو اس نے بطور خاص عاشر کو دی...... حارث کے ہاں جڑواں بچوں کی پیدائش کی وجہ سے وہ اس کی شادی میں شرکت نہیں کر پایا تھا مگر شادی سے پہلے عاشر نے اسے حسان اور اریشہ سے ملوادیا تھا۔ وہ دونوں اپنی آپی کے لیے بہت زیادہ خوش تھے فارس ہر لحاظ سے موزوں لگا تھا انہیں۔ فاریہ کا باقاعدہ پرپوزل لے کر فارس کی فیملی ولیمے پر آنے والی تھی، عاشر نے چچی کو سب بتادیا تھا وہ بہت خوش تھی مگر فاریہ حیران تھی۔ بہن کی رخصتی کے بعد حسان اور وہ گھر میں اکیلے تھے۔ اریشہ کے بغیر گھر بہت سونا سونا سا لگ رہا تھا۔ اس نے پرسکون ہوکر صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی۔ آج ایک بہت بڑی ذمہ داری اور بہت بڑا فرض پورا ہوگیا تھا۔ اپنے رب کا شکر ادا کررہی تھی۔ آنکھوں کے گوشے بھی نم تھے کاش امی ابو زندہ ہوتے تو کتنا خوش ہوتے۔ والدین کو سوچ کر آنکھوں کی نمی آنسوؤں میں ڈھل گئی تھی، وہ کافی دیر بیٹھ کر ان کے تصور سے باتیں کرتی رہی جب آہستگی سے حسان نے اسے پکارا۔

"آپی اریشہ کے بغیر گھر کتنا اداس لگ رہا ہے۔" اس نے نم آنکھوں سے کہا۔

"ہاں واقعی ہمارے گھر کی جان آج رخصت ہوگئی۔ آج میں بہت خوش ہوں...... اداس کیوں ہورہے ہو تم، کون سا دور گئی ہے وہ ساتھ ہی تو ہے اس کا نیا گھر۔" اس نے بھائی کے ہاتھ تھام کر کہا۔

"آپی...... اب آپ اپنے بارے میں سوچیں پلیز۔ فارس بھائی کے لیے ہاں کہہ دیں، میں ان سے مل چکا ہوں، آپ کو دل سے چاہتے ہیں، بہت اچھے انسان ہیں۔ میری فکر چھوڑ دیں۔ ہاؤس جاب کے بعد اسکالرشپ کے لیے باہر جانے کا پلان ہے میرا۔ آپ بہت کچھ کرچکی ہیں ہمارے لیے اب صرف اپنی خوشیوں کا سوچیں، ہم سب آپ کے لیے فکر مند ہیں، کل فارس بھائی کے گھر والے آپ کا پرپوزل لے کر آرہے ہیں انکار مت کیجیے گا۔" بھائی کے دھونس بھرے انداز پر وہ صرف اتنا ہی کہہ پائی۔

"ان کی اور ہماری کلاس میں بہت فرق ہے حسان۔"

"وہ آپ کو چاہتے ہیں۔ ہمیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے، ذمہ داریوں کے بوجھ تلے زندگی کی خوشیوں سے منہ موڑنا اچھی بات نہیں۔" وہ اب اس کے گھٹنوں میں بیٹھا اس کے ہاتھ تھام کر کہہ رہا تھا فاریہ نے مسکرا کر اس کے بال بکھیر دیے اور بولی۔

"تم کب سے اتنے بڑے ہوگئے حسان...... اچھا ٹھیک ہے کل دیکھتے ہیں۔ تم اٹھو اور سو جاؤ شاباش۔"

"میں بھائی ہوں آپ کا، آپ کے لیے ہی فکر مند رہتا ہوں...... آپ کل انکار نہیں کریں گی۔" اس نے دوبارہ یہی بات کی تو فاریہ نے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

......☆☆☆......

ولیمہ نہایت شاندار تھا، اس نے اپنے تمام دوستوں اور رشتہ داروں کو انوائٹ کیا تھا، صبح جب فاریہ، اریشہ سے ملنے گئی اس کے چہرے پر سچی خوشی کے رنگ دیکھ کر اسے دلی سکون ملا۔ فارس اور اس کے ممی ڈیڈی بھی ولیمے پر آئے تھے، فاریہ دل لگا کر تیار ہوئی تھی۔ اریشہ اور عاشر دونوں بہت خوب صورت لگ رہے تھے، فارس کے گھر والوں نے چچی سے فاریہ کے رشتے کی بات کی تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ وہ تو راضی ہیں فاریہ کی رضامندی ضروری ہے اور فارس کو پتا چلا تو اس نے فاریہ سے خود بات کرنا چاہی...... اس کی ائیر رنگ پتا نہیں کہاں گرگئی تھی۔ تلاش کررہی تھی کہ اس نے فارس کو آتے دیکھا، معمول سے ہٹ کر تیار ہوئی فارس کو بہت پیاری لگی۔

"سر آپ یہاں؟" نظر چار ہوئی تو فاریہ نے اس سے پوچھا۔

"جی...... میں عاشر کی طرف سے انوائٹڈ ہوں، میں آپ کو تنگ کرنے ہرگز نہیں آیا۔" وہ شوخ نظروں سے اسے دیکھ کے شرارت سے بولا۔

"میں نے ایسا نہیں کہا سر اور نہ ہی سوچا...... آپ کو سر حارث کی خوشی کی مبارک ہو۔" اس نے فوراً بات بدل

دی۔

"یہ سب آپ کا کارنامہ ہے۔ نہ اس دن آپ مجھے میری حیثیت یاد دلاتیں نہ میں اپنے کام پر فوکس کرتا بھائی کے گھر جو خوشی ہے وہ آپ کی وجہ سے ہی ممکن ہوئی ہے۔ تھینک یو۔" وہ مسکراتے لہجے میں اسے جتلا رہا تھا مگر وہ خاموش رہی، اس کا دھیان زمین پر ہی تھا۔ کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔

"ویسے میں بہت خوش ہوں...... آپ کی ایک ذمہ داری آج پوری ہوگئی۔ میں آپ کا انتظار کررہا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ میرا یہ انتظار طویل نہ ہو۔" اس کی اس بات پر فاریہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور اعتماد سے بولی۔

"مجھے آپ کے پرپوزل کا علم ہوچکا ہے مگر ہمارا لیول اور ہماری کلاس میچ نہیں کرتی۔"

"محبت کلاس نہیں دیکھتی فاریہ...... آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ کو اپنا بنانا چاہتا ہوں، کیا آپ میری سول میٹ بننا پسند کریں گی؟" اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھ فاریہ سے پوچھا تو وہ حیران رہ گئی۔

"یہ آپ کیا کررہے ہیں؟ پلیز اٹھیے۔" اس کی یہ حرکت دیکھ کر وہ حواس باختہ رہ گئی۔

"جب تک آپ جواب نہیں دیں گی میں یوں ہی بیٹھا رہوں گا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ فاریہ نے زچ ہوکر اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے تیزی سے اٹھایا اور بولی۔

"یہ ٹین ایجرز والی حرکت آپ کو سوٹ نہیں کرتی۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"جانتا ہوں مگر مجھے یہی بہتر لگا...... ویسے بھی آپ کو ہر حال اور ہر قیمت پر اپنا بنانا ہے مجھے...... آپ کی وجہ سے ہی مجھے رشتوں سے محبت ہوئی ہے، اپنی ذمہ داریوں کا احساس جاگا ہے اور اس تبدیلی نے میری دنیا بدل دی ہے مگر خوش ہوں کہ آپ مان گئیں۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہوا۔

وہ اس کی بات سن کر مسکان لیے آگے بڑھ گئی۔ وہ اس کی آنکھوں میں انہونی خوشی محسوس کرچکا تھا اور وہ اس کے لیے بہت خوش تھا۔ کچھ اور قدم بڑھائے تو نیچے ایک ایئر رنگ پڑی ملی۔

"یہ یقیناً فاریہ کی ہے۔" دل سے آواز آئی تو اس نے اٹھالی اور پاکٹ میں رکھ لی۔ "اسے اپنا کرہی اس کی امانت اسے لوٹائے گا۔" ایک یقین بھری مسکان اس کے ہونٹوں پر ٹھہر گئی تھی۔

......☆☆☆......

عاشر اور اریشہ کی شادی کو چھ ماہ گزر گئے تھے۔ ان مہینوں میں بہت سی تبدیلیاں آئی تھیں...... فاریہ اور فارس کی منگنی ہوگئی تھی۔ حسان کے باہر جانے میں ابھی کچھ وقت تھا اور وہ اسے کسی قیمت پر اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ اس نے شادی کے لیے فارس سے بات کرکے چھ ماہ کی مہلت مانگ لی تھی۔ اس کے گھر والے بھی راضی ہوگئے تھے۔ ویسے بھی وہ اس عرصے میں کالج کو بیچلر لیول تک لے جانا چاہتا تھا اور فاریہ کی ذمہ داریاں بھی جانتا تھا۔ فاریہ ایک دن کالج سے واپس آئی تو بہن کو گھر دیکھ کر اسے بے حد خوشی ہوئی وہ عاشر کو خوشی دینے والی تھی وہ بھی اس کا بے حد خیال رکھتا تھا اس نے فاریہ کو گلے لگا کر پیار کیا اس کے اس انداز پر فاریہ نثار ہوئی۔

"ارے...... یہ کیا اریشہ؟ لگتا ہے اس عاشر نے تمہیں یہ سب سکھا دیا ہے ناں؟" وہ بھی اسے پیار کرتے ہو شرارت سے بولی تو اریشہ کھل کر مسکرائی اور بولی۔

"جی آپی مگر میں آپ کے لیے بہت خوش ہوں کچھ دنوں بعد آپ کی شادی ہونے والی ہے۔ آپ دلہن بن کر کتنی پیاری لگیں گی ناں۔" بہت زیادہ خوش ہوکر کہا۔

"مجھے اپنی شادی کی خوشی سے زیادہ حسان کے باہر جانے کی فکر ہے پتا نہیں وہ کیسے گزارا کرے گا، اسے تو اکیلا رہنے کی عادت بھی نہیں ہے۔" اس نے پریشانی سے کہا۔

"وہ اب بچہ نہیں رہا آپی...... وہ ڈاکٹر بن چکا ہے، ماشاء اللہ آپ کا خواب بھی پورا کرچکا ہے وہ...... آپ صرف فارس بھائی کو سوچیں۔"

"ہاں اریشہ ٹھیک کہہ رہی ہے...... ویسے بھی ہم سب



pklibrary.com

کو اس دن کا شدت سے انتظار ہے جب میری بہن ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو کر پیا دیس سدھار جائے گی۔ اس لیے یہ ذمہ داریوں کا بھوج اپنے سر سے اتار دو تم۔'' اندر آتے عاشر نے ہانک لگائی۔

''میں نے ذمہ داریوں کو فرض کی طرح نبھایا ہے، کبھی بوجھ نہیں سمجھا اور میں بہت خوش ہوں کہ اللہ نے میرے صبر اور قربانی کا صلہ فارس اور اس کی فیملی کی صورت میں مجھے دیا جو بہت پیار کرنے والے ہیں۔'' وہ دل سے کہتی سب کو بہت پیاری لگی۔

''ہم سب کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ تمہیں ہر موڑ پر خوشیاں اور اس گھر میں قدر و منزلت ملے، آمین۔'' عاشر نے بڑے بھائیوں کی طرح اسے دعا دی۔

''شکریہ بھائی بلکہ بہنوئی صاحب...... دادا ابا لگ رہے ہو۔'' اس نے مسکرا کر اسے چڑایا۔

''اریشہ...... چلو گھر چلو تمہاری بہن مجھے وقت سے پہلے بوڑھا بنا رہی ہے۔ جب کہ میں ابھی باپ بھی نہیں بنا۔'' عاشر مصنوعی غصے سے اریشہ کو پکارنے لگا تو دونوں کا قہقہہ بے ساختہ بلند ہوا تھا۔

☆☆☆

''میں فارس باقر اس قابل تو نہیں تھا کہ تم جیسی ذمہ دار اور خوددار لڑکی کا ساتھ مجھے ملتا مگر پتا نہیں اللہ کو میری کون سی نیکی پسند آ گئی جس کے انعام کے طور پر تم ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میری ہو گئی ہو فاریہ...... یقین جانو تمہاری ظاہری خوب صورتی نے مجھے اتنا متاثر نہیں کیا جتنا تمہارے اندر کی سچائی اور اپنے مقصد پر ڈٹے رہنے اور باکردار ہونے کی تمام صلاحیتوں نے جب میرے اندر چھپی خودغرضی کو مسمار کیا اور تم مجھے اپنے دل سے اور بھی قریب محسوس ہوئی...... میں جو یہاں واپس آنا ہی نہیں چاہتا تھا تمہارا ساتھ پا کر اب یہاں سے واپس جانا نہیں چاہوں گا۔ کبھی بھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گا، کیا تم زندگی کے تمام مرحلوں میں میرا ساتھ دو گی؟'' شادی کی رات کو عرصے سے اپنی زندگی تعلیم اور اپنی ذمہ داریوں کے تمام احوال بتا کر اس سے پوچھ رہا تھا۔

''کیوں نہیں، ضرور...... آپ ہی میرا سب کچھ ہیں۔ آپ کو دھتکارنا کبھی میرا مقصد نہیں رہا مگر میرے لیے میرے، بہن بھائیوں سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا، ماں باپ کی وفات کے بعد میں تنہا ان کا سہارا تھی۔ یہ سب میں نے فرض سمجھ کر پورا کیا میری محنت کا نتیجہ اللہ پاک نے آپ جیسا محبت کرنے والا ہم سفر میرے نصیب میں لکھ کر مجھے دے دیا، میں اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے، میں نے تو کبھی ایسا سوچا بھی نہیں تھا۔ آپ صرف ساتھ دینے کی بات کر رہے ہیں، میرا صرف آپ سے نہیں بلکہ خود سے بھی وعدہ ہے کہ آپ سے جڑی تمام ذمہ داریوں کو اچھی طرح نبھاؤں گی اور ہاں ایک وعدہ خود سے اور بھی کیا ہے میں نے......'' وہ فارس کو سب بتا رہی تھی جب اس نے حیرانی سے آبرو اچکائے۔

''کون سا وعدہ اور اتنا تو مجھے پتا ہے کہ فاریہ جو وعدہ خود سے کرے وہ ضرور وفا کرتی ہے۔ بتاؤ ناں کون سا وعدہ؟'' اس کے جھکے چہرے کو اس نے ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر کیا تو مسکراتی نگاہیں فاریہ کا دل دھڑکا گئیں، کیسے کہتی وہ یہ سب۔

''آپ سے محبت کرنے کا...... آپ کی بے لوث محبت کے جواب میں بے پناہ محبت دینے کا اور آپ سے جڑے تمام رشتوں کو پیار اور خلوص دینے کا۔'' اس نے اپنی شور کرتی دھڑکنوں پر قابو پا کر پُراعتماد لہجے میں کہا۔

''او اچھا...... یعنی میری محبت کی خوشبو تم تک بھی پہنچ گئی، تم پر بھی اس کا اثر ہوا، دوسرے وعدے پورے ہوں نہ ہو یہ وعدہ تو ضرور پورا ہونا چاہیے۔'' اس نے شرارت سے کہا۔

''اور تمہیں گفٹ دینا تو بھول ہی گیا۔'' اس نے ایک خوب صورت نازک بریسلیٹ اسے پہنایا اور بولا۔

''تمہاری ایک اور امانت لوٹانی تھی تمہیں...... لاؤ ہاتھ آگے کرو۔'' اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ فارس نے اس کے ہاتھ پر ایک ائیر رنگ رکھ دی اس کے چہرے پر مسکان تھی۔

"یہ آپ کو کہاں سے ملی...... کتنا ڈھونڈا میں نے اس، آپ جانتے نہیں یہ مجھے کتنی عزیز تھی۔ میری امی کی نشانی ہے جو اس دنیا سے جانے سے پہلے وہ مجھے دے گئی تھی۔" اس نے وہ ایئر رنگ لبوں سے لگا کر اس سے کہا۔

"تمہاری خوشبو نے مجھے یہ باور کروا دیا کہ یہ تمہاری ہو سکتی ہے۔ جس طرح اسے سنبھال کر رکھا ہے تمہیں بھی ہمیشہ سنبھال کر رکھوں گا، تمہاری ہمیشہ حفاظت کروں گا۔" اس کا یہ انداز اور دلنشین لب و لہجہ فاریہ کا دل دھڑکا گیا تھا۔

......☆☆☆......

ان کی شادی کو سات ماہ گزر چکے تھے۔ زندگی بہت خوب صورت ہوگئی تھی۔ فارس کسی کام سے باہر تھا وہ شام کی کافی بنا کر سب گھر والوں کو دے رہی تھی، یہ کام اس نے اپنے ذمے لے لیا تھا۔ سونیا کے دونوں بچے اس کے پاس تھے۔ راحمہ اس کو ہی پکار رہی تھی۔ وہ روحان کے ساتھ بیٹھی کھیل رہی تھی جب فارس اندر آیا۔ راحمہ اس سے لپٹ گی۔ فارس نے اسے ڈھیروں پیار کیا اور فاریہ سے بولا۔

"تمہاری طبیعت کیسی ہے اور یہ کیا یہ فروٹس پڑے ہیں تم نے کچھ بھی نہیں کھایا؟"

"نہیں میں نے لیا تھا بس تھوڑی سی وومٹنگ ہے۔" وہ جان چھڑانے والے انداز میں بولی۔

"تم بالکل اپنا خیال نہیں رکھتی، کالج جانے کی پرمیشن صرف تمہاری ضد کی وجہ سے دی ہے ورنہ تم جانتی ہو کہ سب کتنے خلاف ہیں۔ تمہیں اس حالت میں آرام کرنا چاہیے۔" وہ اسے پیار سے سمجھا رہا تھا۔

"یہ نارمل حالت ہے، آپ ایسے ہی پریشان ہو جاتے ہیں۔ اچھا آپ کو یاد ہے ناں کل اذان کا عقیقہ ہے۔ ہم سب انوائیٹڈ ہیں۔ کتنا پیارا ہے ناں میرا بھانجا، اریشہ جیسا معصوم اور عاشر کی طرح خوب صورت۔ ایک اور بات آپ کو بتانا تھی۔ حسان کو ایک پاکستانی ڈاکٹر پسند آ گئی ہے جوں ہی حسان آئے گا ہم اس کی شادی کردیں گے۔" وہ خوشی سے بولی۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ ہاں مجھے یاد ہے، ہم کل ضرور چلیں گے۔ یہ کیا تم نے پھر میرے کپڑے پریس کردیے، اس نے کبرڈ کھول کر دیکھا۔" اس کی طرف مڑ کر اس نے خفگی سے پوچھا۔

"کوئی بات نہیں فارس...... میں گھر آکر فارغ ہی ہوتی ہوں، مجھے آپ کا کام کرنا اچھا لگتا ہے۔" اس نے راحمہ اور روحان کے ساتھ کھیلتے ہوئے جواب دیا۔

"طبیعت خراب تھی پھر بھی یہ سب کرلیا...... لڑکی تم بس اپنا خیال رکھو یہ سب ہو جائے گا اور ویسے بھی مجھے میری بیٹی تمہاری طرح اسٹرونگ چاہیے تجھی...... چلو شاباش یہ ایپل کھاؤ۔" وہ اسی حلیے میں بیٹھ کر سیب کاٹ رہا تھا۔

"آپ کپڑے تو چینج کرلیں...... میں نکال دوں۔" وہ کہتی ہوئی اٹھنے ہی لگی تھی کہ اس نے ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھایا۔

"نہیں پہلے یہ تم فنش کرو۔" فارس کے انداز میں سختی تھی۔

"اوکے سر۔" ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اس نے اس کے ہاتھ سے پورا سیب لے لیا۔

"کیا کہا...... سر۔" اس نے خفگی سے پوچھا۔

"سر نہیں فارس۔" اس نے جلدی سے کانوں کو ہاتھ لگایا کیونکہ فارس کو اس کے سر کہنے سے چڑ تھی فاریہ کی اس ادا پر وہ مسکرایا اور اس کی ناک زور سے دبائی جبکہ وہ ہنستے ہوئے ایپل کھا رہی تھی۔ دونوں نے مل کر ایک دوسرے کی ذمہ داری اٹھالی تھی جو زندگی کی اصل خوب صورتی تھی۔

www.naeyufaq.com

عدیلہ ہاشمی

# دوریاں

دھوپ میں ہو جو چھاؤں کی طرح
ایسا اک مہربان تلاش کریں
پیار کے پھول جس میں کھلتے رہیں
چاہتوں کا جہاں تلاش کریں

پیارے بھیا!
السلام علیکم!
امید ہے آپ خوش اور خوش حال ہوں گے۔ اللہ پاک سے دعا بھی یہی ہے کہ کبھی کوئی دکھ آپ کے قریب نہ آئے۔ بھابی اور بچے کیسے ہیں؟ بہت دن ہوگئے آپ سے ملے ہوئے، جب سے آپ گئے ہیں ابو بہت پریشان رہنے لگے ہیں۔ انہیں چھوٹے بہن بھائیوں کی فکر کھائے جارہی ہے۔ چھوٹی کی شادی کی تاریخ جب سے رکھی ہے وہ بہت الجھے الجھے رہنے لگے ہیں۔ یوں تو چھوٹے بھیا بہت ساتھ دیتے ہیں لیکن بھیا آپ تو اس گھر کے بڑے ہیں ناں، ابو اس فکر میں ہی گھل رہے ہیں کہ ان کے بعد چھوٹے بہن بھائیوں کا کیا ہوگا۔ بے شک آپ نے ہماری خاطر اپنی تعلیم، اپنی خواہشوں اور اپنے خوابوں کی اس دور میں قربانی دی جس دور میں خواب دیکھنے اور خواہشوں کو پورا کرنے کی عمر ہوتی ہے، ہماری جان پر جو آپ کا قرض ہے وہ ہم اپنی جان دے کر بھی ادا نہیں کرسکتے، آپ جانتے ہی ہیں کہ ہم دونوں بہنوں کی شادی بھی چھوٹے بھیا نے ہی قرض لے کی اور اب چھوٹی کی شادی ہے تو تب بھی وہ پیچھے نہیں ہٹیں گے گھر بھر کے ماہانہ اخراجات بھی اب تو وہ اکیلے ہی اٹھارہے ہیں۔ بجلی، گیس، پانی کے بل اور ماہانہ راشن بھی اب تو وہ اکیلے ہی پورا کرتے ہیں جب کہ وہ ہماری شادی پر لیے ہوئے قرض کی اقساط بھی ادا کررہے ہیں۔ اللہ جانے وہ یہ سب اکیلے کیسے کررہے ہیں؟ بھیا آپ کو اب ہم سے ایک ہی شکایت رہتی ہے کہ ہم سب اب آپ سے اپنی ضرورتیں اور خواہشیں بیان نہیں کرتے بلکہ چھوٹے بھیا سے بیان کرتے ہیں تو بھیا جو ہماری ضرورتیں اور خواہشیں پوری کرے گا ہم بیان بھی تو اسی سے کریں گے ناں؟ میری جان بھی آپ پر قربان...... چھوٹا منہ بڑی بات لیکن بھیا آپ نے اپنی شادی پر وہ پلاٹ بیچ کر خرچ پورا کیا جو سب کا مشترکہ تھا پھر بھلا اب آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ چھوٹے بھائی خود کمائیں اور اپنے اپنے گھر بسائیں؟ ہم وہ وقت نہیں بھولے جب ابو کے دیوالیہ ہونے کے بعد آپ نے اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ کر کیسے محنت مزدوری کرکے نہ صرف گھر کا خرچ چلایا بلکہ ابو کا قرض بھی اتارا لیکن جب سے آپ الگ ہوئے ہیں ماہانہ اخراجات میں اپنا حصہ ڈالنے سے بھی ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ میں یہ کبھی نہیں کہتی بھیا لیکن ابو کی پریشانی مجھ سے دیکھی نہیں جارہی۔ جہاں آپ

نے ہمارے لیے اتنا کیا تھوڑا اور سہی ابو کو ماہانہ کچھ پیسے ضرور بھجوا دیا کریں تا کہ وہ چھوٹے بہن بھائیوں کے فرائض جلد از جلد اپنی زندگی میں ادا کر سکیں۔ امید ہے آپ میری باتوں پر غصہ کرنے کی بجائے غور کریں گے کیوں کہ یہ سب میں اپنے اسی بھائی کو لکھ رہی ہوں جو اپنی شادی اور الگ ہونے سے پہلے ہماری ہر ضرورت اور خواہش بغیر کہے ہی پوری کر دیتا تھا۔ اللہ جانتا ہے کہ ہمارے دلوں میں آج بھی آپ کی اہمیت کم نہیں ہوئی لیکن اللہ جانے آپ کے دل میں یہ بات کس نے ڈال دی کہ اب ہم آپ پر چھوٹے بھیا کو فوقیت دیتے ہیں۔ ہمارے دل میں آپ کے لیے آج بھی وہی پیار، عزت اور احترام ہے، جو آپ کی شادی سے پہلے ہمارے دلوں میں آپ کے لیے تھا۔ میری دعا ہے کہ آپ کے دل میں جو ہمارے لیے دراڑ آ گئی ہے وہ جلد از جلد بھر جائے گی اور آپ یہ بات بھی جلد ہی جان جائیں گے کہ ہمارے دلوں میں دوری کون ڈال رہا ہے۔

آپ کے جواب کی منتظر

آپ کی بہن

عدیلہ

......☆☆☆......

"باجی آپ کا فون آیا ہے جلدی آ کر سن لیں۔"

ہمسائے کے بچے نے آ کر پیغام دیا اور میں نے ننگے پاؤں ہی دوڑ لگا دی تھی۔ میری خوشی کی انتہا نہ تھی کہ بڑے بھیا نے یقیناً میرا خط پڑھ کر فون کیا ہے۔ جب سے ہمارا فون خراب ہوا تھا ہمارے سب رشتہ دار ان ہی کے فون پر ہم سے رابطہ کر رہے تھے۔

"ہیلو......" میں نے مسکرا کر انتہائی جوش سے کہا۔

"تم کیا سمجھتی ہو وہ تمہاری ان جذباتی باتوں میں آ کر پھر سے بے وقوف بن جائیں گے؟ ہرگز نہیں...... انہیں تنگ کرنا چھوڑ دو، اب ان کی اپنی بھی ایک فیملی ہے۔ بیوی ہے، بچے ہیں جن کی ضروریات پوری کرنی ہوتی ہیں، بڑے شہروں کے ہزار خرچے ہوتے ہیں۔ ان کے پاس

pklibrary.com

بچتا ہی کیا ہے جو وہ تم لوگوں کو بھیجیں اور ویسے بھی ساری عمر انہوں نے کم نہیں لگایا تم لوگوں پر جواب بھی ان سے بھیک مانگ رہے ہو، یہ تو شکر ہے کہ ڈاکیا خط ان کے دفتر سے آنے سے پہلے دے گیا ورنہ تم نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی ان کا دماغ خراب کرنے میں۔ تم نے تو اس قدر جذباتی باتیں لکھیں کہ پتھر بھی پڑھے تو وہ بھی پگھل جائے لیکن شکر ہے کہ خط میرے ہاتھ لگ گیا۔ آئندہ یہ غلطی مت کرنا تم کیا سمجھتی ہو کہ تم ایسی جذباتی باتیں لکھو گی اور پڑھ کر پھر سے تم لوگوں کے خرچے اٹھانا شروع کردیں گے؟ یہ تمہاری بھول ہے، میں ایسا ہونے نہیں دوں گی یہ بات یاد رکھنا۔“ فون بند ہو چکا تھا۔

”آپ نے سچ کہا بھابی...... جذباتی باتیں پتھر بھی پڑھے تو پگھل جاتے ہیں لیکن شاید آپ جیسا بے حس اور دلوں میں دوریاں ڈالنے والا انسان نہ پگھل سکے۔“ میں مرے قدموں واپس لوٹ آئی، ٹھوکر لگنے سے بہت بری طرح گری تھی۔

”ارے دیکھ کر چلا کرو بیٹا...... ابھی چوٹ لگ جاتی تمہیں۔“ ابو نے مجھے گرتا دیکھ کر کہا لیکن دیکھتی کیسے منظر تو آنسوؤں سے دھندلا چکا تھا۔

”چوٹ تو لگ گئی ابو۔“ میں نے آنسو چھپاتے ہوئے جواب دیا اور کمرے میں چلی آئی تاکہ دل کا بوجھ کچھ ہلکا کرسکوں۔

naeyufaq.com

آنچل کی جانب سے ایک اور آنچل

ماہنامہ

حجاب کراچی

محبت، نفرت کی آمیزش سے مزین ناقابل فراموش کہانیاں

مرگ تمنا

خاندانی رسم و رواج کس طرح لڑکیوں کو باغی کرتا ہے
ماورا طلحہ کے نوک قلم نکلی ایک خوب صورت تحریر

عہد محبت

رشتوں میں اپنی مفاد کے لیے زہر گھول والوں کا قصہ حیات
جو خود تو تباہی کی طرف تیز سے دوڑ رہے ہوتے ہیں اور اپنے
ساتھ کئی اور رشتوں کو بھی ناتلافی نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں

موج سخن

ذاتی معیاری شاعری پر مبنی سلسلہ

اس کے علاوہ

بزم سخن، بچن کارنر، دوست کا پیغام آئے، منتخب اشعار، غزلیں، اقتباسات اور دیگر قارئین کی دلچسپی کے مدنظر مستقل سلسلے

Info@naeyufaq.com

0300-8264242

biazdill@naeyufaq.com

میمونہ رومان

# بیاض دل

**مہر گل...... کراچی**

کبھی نظر میں بلا کی شوخی، کبھی سراپا حجاب آنکھیں
وہ آئے تو لوگ مجھ سے بولے حضور آنکھیں جناب آنکھیں
عجب تھا کچھ گفتگو کا عالم، سوال آنکھیں جواب آنکھیں
ہزاروں ہی ان سے قتل ہوں گے، خدا کے بندے سنبھال آنکھیں

**ام حمنہ...... کوٹ مومن**

وہ دن وہ محفلیں وہ شگفتہ مزاج دوست
موج زمانہ لے گئی جانے کہاں کہاں

**نیلم شہزادی...... کوٹ مومن**

نہ تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا
ہوئی مدت کہ غالب مرگیا پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا؟

**عائشہ پرویز...... کراچی**

خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ
سکھائی عشق نے مجھ کو حدیث رندانہ
نہ مادہ ہے، نہ صراحی، نہ دور پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگین ہے بزم جانانہ

**نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ**

باغ عالم میں رہے شادی و ماتم میں رہے
پھول کی طرح ہنسے رو دیے شبنم کی طرح
شکوہ کرتے ہو خوشی تم سے منائی نہ گئی
ہم سے غم بھی تو منایا نہ گیا غم کی طرح

**مدیحہ کنول سرور...... چشتیاں**

اب نیند رات بھر آنکھوں سے خفا رہتی ہے کنول
محسوس ہوتا ہے سزائے محبت شروع ہوچکی ہے

**جاذبہ عباسی...... دیول، مری**

توبہ تو کرلی عشق سے مگر پھر بھی یارو
تھوڑا سا زہر لادو طبیعت اداس ہے

**رشک حنا...... سرگودھا**

بارش ہوتی تو پھولوں کے تن چاک ہوگئے
موسم کے ہاتھ بھیگ کے سفاک ہوگئے
بادل کو کیا خبر کہ بارش کی چاہ میں
کیسے بلند و بالا شجر خاک ہوگئے

**ثانیہ مسکان...... گوجر خان**

میرے ہاتھوں سے اور ہونٹوں سے خوشبو نہیں جاتی
میں نے اسم محمد ﷺ کو لکھا بہت اور چوما بہت

**عائشہ نور عاشا...... گجرات**

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

**ندا رشید گھمن...... ستیانہ**

تجھ سے ملے تو خود کو بھول گئے ہم
تجھ سے بچھڑے تو جینا بھول گئے ہم
یہ بھول بھول ہے یا یاد ہماری
کہ تُو بھول گیا یہی بھول گئے ہم

**جلنل...... چکوال**

ہمیشہ نہیں رہتے چہرے نقالوں میں
سبھی کردار کھلتے ہیں کہانی ختم ہونے پر

**نگین افضل وڑائچ...... گجرات**

نہ تھی کوئی رنجشیں
بس عادتوں میں تضاد تھا
اسے پسند تھی شوخیاں
اور ہمیں سادگی میں کمال تھا

**ملائکہ زاہد...... پشاور**

وہ مجھ پر عجیب اثر رکھتا ہے
میرے ادھورے دل کی خبر رکھتا ہے
شاید میں اسے بھول جاتا ہے مگر
یاد آنے کے وہ سارے ہنر رکھتا ہے

**فلفتہ، کیفہ سکندر...... لنگڑیال**

اس معصوم کی ظلمت کا یہ حال تھا فراز
وہ خود کو سزا دے کر مجھے تڑپایا کرتا تھا

**سمیعہ کنول...... مانسہرہ**

خوشیاں ہم جیسوں کا مقدر کہاں
خوشیاں تو ان کو ملتی ہیں جو غم کو مات دیتے ہیں

**ارم کمال...... فیصل آباد**



pklibrary.com

میں فنا ہوگیا، افسوس وہ بلا ہی نہیں
میری چاہت سے بھی بچی رہی نفرت اس کی

**روشی رحمانی..... وہاڑی**

درد ہے یا اس کی طلب؟
بس جو بھی ہے مسلسل ہے

**اقصیٰ زرگر، سنبل زرگر..... جوڑہ**

دلوں میں فرق بڑھ جائے تو اتنا یاد رکھنا تم
دلیلیں، منتیں اور فلسفے سب بے کار جاتے ہیں

**صائمہ سکندر سومرو..... حیدر آباد**

کی محمد ﷺ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

**عادل مصطفی..... طور جہلم**

وہ پتھروں سے مانگتے ہیں اپنی مرادِ منزل اقبال
ہم تو ان کے اُمتی ہیں جن کو دیکھ کر پتھر بھی کلمہ پڑھتے ہیں

**رخ کومل شہزادی..... سرگودھا**

اداس دل کی ویرانیوں میں بکھر گئے ہیں خواب سارے
یہ میری بستی سے کون گزرا، نکھر گئے ہیں گلاب سارے
نہ جانے کتنی شکایتیں تھیں، نہ جانے کتنے گلے تھے تم سے
جو تم کو دیکھا تو بھول بیٹھے، سوال سارے جواب سارے

**کرن وفا..... شادیوال گجرات**

حادثہ ایک دم نہیں ہوتا
وقت کرتا ہے پرورش برسوں

**عنزہ یونس..... حافظ آباد**

ضروری تو نہیں سورج سوا نیزے پر ہو
بدل جائے کوئی اپنا تو قیامت ہو ہی جاتی ہے

**صدف سلیمان..... شور کوٹ**

اپنی ذات کی خامیوں کو پس پشت ڈال کر
ہر شخص کہہ رہا ہے زمانہ خراب ہے

**عائشہ سلیم..... کراچی**

میرے دل پر رکھا ہے آج بھی سنگ تیری جفا کا
تیری یاد نہ سکھا سکی ڈھنگ کسی سے وفا کا
تم ہی میں نہ تھی وفا کی خوشبو ورنہ
میرا دل ہے متمنی آج بھی رنگِ وفا کا

**فیاض اسحاق مہیانہ..... سلانوالی**

تم سے بچھڑے برسوں بیتے
کہنا ہے یہ ہی آج ہمیں
مانگنا بھول نہ جانا
چاند کو دیکھ کر گر ہاتھ اُٹھیں

**مشا علی مسکان..... قمر مشانی**

کتنے اچھے لگتے ہیں امبر پر اڑتے آزاد پنچھی
انہیں دیکھو تو اپنا بچپن یاد آتا ہے

**اقرأ لیاقت..... حافظ آباد**

محفل کی چکا چوند میں کچھ خواب صف لوگ
اندر سے کبھی دیکھو تو ویران بہت ہیں

**رشک وفا..... برنالی**

دل خوش فہم ہر آہٹ پر دھڑکنا چھوڑ دے
جو گزر گئے ہیں وفا وہ زمانے کبھی بھی پلٹے ہیں کیا؟

**ارم صبا..... تلہ گنگ**

تمہیں تو لگتی رہی نئی نئی ہم پر محسن
مگر جو سب سے حسین الزام تھا وہ تیرا نام تھا

**مہرین آصف بٹ..... آزاد کشمیر**

تیری طلب نے جلا ڈالے سارے آشیانے
کہاں رہوں میں تیرے دل سے نکل جانے کے بعد

**شہین افضل..... بہاولنگر**

انہیں محبت کرنا نہیں آتا ہمیں محبت کے سوا کچھ نہیں آتا
زندگی گزارنے کے دو ہی طریقے ہیں ایک تمہیں نہیں آتا ایک مجھے نہیں آتا

**ثناء ناز..... بوسال سکھا**

ابتدا میں ہر مصیبت پر لرز جاتا تھا دل
اب کوئی غم امتحانِ عشق کے قابل نہیں

**نمروزہ..... کھروڑپکا**

اب جی رہا ہوں گردشِ دوراں کے ساتھ ساتھ
یہ ناگوار فرض ادا کررہا ہوں میں

**شاھین خان..... فیصل آباد**

یاد آئیں گے زمانے کو مثالوں کے لیے
جیسے بوسیدہ کتابیں ہوں حوالوں کے لیے

www.naeyufaq.com

pklibrary.com

biazdill@naeyufaq.com

ایمان وقار

# نیرنگ خیال

## پل پل

پل پل ترسے تھے
اس پل کے لیے
وہ پل آیا بھی تو
اک پل کے لیے
سوچا تھا اسے زندگی کا
اک حسیں پل بنالیں گے
پر وہ پل رکا بھی تو
اک پل کے لیے

آسیہ ارم..... کراچی

## میں تم کو کیسے بتاؤں

سب پوچھتا ہے وہ
میرے خاموش رہنے کا
میں گم صم کیوں رہتی ہوں
میں تم کو کیسے بتاؤں
میں کیوں خاموش رہتی ہوں
وفا کے قید خانے میں
فرائض کے نبھانے میں
جو لڑکی دار چڑھتی ہے
جسے سپنے دیکھنے کی
سزائیں وقت نے دی ہوں
جو رسم و رواجوں کی
بھٹی میں جلتی ہوں
جسم کی قید میں جب
روح پھڑ پھڑاتی ہو
جب آنسو اندر ہی اندر
اذیت بن جاتے ہوں
جسے بیٹی ہونے کا
حق ادا کرنا ہو
جسے پگڑیوں کی
لاج رکھنی ہو
جسے چپ رہنے کا حکم صادر ہو
تو وہ ایک عام سی لڑکی
بے حد عام سی لڑکی
جب بے موت مرتی ہے
نہ ہنستی ہے نہ روتی ہے
خاموشی اوڑھ لیتی ہے
پھر اسے لوگ کہتے ہیں
عجب بے حس سی لڑکی ہے
نہ ہنستی ہے نہ روتی ہے
نہ کوئی بات کرتی ہے
سدا خاموش رہتی ہے

عروشمہ خان عروش..... فرام بہاول پور

## اداسی

اداسی جب حد سے بڑھتی ہے تو
میں قلم اٹھا لیتی ہوں
لکھ کر الفاظ پھر خود ہی مٹا دیتی ہوں
کوئی ڈھونڈ نہ لے مجھے میرے ہی لکھے لفظوں میں
اسی لیے تو میں خود کو خود سے بھی چھپا لیتی ہوں
اور جب اشک ناداں بہنے کو بے تاب ہونے لگیں
میں اسی پل، پلکیں جھکا لیتی ہوں
اور نہ تلاش کرے کوئی مجھے میرے چہرے کے رنگوں میں
میں تو پاگل ہوں ہر غم مسکراہٹ میں چھپا لیتی ہوں

بنت شوکت..... مقام نامعلوم

## رائیون ڈل

میں تمہیں لے چلوں گا رائیون ڈل!
ہاں وہ رائیون ڈل!
جہاں کے حسیں
دل فریب

www.naeyufaq.com www.naeyufaq.com pklibrary.com

پرفتن مناظر
تمہاری سرمئی آنکھوں میں
روشنی لاتے ہیں
جس کا ذکر تمہاری پلکوں پہ
ستاروں کا جھرمٹ لگا دیتا ہے
جہاں جھیلوں میں ناچتی
لہریں گنگناتی ہیں
جہاں بادل سروتی، گگن کو چھوتے
بلند پہاڑوں پہ رہتے ہیں
پتا ہے زارا!
تمہیں کسی دور کنارے
پہاڑ کے پیچھے سے
آواز دوں گا
ان آسمان کو چھوتے
بلند پہاڑوں سے میری آواز
تمہاری سماعتوں سے ٹکرا کر
تمہاری دھڑکنوں میں گونجے گی
تم میری سمت
دوڑی چلی آؤ گی
تمہاری تیز، زیرک دھڑکنیں
پھولی سانسیں
سارے رائیونڈ ل میں
خوشبو کی لہریں بکھیر دیں گی
زارا......!
تمہیں دکھاؤں گا وہ منظر
جو تیری روشن آنکھوں میں
نمایاں تھا کبھی
خیالوں میں سمایا تھا کبھی
وہ جو برسوں سے تم نے
ارمان پال رکھے تھے
تم سے پوچھوں گا
جواں ہوئے یا نہیں

اس وادی کے جو خواب
تم نے آنکھوں میں سجا رکھے تھے
وہ پورے ہوئے یا نہیں
وہ جو نیلے پھول
تم نے اگا رکھے تھے
وہ کھلے یا نہیں
اور پتا ہے اگر وہ نیلے پھول
جو آسمان کے روبرو
دھیمی ہوا سے لہلہا رہے تھے
اس نیل گگن جھیل میں
بہا دیئے جائیں تو
ان کی جنبش سے
بدری شب میں نکلا ہوا
روشن چاند!
لرزنے لگ جائے
لرزتے چلنے لگ جائے
زمین کے اس سبز ٹکڑے پر
نیلے پھولوں کی وادی پر
میں اور تم!
شبنم کے قطروں سے بچی
گھاس پہ ننگے پاؤں چلیں گے
تم سے پوچھوں گا
اس نیل گگن کے سائے تلے
تمہارے خوابوں کی وہ وادی
جسے تم نے آنکھوں میں سجا رکھا تھا
اس میں آ کر کیسا لگا
یقیناً تم اپنے
یاقوتی ہونٹوں کو دباتے
ہنس پڑو گی
اور پتا ہے زارا
تمہارے لطیف تبسم سے
رائیونڈ ل کے سارے مرجھائے گلاب

شرما اٹھیں گے
میری جان! کھلکھلا اٹھیں گے
میں تمہیں لے چلوں گار بیئون ڈل!

ویریکیف...... فیصل آباد

## اداس آنکھیں

چاہتیں اپنے نام کرلیں
شوخ لہجوں کو بھول جاؤ
اداس آنکھوں سے بات کریں
آؤ کہ مل کے ہم اس طرح
اپنے خیالوں سے بات کریں
انہیں فرصت نہیں تو نا سہی
گلہ نا کیجیے
آؤ کہ ان کی ہنستی مسکراتی تصویروں سے بات کرلیں
اب کے ساون بھی یونہی گذرا تکتے راہ ان کی
آؤ کہ یہ بھی ساون ان کشتیوں کے نام کرلیں
محبتوں میں سوال کیسے، چاہتوں میں جواب کیسے
آؤ کہ سارے شکوے مٹا آئیں
کل کی بات کرلیں
ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ہم چلتے جائیں کھو سے جائیں
باتوں میں مگن ایسے ہوں کہ صبح سے ہم شام کرلیں
اک بات مانو گے
میرا ہاتھ تھام کر وعدہ کرلو
آؤ کہ سنگ مدیحہ کے، نام تمہارا سر عام کرلیں
چاہتوں کا ہے لطف کیسا، عزم کیسا جنوں کیسا
آؤ کہ ہم سنگ چلیں سبھی چاہتیں اپنے نام کرلیں

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

## ایک لمحہ

کسی ایک ادھورے لمحے میں
بیٹھے کوئی کوتاہی
برسوں پرانے یارانے
لمحوں کی قید میں آئیں گے
ہر ساتھ بھلا کر وہ
یہ بھی نہ یاد رکھ پائیں گے
کتنے اچھے تھے ہم
اس ایک ادھورے لمحے کی
کوتاہی سے پہلے
صرف ایک ہی لمحہ کافی ہے
برسوں کا ساتھ بھلانے کو
ہر ایک یاد مٹانے کو

سمیرا اویس...... شجاع آباد

## غم تنہائی

وہ اک شخص جو تھا ملہار کی طرح
دے گیا داغ پھلوار کی طرح
مجھ کو کھویا رہنے دو میرے خیال میں
کہ میں تو ہوں سراپا بہار کی طرح
تھا ساتھ تمہارا تو دنیا حسین تھی
اب تو ہے سکھی صبا ادھار کی طرح
وہ ہلکی سی سرگوشی دے نہ سکی سکوں
کہ سمایا تھا مجھ میں وہ گلزار کی طرح
ہوتا ہے جو ہوجانے دو غم تنہائی میں
رکھنا نہ خود کو بشریٰ گنہگار کی طرح

بشریٰ رفیق...... لاہور

## کمیشن کی تیاری

کمیشن کی تیاری ہے
شاعری میرا موضوع ہے
میں جو راتوں کو پڑھتی ہوں
بہت سے پائے کے شعرا کو
کہ ان کے دیوان کے
سب ہی اشعار میرے دل کو بھاتے ہیں
وہ میرا غم بٹاتے ہیں
ٹھکا ٹھک دل پہ لگتے ہیں
میں انہیں ایسے دہراتی ہوں
سب ہی یاد ہوتے ہیں
ان درد بولتے اشعار کو لحن سے گنگنا کر

اسٹیٹس پہ لگاتی ہوں
کچھ ساتھیوں اور ہمدموں کو سناتی ہوں
وہ ہمدم وہ ساتھی داد و تحسین کے
ڈونگرے لٹاتے ہیں
بڑی تسکین ملتی ہے
سارے پرانے شاعر دوسری دنیا میں مسکراتے ہیں
کمیشن کی تیاری ہے شاعری میرا موضوع ہے
اگرچہ دوست یہ دنیا بڑی باتیں بگھارے ہے
اگر پر بھی گرے کہیں تو یہ کوا اڑاتی ہے
کسی چھوٹے سے رائی کے دانے کو پہاڑ باور کرواتی ہے
سمجھتی ہے یہ شاعری افسردگی کی علامت ہے
یہ گہرے شعر کسی پریشانی کی علامت ہیں
میں دنیا کے اندازوں پہ مبہم سا مسکراتی ہوں
نہ یوں کہہ دوں کہ سرعام راز کی بات کیوں کر ہو
کہ ایسے تو میرے اشعار اپنا بھرم کھو دیں گے
اور وہ جو کچھ دوست کچھ ہمدم دیرینہ ہیں
جو کہتے ہیں کہ تیرے شعر گہرے ہیں
پھر اس کے بعد کون میرے انتخاب کی گہرائی ناپے گا
سو بات کو بس اتنا ہی رہنے دو
کمیشن کی تیاری ہے
شاعری میرا موضوع ہے

بشریٰ انبساط راؤ..... ٹنڈو الہ یار

## اِک لڑکی

اِک لڑکی میں، پیاری سی
نازک سا دل رکھنے والی
بات بات پہ رونے والی
ہر وقت اداس رہنے والی
خدا جانے یہ کیا ہوا
وقت نے کروٹ لی
اور......
اب میں ہوں
خوش رہنے والی
زندہ دلی سے جینے والی
چھوٹی چھوٹی بات پر خوش ہونے والی
اک لڑکی میں، پیاری سی
نازک سا دل رکھنے والی

سیدہ فاطمہ جبیں..... مقام نامعلوم

## حسین دن

کتنے حسین تھے زندگی کے وہ سنہرے دن
جب موسم خزاں بھی بہار تھا
پھر یہ اچانک کیا ہوا -
بہار میں یہ خزاں کی جھلک کیسی
یہ ناراضگیوں اور غلط فہمیوں کیوں جنم لیا
ان سب کے ساتھ انا نے بھی آن قدم جمایا
آؤ بھول جائیں
اِک دوسرے کی ہر خطا کو
پھر ہاتھ تھام لیں ہم
زندگی کے ان سنہری دنوں میں لوٹ جائیں
جو حسین تھے
آؤ لوٹ جائیں
آؤ لوٹ جائیں

شمائلہ لطیف..... لودھراں

## سپنے

سجائے تھے جو آنکھوں میں سپنے بکھر گئے
دل یوں ٹوٹا کہ ہر سو ٹکڑے بکھر گئے
دیکھا جو ان کو زندگی میں خوش
دی ان کو دعا اور خود ہی سمٹ گئے
قلب و نظر کے حوصلوں پر ہمیں ناز تھا بہت
دیکھا جو ان کا جلوہ تو بے موت مر گئے

عائشہ خان..... ڈسکہ

## اب تو کوئی قرار ملے

میں بے قرار کو اب تو کوئی قرار ملے
کہ اس جہاں سے مجھے بھی راہِ فرار ملے
ترے بنا تو یہ سانسوں کا جسم بوجھ سا ہے

www.naeyufag.com
pklibrary.com

تُو آ تو دل کے دھڑکنے کو اعتبار ملے
تڑپتا چھوڑ کے یونہی چلے ستم گر تم
پلٹ کے دیکھ بدن کو تری پھوار ملے
ہم ایک ہجر کے دو دائمی مریض ہوئے
اُدھر نہ چین تمہیں، نہ اِدھر قرار ملے
ہوں منتظر میں اسی سانس ابھی سدرہ
کہ میری جلتی ہوئی روح کو نکھار ملے

سدرہ اقبال چوہدری..... خانیوال

## خاموشی

خاموش رہ کے بھی
بہت کچھ کہہ جاتا ہے
درد جاتا کہاں ہے
اندر کہیں رہ جاتا ہے
اچھا کہیں جسے لوگ
وہ جو چُپ کر کے
سب سہہ جاتا ہے
میں رونا نہیں چاہتی عرش
نہ جانے آنکھوں کا پانی کیوں بہہ جاتا ہے

اقرا عرش..... ملتان

## ابھی کچھ عرصہ پہلے

ابھی کچھ عرصہ پہلے
یہ دل بھی شاد تھا
بہاروں کا آنا
مینہ کا برسنا
پھولوں کا مہکنا
اسے بھی اچھا لگتا تھا
ابھی کچھ عرصہ پہلے
اس دل کی شوخیاں بھی تھیں
شرارتیں بھی تھیں
یہ بلاوجہ کھلکھلانے کا عادی بھی تھا
اس دل کو
سب کچھ اچھا لگتا تھا
ابھی کچھ عرصہ پہلے
یہ گم سم اور ویران نہیں تھا
اس دل کا بھی اک
جہاں باقی تھا
ابھی کچھ عرصہ پہلے گل
یہ دل بھی زندہ تھا
ابھی کچھ عرصہ پہلے

مریم منور گل..... سمندری

## کہاں ہوتی ہو

کیوں خود کو ہم سے چھپاتی ہو، کہاں ہوتی ہو؟
لوٹ کر کیوں نہیں آتی ہو، کہاں ہوتی ہو؟
جب بھی کوئی عاشق نا مراد ملتا ہے
مجھے تم کیسے بھلاتی ہو، کہاں رہتی ہو؟
جب کبھی شب وصل کی یاد آتی ہے
کیسے خود کو سلاتی ہو، کہاں ہوتی ہو؟
یہ اڑتا دھواں مجھے بتا رہا ہے کہ
لہو دل کا تم جلاتی ہو، کہاں ہوتی ہو؟
تو میری راز داں ہے میں تیرا راز داں ہوں
پھر بتا کیوں چھپ کے روتی ہو، کہاں ہوتی ہو؟
تیرے محلے کا نم موسم بتا رہا ہے مجھے
بارشیں خوب برساتی ہو، کہاں ہوتی ہو؟
ہم نے تو چائے پینی ہی چھوڑ دی جاناں
اب کس کے لیے چائے بناتی ہو، کہاں ہوتی ہو؟
شاید کسی بہانے ملاقات ہوجائے مجھ سے
اسی بہانے روزانہ ادھر آتی جاتی ہو، کہاں ہوتی ہو؟
آج کسی کو حال دل سنایا تو سوچا ساگر
کہ تم کسے حال دل سناتی ہو کہاں ہوتی ہو؟

ایم عمر علی ساگر..... فیصل آباد

www.naeyufaq.com
pklibrary.com

dkp@naeyufaq.com

# دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں سب آنچل ٹیم اور آنچل فرینڈز، ہم آنچل کی خاموش قاری ہیں سوچا کیوں نہ خاموشی کو توڑا جائے، چھٹی کلاس سے آنچل پڑھ رہی اب تو یونیورسٹی کی اسٹوڈنٹ ہیں ہم۔ آپ سب کو اچھے سے جانتی ہیں اور فائزہ شاہ جانی آپ کیسی ہیں؟ آپ نے بولا تھا نہ کے میں بھی لکھوں گی دیکھو ہم بھی آ گئے اب حیران نہ ہونا اور رقیہ ناز آپ کدھر سے ہیں میں ضلع وہاڑی سے ہوں اور میں پہلی بار لکھ رہی ہوں پتہ نہیں شائع بھی ہوگا کہ نہیں، ہمارے ہاں ڈاک کی کی کوئی سہولت موجود نہیں اس لیے سوچا یہاں کوشش کی جائے اب معلوم نہیں کہ ہمیں یہاں جگہ ملتی ہے کہ نہیں اگر شائع ہوگیا تو لکھتی رہوں گی اگر نہ شائع ہوا تو پھر نہیں لکھوں گی اور جس نے ویلکم کرنا لائن میں لگ جاؤ (ہاہاہا) میں تو ایسے کہ رہی جیسے شائع ہوگیا، ویلکم رہ گیا، دلی تمنا کہ ایک بار بس شائع ہو جائے، دعاؤں میں سب یاد رکھئے گا زندگی رہی تو پھر ملتے ہیں اور میری سسٹر کے پیپرز ہیں فرسٹ ایئر کے دعا کیجئے گا اور زارا میڈم آپ پڑھائی پر توجہ دو۔

فاطمہ زارا...... تحصیل میلسی، ضلع وہاڑی

مریم کے نام

ہیلو مریم کیسی ہو؟ میں ٹھیک ہوں، کرن بھی ٹھیک ہے۔ تمہاری کاٹی ماؤں بھی ٹھیک ہے یہ میں نے یعنی کرن نے تمہارے لیے لکھا ہے۔ اللہ تمہیں ہر دکھ سے محفوظ رکھے۔ ہمیشہ خوش رہو آمین۔

تمہاری بہن

کرن زینت...... فیصل آباد

ڈاکٹر کومل ستار کے نام محبت بھرا پیغام

السلام علیکم! ڈیئر کومل کیسی ہو یقیناً ٹھیک ہوگی اور میری طرح سب سے اسپیشل۔ آپ یقیناً حیران ہوں گی یہ کس نے اپنے مبارک ہاتھوں سے میرے نام پیغام لکھا ہے۔ آپ نے ہمیں پیغام دیا تھا کہ اس کالم میں میرے نام پیغام ہونا چاہیے اور ڈاکٹر لوگ حکم کریں ہم پورا نہ کریں ''اے تا ہوئی نی سکدا'' آپ کو پیغام دینے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ ڈاکٹر ہیں اور ڈاکٹر مجھے بہت پسند ہیں اگر میں لڑکا ہوتی تو ڈاکٹر بنتی یا فوجی آپ کے نام کو دیکھ کر لگتا ہے آپ واقعی کومل ہیں پلیز میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں آپ سے نہیں تمام ڈاکٹروں سے (صرف لیڈی ڈاکٹروں سے) آئی ہوپ کہ آپ میری ریکویسٹ کو ریجیکٹ نہیں کریں گی اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے تمام دکھوں اور تکلیفوں سے بچائے آمین۔ اب اگلا پیغام میرے نام میں ضرور بتانا میری فرینڈ شپ آپ کو قبول ہے کہ نہیں۔ اللہ حافظ۔ آپ کی نیو فرینڈ۔

سمیرا کاجل صدیقی...... جنڈانوالہ

نگہت فاروق، کرن فاروق، ہما احمد، اذن حفیظ کے نام

السلام علیکم! اذن آپ کا نام بہت خوب صورت



pklibrary.com

www.naeyufaq.com

ہے۔ تھینک یو سوچ کہ آپ نے مجھ ناچیز کو یاد رکھا۔ بہت اچھا لگا۔ اپنی ڈیٹ آف برتھ تو بتادیتیں تا کہ ہم بھی قرض چکا دیتے۔ بشریٰ جی ''دیدہ ودل فرش راہ'' ہم سے دوستی کرلیں۔ ہما احمد، قبول ہے، قبول ہے، قبول ہے کہو، تو خوش ہونا۔ زینت اور کرن آپ دونوں سے مل کر بہت اچھا لگا، بہت مزہ آیا۔ آپ دونوں بہت معصوم ہو۔ کرن آپ بہت پیاری ہو۔ زینت تم بھی پیاری ہو نہ گھورو۔ مدعا یہ ہے کہ ہم سے ودستی کرلیں۔ فی امان اللہ۔

انا احب

میری پیاری ''چاہت'' کے نام

پیار بھرا سلام، پیاری چاہت کیسی ہو۔ امید ہے کہ ٹھیک ہوگی۔ تمہیں سالگرہ بہت بہت مبارک ہو، ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ ہمیشہ خوش رہو ہنستی مسکراتی رہو اور ہزاروں سال جیو۔ میری بہت سی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اور میری پیاری بہن کو سلام اور ڈھیروں دعائیں۔ اپنا بہت خیال رکھنا دونوں، اینڈ نئے سال کی بھی بہت بہت مبارک باد۔

صدف عبدالغنی...... کراچی

دل میں بسنے والوں کے نام

السلام علیکم! سب سے پہلے نازیہ کنول نازی جی آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گی کہ وہ آپ کو جلد از جلد صحت یاب کریں اور آپ ہمارے لیے آنچل میں لکھیں۔ میری بھتیجی صاحبہ یعنی حفصہ ایمان کی ۸ جنوری کو برتھ ڈے ہے سو ہیپی برتھ ڈے سویٹی اور میرے کیوٹ سے بھتیجے شازل میر کی برتھ ڈے ۱۸ جنوری کو ہے سو ہیپی برتھ ڈے شازل بیٹا اور میری آنچل ریڈرز سے ریکوسٹ ہے کہ میں آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر کوئی مجھ سے دوستی کرنا چاہتا ہے تو آنچل کے ذریعے بتادیں اوکے۔ دعاگو اور دعاؤں کی طالب۔

شاہینہ خان شانی...... لانڈھی کراچی

ایک پیاری سی لڑکی کے نام

نومبر کے شمارے میں ایک دوست کا میسج پڑھا جو اپنے بارے میں بتا رہی تھیں کہ ایک ایکسیڈنٹ میں ان کی زبان کٹ گئی تھی اور اب وہ بولنے سے محروم ہیں۔ جی بالکل ثمینہ عزیز نام ہے۔ جی ثمینہ مجھے آپ کے متعلق پڑھ کر بہت افسوس ہوا ہے اور بے اختیار میرا جی چاہا کہ میں آنچل کے ذریعے آپ سے رابطہ کروں اور اگر آپ برا نہ مانیں تو آپ سے دوستی بھی کرنا چاہوں گی۔ پلیز اگر آپ میرا پیغام پڑھیں تو ضرور جواب دینا۔ آپ کے جواب کی منتظر آپ کی نئی دوست۔

مقدس رباب...... چکوال

پیاری آپی فرحت کے نام

مدینے کی گلی میں ہو گھر تیرا
مکہ کی وادی میں ہو بسیرا تیرا
دعا ہے ایک دوست کی ایک دوست کے لیے
خانہ کعبہ کے سائے میں ہو سجدہ تیرا
(آمین)

نازیہ کنول، سیاس گل کے نام ایک چھوٹی سی دعا
تُو جب بھی کوئی دعا کرے

میرا رب تجھے وہ عطا کرے
تیری جھولی خوشیوں سے بھری رہے
بن مانگے وہ سب عطا کرے
تُو ہاتھ اٹھائے بعد میں
میرا رب وہ پہلے عطا کرے
(آمین)

مسز نازیہ عابد...... حیدرآباد

پیاری ساجدہ کے نام

جلتی شمعیں، روشن چہرے، کامنی لڑیاں، نازک ہیرے
نرگس، بیلا، موتیا، لالہ، جوہی، چمپا اور بنفشہ ہر کوئی یاد ہے نا...... آج تمہاری سالگرہ ہے ...... دیکھو ہم کو یاد ہے ناں......
السلام علیکم! پیاری ساجدہ تمہیں بہت بہت سالگرہ مبارک ہو۔ تم جیو ہزاروں سال، اللہ تمہاری عمر دراز کرے اور تجھے ڈھیروں خوشیاں دے۔ اللہ کرے تجھے زندگی میں وہ سب ملے جو تم چاہو آمین۔

ہما احمد...... فیصل آباد

فائف اسٹار گروپ کے نام

پیاری پریوں، کیسی ہو تم، سب امید ہے سب فٹ فاٹ ہوگی نوشین نہ خط نہ فون وعدہ بھول گئی یا دوست کو ہی بھول گئی ہو۔ پلیز واپس آ جاؤ۔ کیا گوروں کے وطن جاکے بسیرا کرلیا ہے۔ بہت یاد آتی ہو پلیز میں نے وہ نمبر بند کردیا ہے دوسرا ہے یا تو وفا سے رابطہ کرنا یا خط لکھنا۔ اب نہ لکھا تو بس میں ناراض ہوجاؤں گی کچھ تو خیال کرو، بہت اچھی ہو تم۔ سائرہ مشتاق ڈیئر آپ بات سنو! میری فرینڈز سائرہ مریم اور ظل ہما ایک دم الٹی کھوپڑی کی ہے رابطہ نہیں کرتی ناں اس لیے، اے سدرہ دیکھو رات کو ۱۲ بجے وش کیا احسان مانو میرا اور وفا خط لکھو ورنہ...... سومی کہاں غائب ہو تم، سحر کتابی کیڑا نہیں کاکروچ ہو تم۔ غزل آپ بھی اتنی مصروف مت رہا کرو۔ انیلا تیرا تو سر توڑ دوں گی۔ چل چھوڑ وہ میری نائس سی پری کیسی ہے تیری بیٹی۔ انجم لو دیکھو میں آٹھ سو چالیس کی سپیڈ سے آس دے رہی ہوں کیا خوش؟ اینڈ ڈاکٹر کومل ستار اور بشریٰ ملک میں ہوں نا ویلکم ٹو مائی پرستان۔ جلدی آنا آپ ہم سب پریاں انتظار کررہی ہیں آپ کا چندا جلدی ٹھیک ہوجاؤ۔ عطروبہ میڈم تو اسکول چھوڑ کر بھی فارغ نہیں ہوتیں۔ نازی آپ بیمار ہیں تو دعا ہے رب کریم سے آپ ایک دم ٹھیک ہوجاؤ اور میری پیاری سی نادیہ آپ بھی جلدی ٹھیک ہوجاؤ ناں اور کرن جلدی فارغ ہوجاؤ تم بھی شادی سے، ارے اپنی نہیں پاگل کزن کی اور سائرہ مشتاق تم بہت سوئیٹ اینڈ نائس ہو۔ سچی یار اگر کوئی فرینڈ رہ گئی تو سوری۔ اب اجازت دو آپ سب کے لیے دعا گو آپ کی اپنی رابی۔

رابعہ اکرم...... فیصل آباد

پیاری دوست سائرہ مشتاق لنگڑیال

السلام علیکم! ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہو۔ شاد رہو آباد رہو۔ کیا حال ہے آپ کا خیر خیریت کے ساتھ ہیں آپ۔ ارے یہ اتنی حیران کیوں ہو رہی ہو۔ میں ہوں آپ کی نئی دوست (نجم انجم اعوان) جی ہاں آپ کا انٹرویو پڑھا ہے۔ اب آپ کو اپنی بہترین دوست بنانا



pklibrary.com

چاہتی ہوں۔ ہاں تو کیا خیال ہے پھر ہمارا ساتھ قبول ہے۔ سارہ یہ دنیا ہے گول اور یہ جو زندگی ہے نہ اس کو کہتے ہیں کانٹوں بھرا بستر، یہ کوئی پھولوں کی سیج نہیں ہے کہ ہم آرام سے رہیں یار یہ کانٹے تو چبھتے ہیں، دکھ درد، غم آنسو یہ بھی ہر انسان کا مقدر ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کسی کے حصے میں زیادہ غم آتے ہیں اور کسی کے حصے میں غم کم آتے ہیں۔ اب یہ تو اپنا اپنا نصیب ہے نا میں بھی آپ ہی کی کشتی کی مسافر ہوں۔ تم اگر میرے بارے میں جان جاؤ کہ کس طرح والدین کے بعد رشتہ داروں نے ذلیل و رسوا کیا تو شاید آپ کو اپنا غم بہت ہی چھوٹا محسوس ہو۔ اس دنیا میں والدین کے بعد بہن بھائی کوئی نہیں ہیں میں اکیلی اس دنیا کا مقابلہ کر کے اپنی الگ تھلگ زندگی گزار رہی ہوں کئی مرتبہ خودکشی بھی کی مگر یار مرنے کے لیے بھی جینا پڑتا ہے آج میرے تین بچے ہیں، بہترین اثاثہ، کل سرمایہ ہیں بچے۔ رنگ کالا یا سادگی، خوب صورتی یا بدصورتی یہ سب انسان کے لیے اتنا ضروری نہیں جتنا کہ انسان کا دل اچھا ہو۔ زبان اچھی ہو، اپنا طریقہ اچھا اخلاق بہترین ہو تو بدصورت عورتیں بھی ہر کسی کے دل میں گھر بنالیتی ہیں۔ اپنی خوش اخلاقی سے یہ کام آپ بھی کر سکتی ہیں دنیا نے تو ہر کسی کو کچھ نہ کچھ برا ضرور کہنا ہے۔ (نبی پاک ﷺ) کو بھی لوگوں نے برا کہا ہے پھر اگر ہم کو کسی نے کہا تو کوئی مسئلہ نہیں۔ مجھے اپنا مخلص دوست بناؤ میں آپ کی تمام خوبی، اچھائی اور برائیوں سے دوستی رکھنا چاہتی ہوں امید ہے کہ آپ ضرور جواب دیں گی۔ آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیشہ آپ کو خوش رکھے۔ دنیا بھر کی خوشیاں آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دے، آمین۔ خوش رہا کرو جانو سائرہ۔ جواب کی منتظر آپ کی نئی دوستی۔

نجم انجم اعوان...... کورنگی کراچی

نوشین عبدالرزاق فریدی کے نام

پیاری دوست نوشین تقریباً بارہ سال ہوگئے ہیں ہمیں جدا ہوئے، اور تمہیں بھول کر بھی میری یاد نہیں آئی۔ شاہین انگلش پبلک اسکول میں گزارے ہوئے دن، میں بہت یاد کرتی ہوں۔ ہمیشہ میں ہی تم سے ناراض ہوتی تھی اور پھر منانا بھی تمہیں پڑتا تھا۔ تم تو ایک دفعہ بھی مجھ سے ناراض نہیں ہوئی تھیں، تمہارے علاوہ ایک دوست تھی جس نے وفا نہ کی۔ مجھے تو تمہارا کچھ اتا پتا معلوم نہیں لیکن تمہیں تو پتا ہے اب بھی ہماری رہائش وہی ہے چندی پور۔ تم ایک دفعہ خیر پور شادی میں آئی تھیں اور ہمارے محلے کی کسی عورت سے میرا نام بھی پوچھا تھا اور سلام بھی بھیجا تھا لیکن تمہیں اتنی عقل نہ آئی کہ کم از کم فون نمبر ہی بتا دیتی۔ تم نے آنے کا کہا تھا لیکن اب تک میں انتظار ہی کر رہی ہوں۔ پلیز جسے بھی معلوم ہو وہ نوشین تک میرا پیغام ضرور پہنچا دیں۔ اس کے والد کا نام ڈاکٹر عبدالرزاق فریدی ہے۔ اللہ حافظ۔

سیدہ امبر اختر...... چندی پور

دوستوں کے نام

امید واثق ہے کہ آپ سب ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ اللہ تم کو بہت سی خوشیوں سے نوازے آمین۔ غزل ملک جاناں کبھی آنچل میں حاضری دو نہ۔ یاراں تم

pklibrary.com

بہت نائس ہو۔ اللہ آپ کی ہر آرزو اور خواہش پوری کرے آمین۔ عطروبہ پائنر مائی کول بڈی پریشان نہ ہوا کرو، میں ہوں نا، مینا، سائرہ، سدرہ، ثومی، نادیہ، رابعہ، طاہرہ، رضوانہ، سحر، عمارہ، یو آر سو سویٹ مائی فرینڈز۔ فرح جانی آئی ایم سوسوری معاف کردو نا مانو۔ حجاب اور نوشین آئی مس یو، او کے فرینڈز اللہ پاک آپ سب کو ابدی اور دائمی خوشیوں سے نوازے آپ کی حفاظت کرے آمین۔ دعاگو

کرن وفا...... کراچی

پیاری دوست مریم کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو؟ امید کرتی ہوں بالکل ٹھیک ہوگی۔ تم تو جہلم جاکر بھول ہی گئی ہو نہ کوئی خبر دی اور نہ کوئی نمبر دیا کہ کال ہی کرلو۔ خیر میں نے سوچا کیوں نہ تمہیں آنچل کے ذریعے ہی یاد کرلوں۔ گاڈ بلیس یو تم جیو ہزاروں سال ہر سال کے دن ہوں پچاس ہزار۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اور کامیاب کریں آمین۔ سب گھر والوں کو میری طرف سے سلام دعا اور اپنا خیال رکھنا اور اب جب کبھی تم گاؤں آنا تو مجھے مل کے جانا۔

تنزیلہ رحمٰن...... جلال پور شریف

سویٹ سی فرینڈ ماجو خان کے نام

السلام علیکم فرینڈ کیا حال چال ہیں امید ہے کہ ٹھیک ہوگی۔ دعا ہے کہ سدا خوش رہو غموں سے دور رہو۔ سب سے پہلے تو ماجو ڈیئر معذرت کے ساتھ لکھتی ہوں کہ تمہارے لیٹر کا جواب دیر سے دیا اس کی وجہ میری طبیعت خرابی تھی تم کو اپنے بارے میں بتاتی ہوں میں پڑھتی ہوں، اس کے علاوہ ہر قسم کی کتابیں پڑھنا میرا مشغلہ ہے اور گھر کے کام کاج کرتی ہوں۔ فارغ ٹائم میں ڈائری لکھتی ہوں امید ہے ڈیئر تمہارا گلہ شکوہ ختم ہوگیا ہوگا اور آنچل میں زیادہ انٹری دیا کرو میں انتظار کرتی ہوں۔ تم کو دیکھنے کی بڑی تمنا ہے۔ تمہارے لیے دعاگو

میرب...... چوٹالہ

آنچل کے نام

تم میری سوچ ہو کوئی اور تمہیں سوچے تو کیوں؟
تم میری چاہت ہو کوئی اور تمہیں چاہے تو کیوں؟
تم میری نظر کا آئینہ ہو کوئی اور تمہیں دیکھے تو کیوں؟
تم میری دعا ہو کوئی اور تمہیں مانگے تو کیوں؟

0......0......0

خدا کے ساتھ عشق...... انسان کے ساتھ پیار
سمندر کے ساتھ ساحل...... رات کے ساتھ دن
شمع کے ساتھ پروانہ...... پھول کے ساتھ خوش بُو
جسم کے ساتھ روح...... خوشی کے ساتھ غم
اور اسی طرح...... آنچل کے ساتھ ہم......!

سیدہ امبر اختر...... چندی پور

www.naeyufaq.com

pklibrary.com

yaadgar@naeyufaq.com

جویریہ سالک

# یادگار لمحے

## حدیث رسول ﷺ

''حضرت انسؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ جس شخص میں تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پائے گا۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کو سب سے زیادہ ہو، دوسرے یہ کہ صرف اللہ کے لیے کسی سے دوستی رکھے، تیسرے یہ کہ دوبارہ کافر بننا اسے اتنا ناگوار ہو جیسے آگ میں جھونکا جانا۔'' (البخاری، باب حلاوۃ الایمان)

حسن اختر......کراچی

## اقوال خلیل جبران

مجھ سے وہی لوگ حسد اور دشمنی کرتے ہیں جو میرے مقابلہ میں کمتر ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں کسی سے بڑھ کر نہیں ہوں۔

اور میری تعریف یا توہین وہی شخص کر سکتا ہے جو مجھ سے بڑھ کر ہو لیکن آج تک نہ کسی نے میری تعریف کی اور نہ توہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں کسی سے کم تر نہیں ہوں۔

اگر بادل میں بیٹھ جاؤ، تو تمہیں دو ملکوں کے درمیان حدِ فاصل اور کھیتوں کے درمیان سنگِ فاصل بالکل نظر نہ آئے۔

لیکن افسوس تو اسی کا ہے کہ تم بادل پر بیٹھ نہیں سکتے۔

جب میں ایک شفاف آئینہ بن کر تمہارے سامنے کھڑا ہوا تو تم مجھے دیر تک غور سے دیکھتے رہے اور تمہیں میں اپنی صورت نظر آئی

پھر تم نے مجھ سے کہا۔

''میں تم سے محبت کرتا ہوں۔''

لیکن درحقیقت تم نے مجھ سے نہیں اپنی ذات سے محبت کی تھی۔

جو آدمی جتنا زیادہ بولتا ہے اتنا ہی نا سمجھ ہوتا ہے اور ایک خطیب اور دلال کے درمیان بہت بڑا فرق ہے۔

جب تمہارا غم یا خوشی حد سے بڑھ جائے، تو دنیا تمہاری نظروں میں حقیر ہو جائے گی۔

شہزادی فرخندہ......خانیوال

## چلتے چلتے

جمع کرنے کے عمل کو اجتماعی طور پر برا تصور کیا جاتا ہے۔ جبکہ تقسیم کرنے کا عمل پسندیدہ عمل ہے۔ تقسیم کا عمل تصوف اور صوفی ازم کا پسندیدہ ترین عمل ہے، جو انتہائی کم دیکھنے میں آتا ہے، دنیا گواہ ہے جو تقسیم کرتا ہے وہ آسودہ ہے، اور جو جمع کرتا ہے تباہ و پریشان حال ہے۔ لہٰذا جمع نہ کریں بانٹیے، چاہے وہ خوشی ہو، دولت کا کچھ حصہ، سکون ہو یا کوئی از حد پیاری چیز تقسیم کریں نہ کہ جمع کریں۔

بعض انسان کتنے سیاہ بخت ہوتے ہیں کہ انہیں ایسا کندھا بھی میسر نہیں ہوتا جس پر سر رکھ کر دو آنسو بہا سکیں۔

میری آرزو اور کوشش یہ ہے کہ ہر کوئی میری وجہ سے ہنسے نہ کہ کوئی مجھ پر ہنسے۔

انصریات

نعیم انصر ہاشمی......جھنگ صدر

## سہ رنگا پوسٹر

محبت......! وہ شخص کر سکتا ہے جو اندر سے خوش ہو مطمئن ہو اور پر باش ہو محبت کوئی سہ رنگا پوسٹر نہیں کہ کمرے میں لگا لیا سونے کا تمغہ نہیں کہ سینے پر سجا لیا...... پگڑی نہیں کہ خوب کلف لگا کر باندھ لی اور بازار میں آ گئے طرہ چھوڑ کر۔ محبت تو روح ہے، آپ کے اندر کا اندر آپ کی جان کی جان...... محبت کا دروازہ صرف ان لوگوں پر کھلتا ہے جو اپنی انا، اپنی ایگو اور اپنے نفس سے جان چھڑا لیتے ہیں۔

pklibrary.com

(اشفاق احمد ؒ من چلے کا سودا صفحہ 283)
عائشہ سلیم......کراچی

### دین اسلام

ایک دفعہ حضرت محمد ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ سے فرما رہے تھے کہ ہر چیز کو کھانے سے پہلے دیکھنا چاہیے اور یہ بات ایک یہودی سن رہا تھا رات کو جب وہ پانی پینے لگا تو اس نے بیوی کو چراغ لانے کے لیے کہا تو وہ چراغ لے کر آئی اور یہودی نے چراغ کی روشنی میں پانی دیکھا۔ برتن میں ایک بچھو بیٹھا ہوا تھا۔ یہودی فوراً بول اٹھا جس نبی ﷺ کی ایک بات پر عمل کرنے سے انسان کی جان بچ جائے واللہ اس کا دین کتنا پیارا ہوگا پھر وہ یہودی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگیا۔ (سبحان اللہ)

گلنازمان گل......مان

### ٹوٹکے

❁ اگر آپ کو کتا کاٹ لے تو آپ بھی اسے کاٹ لیں حساب برابر۔

❁ دودھ پھٹ جائے تو سفید دھاگے سے سی لیں کسی کو پتا نہیں چلے گا۔

❁ اگر آپ کے بال گرتے ہوں تو ٹنڈ کروالیں پھر نہیں گریں گے۔

❁ اگر رنگ گورا کرنا ہو تو مچھلی کھا کر دودھ پی لیں سفید ہو جاؤ گے۔

❁ اگر گلے میں درد ہو تو کسی سے گلا دبوالیں پھر کبھی درد نہیں ہوگا۔

❁ ٹوٹکوں سے فائدہ ہو تو دعاؤں میں یاد رکھیے گا ورنہ خوش تو میں ویسے بھی ہوں۔

عائشہ پرویز......کراچی

### قصہ

بیرم خان مغل بادشاہ جلال الدین محمد اکبر کا سپہ سالار اور استاد تھا۔ یہ شخص جس قدر عالی مرتبہ شجاع اور بہادر تھا اسی قدر رحم دل فیاض و سخی بھی تھا۔ ایک دن بیرم خان گھوڑے پر سوار بڑی شان سے کہیں جا رہا تھا کہ ایک شخص نے اسے تاک کر پتھر دے مارا۔ بیرم خان نے گھوڑے کو روک لیا اور ملازم کو حکم دیا کہ اس شخص کو اشرفیوں کی ایک تھیلی دے دی جائے۔ ملازم نے اشرفیوں سے بھری ایک تھیلی اس شخص کو دے دی۔ وہ شخص چلا گیا تو ملازم نے حیران ہو کر عرض کی۔ ”اے مالک اس شخص نے آپ کے ساتھ گستاخی کی، اسے سزا دینے کے بجائے آپ نے انعام سے نوازا اس میں کیا حکمت ہے؟“

بیرم خان نے مسکرا کر جواب دیا۔
”پھل دار درخت کو لوگ پتھر مارتے ہیں تو درخت انہیں پھل دیتا ہے نہ کہ سزا۔“

مہرین آصف بٹ......آزاد کشمیر

### سنہری الفاظ

❖ اگر چاہتے ہو کوئی تمہیں اہمیت دے تو اس کے لیے تم دوسروں کو اہمیت دو۔

❖ کسی کو اپنا بنانا چاہتے ہو تو اسے عزت دو کیونکہ عزت محبت سے ضروری ہے۔

❖ تم دوسروں کو غور سے سنو گے تو دوسرے تمہیں غور سے سنیں گے۔

شبنم ایوب......کوٹ اسلام

### افسانچہ

جیسے ہی میں نے اسے دیکھا میں فوراً وہاں سے بھاگی اس نے بھی شاید مجھے دیکھ لیا تھا وہ میرے پیچھے پیچھے بھاگا میں بھی اسے مارنے کے لیے اس کی طرف بڑھی وہ میرے قریب آیا میں نے جلدی سے چپل اٹھائی اتنے میں اس نے پیچھے سے آ کر اپنا کام کر دکھایا جس کا مجھے ڈر تھا وہی ہوا بچھو نے مجھے اتنی زور سے کاٹا کہ درد کے مارے میری چیخ نکل گئی۔

قرۃ العین، صائمہ امبرین......دار بن کلاں

### محبت

کبھی کبھی زندگی اس قدر مشکل ہو جاتی ہے کہ جینے کا تصور بھی خوفزدہ کر دیتا ہے کبھی ایسا وقت بھی آ جاتا ہے کہ

زندگی ایسے لوگوں سے جا ٹکراتی ہے جو ہماری منزل نہیں بن سکتے لیکن وہی لوگ آنکھوں میں اس طرح سما جاتے ہیں کہ ہم انہیں نکالنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ ہمارے خوابوں کی تعبیر نہیں۔ کبھی کبھی ہماری آنکھوں میں آنسو تو ہوتے ہیں لیکن پونچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ درد تو ہوتا ہے مگر دوا نہیں ہوتی احساس تو ہوتا ہے مگر محسوس کوئی نہیں کر پاتا اور سب سے بڑھ کر جسے ہم محبت کرتے ہیں جس کے لیے دعائیں مانگتے ہیں جس کی یادیں ہمارا سرمایہ ہوتی ہیں اسے ہماری محبت کا احساس نہیں ہوتا۔ ہم یہ سوچ کر خوش ہو جاتے ہیں کہ وہ ہمیں نہ ملا تو کیا ہے خوشی تو اس میں ہے کہ وہ جسے چاہے اسے حاصل ہو جائے لیکن ہم اس کی خوشی کے لیے اپنی خوشیوں کا گلا گھونٹ دیتے ہیں اور سب کچھ کھو دیتے ہیں سب کچھ......

مہک انا...... گوجرانوالہ

## سنہری باتیں

○ محنت اور ہنر مندی کے آگے کچھ بھی ناممکن نہیں۔ (سیموئل جانسن)

○ عادت کی اگر مزاحمت نہ کی جائے تو یہ جلد ہی ضرورت بن جاتی ہے۔ (اگسٹائن)

○ اپنے آپ پر قابو حاصل کرنا سب سے بڑی جیت ہے۔ (پلیٹو)

○ تمام حیلے بے کار ہو جائے تو پھر تلوار سے کام لینا جائز ہے۔ (ہلاکو خان)

○ جس سے مجھ کو نفرت ہے اس سے میں کبھی نہیں ملتا۔ (راجرز)

○ اگر آپ کسی بھی بے وقوف کی شکل نہیں دیکھنا چاہتے تو آپ کو پہلے اپنا آئینہ توڑ دینا چاہیے۔ (ریب لائیس)

کائنات اشرف...... بوسال سکھا

## گوہر نایاب

⌘ علم کے ساتھ عمل اور دولت کے ساتھ شرافت نہ ہو تو دونوں بے کار ہیں۔

⌘ دولت عزت کے شوکت حکمت کے سلطنت عبادت کے صورت سیرت کے اور شجاعت سخاوت کے مقابلے میں ہیچ ہے۔

⌘ مبارک ہیں وہ لوگ جو اپنی تدبیر اس وقت بھی جاری رکھتے ہیں جب زمانہ ان کا مذاق اڑا رہا ہوتا ہے۔

⌘ محنت کرو حسد نہ کرو حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے لکڑی کو آگ۔

⌘ اگر کسی کو دینا چاہتے ہو تو کوئی اچھی دعا دو۔

رابعہ ساحر محمد حنیف...... جہانیاں منڈی

## انمول موتی

☆ تمہاری وہ خاموشی جس سے تم میں بات کرنے کی خواہش پیدا ہو جائے تمہارے اس کلام سے بہتر ہے جس کے بعد تمہیں خاموش کر دیا جائے۔

☆ اللہ کے نزدیک سب سے برا انسان وہ ہے جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔

☆ دنیا کا امیر ترین شخص وہ ہے جو تمام رشتوں کے باوجود تنہا رہ جائے۔

☆ کم بولنے کی عادت اپناؤ اور فضول گوئی سے پرہیز کرو۔ انسان پر اکثر مصیبتیں زبان کی وجہ سے ہی آتی ہیں۔

☆ اچھا بولنے میں مہارت حاصل کرو لیکن ایک اچھا سامع ہونا بھی ضروری ہے دوسروں کو سننے کا حوصلہ بھی خود میں پیدا کرو۔

☆ اگر تم دوسروں کی کوتاہیاں معاف نہیں کر سکتے تو دوسروں سے بھی یہ امید مت رکھو تمہاری زیادتیوں سے درگزر کیا جائے گا۔

☆ غصے کو پی جایا کرو ورنہ ایک دن ایسا آئے گا کہ تمہارے بات بات پر غصہ کرنے کی عادت دوستوں کو تم سے دور کر دے گی اور تم اکیلے رہ جاؤ گے۔ تحمل اور خوش اخلاقی کا مظاہرہ کیا کرو۔

اقرا امانو یلی، ماریہ نور...... شاہ کوٹ



pklibrary.com

## اقوال زریں

❁ انسان صرف تدبیر کرسکتا ہے کامیابی تو خدا کے ہاتھ میں ہے انسانیت کا زیور نیک نامی ہے۔

❁ عورتیں ایسی کتابیں ہیں ایسی تصویریں ہیں ایسے دبستان ہیں جو تمام دنیا کی پرورش کرتی ہیں۔

❁ جو میرا پیسہ چراتا ہے وہ میری سب سے حقیر چیز لے جاتا ہے۔

❁ وہ ترانے جو لوگوں کا دل دھڑکانے سے عادی ہیں وہ نہ ہی کہے جائیں تو اچھا ہے۔

مدیحہ نورین...... برنالی

## اچھی بات

جو لوگ دوسروں کے دلوں کو کانٹوں سے زخمی کرتے ہیں ان کے اپنے اندر بھی کیکر اُگے ہوتے ہیں وہ چاہیں یا نہ چاہیں ان کے وجود کو کانٹا بنتا ہوتا ہے وہ پھول نہیں بن سکتے۔

فائزہ بلال اقرأ...... جام پور

## رزق

رزق صرف یہی نہیں کہ جیب میں مال ہو بلکہ آنکھوں کی بینائی رزق ہے دماغ میں خیال رزق ہے۔ دل کا احساس رزق ہے رگوں میں خون رزق ہے یہ زندگی ایک رزق ہے اور سب سے بڑھ کر ایمان بھی رزق ہے۔

فائقہ سکندر حیات...... لنگڑیال گجرات

## غزل

جنوری جب جب بھی آیا ہے
ساتھ اپنے غم ہی لایا ہے
بچھڑے ہوؤں کی یادوں نے
جی بھر کر ہمیں رلایا ہے
تم آؤ ٹھہرو یا چلے جاؤ
دل میں تو بس اداسی کا موسم چھایا ہے
خلوص محبت سادگی مجھ میں
عجب مزاج پایا ہے
ہنستی بستی اس دنیا میں نوید
اپنے شانوں پہ دکھوں کا بوجھ اٹھایا ہے

بشریٰ نوید باجوہ...... اوکاڑہ

## اچھی بات

جب کوئی شخص آپ کی تعریف کرے تو اس وقت اللہ سبحان وتعالیٰ سے یہ دعا کرنا چاہیے۔
اے اللہ پاک! یہ شخص نہیں جانتا کہ مجھ میں کیا عیب ہیں لیکن تو بخوبی جانتا ہے یہ شخص میری تعریف میں جو کچھ کہہ رہا ہے اس کو سچ کر دکھا اور مجھ میں جو عیوب اور غلطیاں ہیں انہیں دور فرما تا کہ میری ذت کا بھرم اس شخص کے آگے قائم رہے مجھے ندامت سے بچا کیونکہ تو ہی بہتر جانتا ہے کہ کون کس قابل ہے۔

وشی ملک...... خانگڑھ

## اچھی باتیں

□ زندگی میں کوئی دکھ دے تو اس کو معاف کر دینا چاہیے ایسے لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔

□ کوئی نیکی کرے ہمارے ساتھ تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔

□ کوئی آپ کے ساتھ ناانصافی کرے تو اپنے حق کے لیے آواز بلند کرو۔

□ اپنے فائدے کے لیے کسی دوسرے کا نقصان نہیں کرنا چاہیے۔

□ اگر کسی کو مدد کی ضرورت ہو تو اس کی مدد کرنی چاہیے اور بڑوں کا احترام کرنا چاہیے۔

□ زندگی میں کچھ حاصل کرنا ہے تو محنت کرنا ہوگی۔

شمائلہ اعظم...... گجرات

www.naeyufaq.com

pklibrary.com

biazdill@naeyufaq.com

# آئینہ

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ شروع اللہ کے بابرکت نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔اس ماہ ہم پچھتر واں یوم آزادی منانے جارہے ہیں۔ ذرا غور کیجیے کہ ان ماہ و سالوں میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ یہ ہم سب کے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے آمین۔اب بڑھتے ہیں آپ کی محفل کی جانب۔

**فوزیہ عمران...... چکوال**۔السلام علیکم!شہلا آپی آپ کی خدمت میں پہلی بار حاضری دے رہی ہوں مجھے ویلکم کریں۔اب تمام آنچل اسٹاف اور پیاری پیاری قارئین (مطلب میرے جیسی) کو میرا پیار بھرا اسلام۔اب آتے ہیں آنچل کی طرف تو سب سے پہلے ماڈل ہمیشہ کی مسکراتی ہوئی آنچل کے گیٹ پہ کھڑی تھی ان کو سلام کیا تو ماڈل نے عید مبارک کہہ کر دل خوش کر دیا تو کیا کرنا تھا اندر آ گئی سب سے پہلے فہرست پہ نظر ڈالی تو دل گارڈن گارڈن ہوگیا۔ بھی اچھی اچھی پیاری پیاری مصنفین اپنی اپنی کھلکھلاتی تحریر کے ساتھ شامل تھیں،تو ڑا آگے آئی تو "سرگوشیاں" میں سعیدہ آپا سے سلام ودعا کے بعد پیاری بہنا نازیہ کنول نازی کے مکمل ناول پہ پہنچے اس ناول پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔ دل دل ہی دل میں ان کا شکریہ ادا کرکے آگے بڑھی تو "حمد ونعت" سے دل کو سکون ملا تو آگے چلنے میں اور پھر تیلی آ گئی "جواب درآں" میں دستک دی تو وہاں سرسری نظر دوڑائی اور "دانش کدہ" سورہ القدر اور کیسے ممکن ہے اس پاک کلام سے روح سرشار نہ ہو، دلی سکون نہ میسر ہو، دل کی کلیوں کو نکھار کر۔ "دوستی ہوگئی آخر" محبت اور خوشیوں سے شروع ہوکر خوشیوں پہ ہی ختم ہونے والا محبتوں میں جب تک تھوڑی نوک جھونک نہ تو محبت کا ذائقہ تھوڑا کڑوا سا لگتا ہے یہ نوک جھونک ہی محبت کو محبت بناتی ہے زندگی ایسے ہی گزرے تو دل کا موسم خزاں میں بھی بہار لگے۔ "کہیں دیپ جلے" بھلا مجھ سے زیادہ کوئی خوش ہوسکتا ہے سالوں کی دوریاں ختم ہونا ضروری تھا نہیں تو یہ نسل در نسل چلنے والی نفرت کبھی کو اندر سے سیاہ کر دیتی جہاں محبت امن سکون نہ ہو وہاں عالی شان محل کسی خستہ حال جھونپڑی سے کم ہوتا لیکن یہ تو سراسر غلط ہے اپنی دشمنی میں بچوں کے معصوم ذہنوں کا استعمال کیا جائے اور افسانے لکھے تو مختصر گئے تھے مگر اس کی گہرائی میں بہت بڑے زندگی کے سبق شامل تھے۔ پھر میری ملاقات نظیر فاطمہ کے افسانے "ثمر" سے ہوئی تو اچھا لگا آج کے دور میں ظاہری حسن کے بجائے خوب سیرت اور سیاہ یا سانولے رنگ کے پیچھے چھپی اس اپسرا کو دیکھیں جو اپنی ظاہری شکل پہ ہونے والے روز کے ہزاروں طعنوں سے کس قدر پریشان ہے۔اب باری آتی ہے "مفر ماٹش" کی تو یہ افسانہ بہت زبردست رہا، محبت، پیار اور احساس سے گندھی گئی تحریر۔اب معذرت کہوں کی پیاری آپا راحت وفا سے کہ میں نہیں پڑھ سکی "مجھے تسلیم کیوں نہیں کرتے" اگلی باری میں تبصرہ کروں گی انشاءاللہ۔ "دل کانچ کا گھر" ام ایمان قاضی کی پہلی قسط تھی اس لیے ابھی اس کو بھی نہیں پڑھا جب پانچ قسطیں پڑھ لوں گی تبھی اس پر تبصرہ کروں گی۔ بیاض دل، نیرنگ خیال، ڈش مقابلہ، دوست کا پیغام آئے سبھی سلسلے بہت اچھے تھے، میرا پیغام دوست کا پیغام آئے میں شائع ہونے کی بہت بہت خوشی ہوئی میں نے پکچر بنا کر سب کو واٹس ایپ کی اور مبارک باد وصول کی بہت بہت شکریہ۔اچھا شہلا آپی اب میں چلو بہت ہی ٹائم لے لیا آپ کا آپ بھی کہو گی پہلی بار آئی ہے اب جان ہی نہیں چھوڑ رہی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا آنچل ٹیم کو میرا اسلام قارئین کو بھی دے دیں سلام کیا یاد کریں گے سب آپی صائمہ قریشی، آپی نزہت جبین ضیاء، آپی سباس گل، عنزہ یونس (آپی اس لیے نہیں کہا کیا پتا مجھ سے چھوٹی ہو آپ) شمائلہ لعباد، نظیر فاطمہ، عابدہ صباء اور سیما بنت عاصم آپ سبھی کی آنچل کو جیسے میں چار چاند لگا دیے ہیں اچھا ناں آپی اب جارہی ہوں ایسے کیا دیکھ رہی ہو بائے بائے۔اپنا بہت سارا خیال رکھیں مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ حافظ۔

pklibrary.com

☆ڈیئر فوزیہ! پہلی بار آمد پر خوش آمدید، امید ہے اب آپ ہر ماہ تفصیلی تبصرے کے ساتھ شریک ہوتی رہیں گی۔

**شاہ بہرام انصاری**...... **ملتان** ۔السلام علیکم جی آنچل اینڈ کمپنی! کیسے ہیں آپ سب اور کیسی گزری عید آپ لوگوں کی؟ امید ہے سب نے خوب جی بھر کے گوشت سے انصاف کیا ہوگا؟ اس دفعہ آنچل نے بہت انتظار کرایا اور اپنے لیٹ ہونے کے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیئے، پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ آنچل کا تازہ شمارہ ایڈوانس ملنے کے بجائے اپنے لکھے ہوئے مہینے میں ہی موصول ہوا یعنی جولائی کا ماہ جولائی میں ہی ملا۔ اس طرح جو رسالے آنچل کے بعد آتے تھے، وہ اس بار اس سے پہلے آ گئے اور آنچل بے چارہ لڑکھڑاتا ہوا چھ تاریخ کو ہاتھ میں آیا۔ ہم تو بہت فکر مند ہو رہے تھے کہ نا آنچل بک اسٹال پہ نظر آ رہا تھا اور نہ فیس بک پہ اس کا ایڈ جاری کیا گیا۔ پتا چلا کہ کاغذ کی کمیابی اشاعت میں خلل کا باعث بن رہی ہیں خیر سب قارئین کی دعاؤں کی بدولت یہ مسئلہ حل ہوا اور آنچل کو پا کر سب کو راحت ملی۔ اس کے نتیجے میں یہ ہوا کہ نہ صرف خریدنے کی قیمت بڑھادی بلکہ صفحات میں نمایاں کمی دیکھنے میں آئی۔ اس وجہ سے آنچل بہت کمزور سا لگ رہا تھا۔ کبھی سوچا نہیں تھا کہ ایسا دور بھی آئے گا پھر بھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ موجودہ حالات میں درسی کتب تک چھپنے کی منتظر ہیں۔ اس قدر کاغذ انمول ہوا پڑا ہے۔ عیدالاضحیٰ نمبر کے سرورق پہ دو ماڈل جلوہ افروز تھیں محترمہ تانیہ فرید اور عبرہ صاحبہ۔ دونوں لال پیلے اور ہرے نیلے جیسے روایتی رنگوں کے لباس کی بجائے سیاہ اور سرمئی (بلیک اینڈ گرے) ملبوس میں اچھا تاثر دے رہی تھیں۔ دائیں والی آپی مارچ کے آنچل اور بائیں والی اس سے پہلے فروری ۲۰۱۸ء کی شمارے کے ٹائٹل پہ آ چکی ہے۔ اگر کسی نے ان کی الگ تصویریں دیکھنی ہوں تو مذکورہ ڈائجسٹ اٹھا کر دیکھ لیں بیک گراؤنڈ پہ آنا اور کئی جرائد اور بھی اسے استعمال کر چکے ہیں، اسی مہینے تو پاکیزہ کا بھی حصہ بنا ہے۔ عابد نظامی کی حمد اور اقبال عظیم کی نعت آنکھوں اور دل کی ٹھنڈک کا باعث بنی۔ اسی طرح سورۃ القدر کی جاری تفسیر بھی روح کی غذا ثابت ہوئی جبکہ رفاقت جاوید کے قلم سے لکھا خلفائے راشدین نامی سلسلہ بھی ایمان افروز ہے جس میں سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ ان چاروں سلسلوں اور ان کے لکھنے والوں کے لیے اللہ سے نیک دعائیں اور تمنائیں۔ سرگوشیاں میں آپی نے موقع کی مناسبت سے بقرعید اور کاغذ کی گرانی پر بحث کی اور شدید گرمی میں ہمارا خون جوش مارنے لگا۔ در جواب آں کے اندر ایک صفحے کی کمی تھی اور پانچ کی جگہ چار صفحات شامل کیے گئے۔ ہمارا آنچل وقفے کے بعد شامل اشاعت تھا اس لیے پڑھنے کا بہت مزہ آیا اور صائمہ شیر علی نے اچھا تعارف کروایا۔ دیکھا آنچل بہنو! صائمہ آپی نے اپنا انٹرویو لکھ کے بھیجا اور ان کا فوراً شائع ہو گیا۔ آپ بھی اگر ایسا چاہتی ہیں تو فٹافٹ کاغذ قلم سنبھالیے اور ادارے کو لکھ بھیجے۔ ایسا اچھا اور فوری موقع بار بار نہیں آئے گا ورنہ آپ کو پتا ہے کہ ایک وقت تھا جب اس سلسلے کے لیے بہنوں کی طویل قطار اپنے تعارف کے انتظار میں ہوتی تھی۔ اچھا یاد آیا کہ ماشاءاللہ اس چودہ اگست کو ہمارا پیارا پاکستان نہ صرف اپنا پچھتر یوم آزادی بلکہ ڈائمنڈ جوبلی کا جشن منا رہا ہے تو سب قارئین کو آزادی کا چار تہائی صدی کا تحفہ بہت بہت مبارک ہو۔ ”وہ جو عشق تھا“ نازیہ کنول جی کے ناول کا حصہ دوم شاندار رہا اور پہلے سے بھی زیادہ مزہ آیا اس کا، خدا کرے زور قلم اور زیادہ، آخر نازیہ آپی اتنے عرصے بعد آنچل میں تشریف لائی ہیں تو اتنا جاندار انداز تو ان کے قلم نے خود تحریر کرنا تھا۔ ایشا گل کا مکمل ناول ”دوستی ہو گی آخر“ خاصا طویل سا ناول تھا جیسے ناول تو آنچل کے مکمل ناول معقول اوراق کے حامل ہوتے ہیں۔ لگتا ہے آنچل کی کمزوری کا اثر مکمل ناول پہ بھی پڑ گیا ہے۔ بہرحال اچھی کوشش تھی۔ ویلڈن ایشا گل جی۔ ”ناشکری“ حوریہ بتول (ارے آپ غلط سمجھے حوریہ آپی ناشکری نہیں، یہ تو انہوں نے اپنے افسانے کا نام رکھا ہے) عینا نے اپنی ماں کی خاطر اپنی زندگی کو قربان کر دیا۔ شاہ میر نے اسے کھلے دھوکے میں رکھا جبکہ فاخرہ بیگم کا بھتیجا دلاور بھی بے مراد لوٹا۔ عینا کو یک طرفہ فیصلے کی بجائے اپنی ماں کی بات ماننی چاہیے تھی۔ اس طرح نہ اسے شاہ میر سے دعا ملتی، نہ دلاور بے چارہ خالی ہاتھ لوٹتا اور فاخرہ بیگم اور خود عینا کو بھی سکون بھری زندگی اور موت نصیب ہوتی۔ ”کہیں دیپ جلے“ سمیعہ اقبال یہ



pklibrary.com

بھی اسی سے ملتی کہانی تھی بس اس کا اینڈ خوش گوار ہو گیا کہ ربیعہ کو ماں کی وفات کے بعد ممانی کے بیٹے اور اپنی محبت سالار کا ساتھ مل گیا۔ ان دونوں کہانیوں میں ایک بات اور مشترک یہ تھی کہ بھائی اور بہنیں اپنی ماؤں کی ذمہ داری صرف ایک بہن پر ڈال گئے جو بہت نامناسب بات ہے۔ "فرمائش" فرزانہ صغیر مختصر مگر پُراثر تحریر ٹھہری۔ مس شاداب بے چاری سب کو لیگز کے لیے مزے دار طرح طرح کے کھانے پکا کے لاتی رہی اور سب اس کی تھوڑی سی تعریف کر کے اس دعوت طعام سے لطف اٹھاتے رہے۔ تاہم شاداب یہ کام تعریف سننے کے لیے ہی کرتی تھی اس لیے اس نے حرا سے بھی حسد کیا تاہم ماہرہ کی بات سچ ہونے پہ اسے اپنے کیے کا پورا بار اٹھانا پڑا۔ "ثمر" نظیر فاطمہ کے بھی ننھی منھی اسٹوری تھی۔ مراد نے اگر والدین کو اولڈ ایج ہوم ہی پہنچانا تھا تو اس سے بہتر تھا انہیں اپنے ملک میں ہی رہنے دیتا باہر بلا کر رسوا کرنے کی کیا تُک تھی بھلا کم سے کم یہاں ان کے بھائی بھاوج تو ان کا خیال رکھتے پھر بھی چھوٹے سے بچوں کی گفتگو نے سب بڑوں کو آئینہ دکھا دیا اور اس کا ثمر مراد نے کہانی کے آغاز میں پالیا جہاں سے آغاز ہو رہا تھا۔ "دل کانچ کا گھر" ام ایمان قاضی کا نیا سلسلہ وار ناول خوب شروع ہوا ہے۔ پہلی قسط کامیاب رہی اور آگے بھی امید ہے سپر جائے گی جس طرح آپی نے کہانی کی ابتدا میں تعارف کرایا ہے۔ راحت جی کا "مجھ کو تسلیم کیوں" بھی اپنی جگہ بہتر جا رہا ہے۔ "بیاض دل، یادگار لمحے، ڈش مقابلہ، نیرنگ خیال، دوست کا پیغام آئے، ہم سے پوچھیے" گڈ گڈ ہیں مگر ان چاروں کے صفحے معمول سے کم تھے اور تو اور "کام کی باتیں، بیوٹی گائیڈ، آپ کی صحت اور مہندی کے ڈیزائن" بھی غائب تھے نہ ہی عید کا سروے سے شائع کیا گیا۔ یہ تو اچھی بات نہیں ہے ناں جناب۔ "آئینہ" اس بار کافی چھوٹی لکھائی کے ساتھ نظر آیا خاصی توجہ اور غور کرنا پڑا ویسے ماشاءاللہ چھوٹے چھوٹے تبصروں کے ہمراہ بہت ساری بہنیں جلوہ گر تھیں سب ایسے ہی باقاعدہ شریک ہوا کریں بھلا خط چھوٹا لکھیں رضوانہ وقاص کا لیٹر پسندیدگی کا شکریہ اور؟؟ آپی کہاں غائب تھیں محفل سے؟ اچھا اب بس یہ بتائیں شہلا آپی کے آئینہ کے لیے آپ کو خط موصول ہونے کی آخری تاریخ کیا ہے اور اگر آپ کو لیٹ ملے تو کیا آپ پھر بھی اگلے ماہ شامل کر لیتی ہیں۔ باقی دعا ہے آنچل اس دفعہ لیٹ نہ ملے اور قیمت بھی اس سے اوپر نہ جائے بلکہ صفحے پہلے کی طرح ہو جائیں آمین۔

☆ بھائی! ای میل پر تبصرہ لینے کی آخری تاریخ ہر ماہ کی پانچ ہوتی ہے اور ڈاک سے دس تک کی ڈاک استعمال کرتے ہیں اور تبصرہ اگلے ماہ شائع نہیں کیا جاتا۔

**عینی بخاری...... کوٹری**۔ السلام علیکم! مجھے آنچل بہت اچھا لگتا ہے۔ میں کافی عرصے سے آنچل پڑھ رہی ہوں۔ پہلے اتنا سمجھ میں نہیں آتا تھا لیکن اچھا لگتا تھا۔ اس میں تمام کہانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ اس سے ہم کافی کچھ سیکھتے ہیں۔ "چہ جو عشق تھا" مجھے بہت پسند آیا اس لیے پہلی بار شرکت کر رہی ہوں۔ پلیز میری میل ضرور شامل کیجیے گا۔ مجھے انتظار رہے گا۔

☆ عینی! پہلی بار آمد پر خوش آمدید، امید ہے اگلی بار تفصیلی تبصرہ کے ساتھ شریک ہوں گی۔

**صبا ارشد...... کراچی**۔ السلام علیکم! آنچل میرا پسندیدہ ڈائجسٹ ہے۔ آنچل کے سب ہی سلسلے اچھے ہوتے ہیں۔ پہلی بار شرکت کر رہی ہوں اگر جگہ ملی تو ان شاءاللہ اگلی بار تفصیلی تبصرے کے ساتھ آؤں گی۔

☆ ڈیئر صبا! پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔

**ارم علرف...... یوکے**۔ تمام آنچل فیملی کو میرا السلام علیکم! امید ہے کہ آپ سب ٹھیک ہوں گے۔ سب پڑھنے والوں کو میرا اسلام اور آنچل کو بہت سی دعائیں۔ اس مہینے کا آنچل مجھے بہت دیر سے ملا تھا۔ ٹائٹل بہت اچھا لگا۔ سرگوشیاں پڑھ کر حمد و نعت پڑھی۔ پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ نازیہ کنول نازی کو میرا اسلام اور بہت سی دعائیں، یقین کیجیے بہت سالوں بعد ان کو آنچل میں پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اور بہت زیادہ اچھا لگا۔ اللہ آپ کو ہر غم اور فکر سے بچائے آمین۔ اب پاکستان میں



pklibrary.com

بسنے والوں کو یوم آزادی مبارک۔ پلیز مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ پلیز میری ای میل لازمی شائع کریں مجھے خوشی ہوگی۔ تمام آنچل فیملی کو سلام۔ اللہ حافظ۔

**عینی نظامانی...... ملتان**۔ السلام علیکم! آنچل کی محفل میں حاضر ہوئی ہوں امید ہے سب بہنیں ٹھیک ہوں گی کیونکہ میری دعائیں جو ساتھ ہیں آپ سب کے۔ بہت عرصے بعد لکھ رہی ہوں امید ہے سب نے مجھے یاد رکھا ہوگا اس بار آنچل بہت دیر سے ملا پھر آنچل کو دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھی اتنے انتظار کے بعد جو ملا تھا ناں۔ سب کہانیاں زبردست تھیں "وہ جو عشق تھا" زارون نے محراب اور عباد کے ساتھ بہت برا کیا۔ زارون کو تو اب سزا ملنی چاہیے تاکہ اس کا غرور مٹی میں مل جائے۔ "مجھے تسلیم کیوں نہیں کرتے" میرا پسندیدہ کہانی ہے۔ آنچل سے مجھے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ بہت ساری رائٹرز حد سے زیادہ اچھی ہیں اور جو لڑکیاں آنچل پڑھتی ہیں وہ بھی اعلیٰ ہیں۔ کیوں سچ کہا ناں۔ کہانیاں پڑھ کر پھر شدت سے انتظار ہوتا ہے کسی سے ڈسکس کرو پھر میں اور میری کزن ہم دونوں نے ساتھ میں پڑھنا شروع کیا ہم اتنا ڈسکس کرتی کہ کیا بتاؤں اور میں اپنی دوستوں سے کرتی ہوں وہ لوگ اپنی آرا بتاتی ہیں میں اپنی۔ بہت مزا آتا ہے۔ کہتی ہوں یہ ہوگا وہ لوگ کہتی ہے یہ ہوگا پھر ہوتا وہی ہے جو رائٹر چاہتی ہے۔ اچھا اب مجھے اجازت ساری بہنیں ہمیشہ خوش رہیں اور مجھے اپنی دعائیں میں یاد رکھیے کبھی بھولے بسرے مجھے بھی یاد کرلیا کریں۔ اللہ حافظ۔

**منزہ...... ملتان**۔ السلام علیکم! اس مہینے کا آنچل دیر سے ملا اس وجہ سے ساری کہانیاں نہیں پڑھ سکی۔ سب سے پہلے "وہ جو عشق تھا" کہانی کا ذکر کرنا چاہوں گی۔ نازیہ جی کہانی تو اچھی جارہی ہے مگر زارون نے محراب کی زندگی برباد کردی اور اس کی وجہ سے عباد کو معذور ہونا پڑا۔ نازیہ جی زارون جیسے کرداروں کو کڑی سے کڑی سزا ملنی چاہیے۔ راحت وفا کی کہانی میں مجھے صرف جگنو کا کردار ہی پسند ہے باقی سب سوسو ہیں۔ اقرا صغیر بہت خوب کہانی لکھا کرتی تھیں آج بھی ان کی یاد ہمارے دلوں میں زندہ ہے اللہ ان کی مغفرت فرمائے آمین۔ اب ایک گزارش کروں گی سب رائٹر سے کہ یہ جو آج کل ہمارے ملک میں حالات چل رہے ہیں پلیز پلیز اس پر کہانی ضرور لکھیں۔ بنتے بستے گھر اُجڑ جاتے ہیں اور ہم صرف اللہ سے دعا کہ سوا کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ اللہ ہمارے پاکستان پر رحم فرمائے۔

**حنا مہک...... مقام نامعلوم**۔ السلام علیکم! اس مرتبہ کا آنچل بہت زبردست تھا البتہ ماڈل کا میک اپ اچھا نہ تھا۔ آپ سے فرمائش ہے کہ احسن خان یا علی ظفر کا انٹرویو شامل کیجیے۔ اس دفعہ آنچل بہت اچھا تھا خاص طور پر سلسلہ وار تمام کہانیاں مجھے امید ہے کہ میری ای میل ضرور شامل کی جائے گی۔

☆ ڈیئر حنا! آئندہ سے اپنے شہر کا نام ضرور لکھیے گا۔

**رابعہ احمد...... کراچی**۔ شہلا عامر السلام علیکم! ایک عرصے سے سوچا تھا آئینہ میں خط لکھوں بالآخر آج کامیاب ہو ہی گئے۔ امتحان ہو رہے ہیں ماسٹر کے لیکن پھر بھی رہا نہیں گیا۔ خیر آنچل تو ٹائم پر مل گیا اور ہمیشہ کی طرح ایک ہی دن میں پڑھ لیا۔ سب سے پہلے اپنی سب سے پسندیدہ رائٹر نازیہ کنول نازی کی کہانی اتنی زبردست جارہی ہے کہ کوئی تنقید کی گنجائش نہیں، اس ماہ کی قسط سے کچھ تیزی اور دلچسپی بڑھی ہے آگے بھی امید ہے کہ نازیہ اپنے روایتی انداز میں اس کا اختتام کریں گی۔ "مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے" کے بارے میں یہی کہوں گی کہ راحت جی بس ٹھیک جارہا ہے۔ سمیرا شریف آپ نے تو ہم پڑھنے والوں کو ترسا ہی دیا ہے پتا نہیں آپ کا لکھا کب پڑھنے کو ملے گا۔ مکمل ناول میں ایشاف گل کو بہت بہت مبارک آپ کا پہلا ناول پسند آیا۔ ایک پیغام دینا ہے آپ سارے رائٹر کو کہ اتنا اچھا لکھنے پر بہت بہت مبارک باد۔

**احمد خورشید...... اسپین**۔ السلام علیکم! مجھے آنچل میگزین کی ویب سائیٹ بہت پسند آئی ہے۔ تھینک یو،



pklibrary.com

طاقت دے آمین۔ باقی کے ناول اور افسانے بھی اچھے اور سبق آموز رہے جن پر تبصرہ کرنے بیٹھتی تو کافی لمبا ہو جاتا تھا۔ اب اجازت، اپنا خیال رکھیے گا۔ اگلے مہینے تک کے لیے اللہ حافظ۔

**حنیفہ احمد...... بہاولپور**۔ شہلا آپی تمام اسٹاف اور قارئین، السلام علیکم! کیا حال ہیں؟ آپ سب کے۔ پچھلا ماہ میں نے خط تو لکھا مگر پوسٹ کروانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اس دفعہ ہمت کر رہی ہوں۔ جی تو اب آتے ہیں اس ماہ کے آنچل کی طرف۔ آپی ٹائٹل مجھے بہت ہی اچھا لگا اور ایک ریکویسٹ بھی ہے پلیز پلیز ٹائٹل موسم کی مناسبت سے دیا کریں۔ دیکھیں نہ اگر گفٹ خوب صورت پیک نہ کیا گیا ہو تو مزہ نہیں آتا۔ سب سے پہلے حمد و نعت سے دل و دماغ منور کرنے کے بعد سیدھا جمپ لگائی نازی جی کی کہانی ”وہ جو عشق تھا“ کہانی اچھی جا رہی ہے۔ پلیز نازی جی محراب اور عباد کی کہانی ذرا زیادہ لکھا کریں۔ بس گزارش ہے کہ اس کا انجام سبق آموز اور ہیپی ہو۔ پھر اس کے بعد ”مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے“ پڑھی کہ بہار اور تمثال کا رشتہ پڑھ کر کچھ عجیب سا احساس ہوتا ہے۔ راحت آپی آپ کی کہانی بھی اچھی جا رہی ہے۔ پھر دوسرا مکمل ناول پڑھا اچھی کاوش تھی۔ اور جاتے ہوئے سب کو یوم آزادی کی بہت بہت مبارک۔ اللہ ہم سب کو اس اپنے ملک سے پیار کرنے اور اس کا خیال رکھنے کی توفیق دے آمین۔ اللہ آپ سب کو خوش و مطمئن رکھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

**رخسانہ، سعیدہ، فاخرہ اور رضیہ...... خانیوال**۔ السلام علیکم! آنچل ایک ایسا ڈائجسٹ ہے جو دلوں و دماغ میں تازگی اور روشنی بھر دیتا ہے آنچل کو پڑھتے وقت انسان اپنے تمام دکھوں اور پریشانیوں کو فراموش کر دیتا ہے۔ ہم لوگ کئی سالوں سے آنچل کی ریگولر قاری ہیں۔ ہر ماہ باقاعدگی سے آنچل منگواتے ہیں۔ چاہے اس کو منگوانے کے لیے ابو، کزنز یا پھر دوسرے رشتہ داروں میں سے کسی کو بازار جانا ہو تو اس کی منتیں کرنی پڑیں۔ کبھی تو یہ عالم ہے کہ آج پہلا پیپر ہے اور اگر اگلے دن آنچل ملے بازار میں تو لے کر ہی گھر آنا ہے۔ یہ سب دشواریاں اس لیے ہیں کہ ہمارا گاؤں ہمارے شہر میاں چنوں سے ایک گھنٹے کی مسافت پر ہے اور اتنی دور شہر ہونے کی وجہ سے پیپروں کے علاوہ اگر کوئی اہم کام ہو تو ہی بازار جاتے ہیں۔ اب جولائی کے شمارے کی طرف آتی ہوں۔ پورا شمارہ لاجواب تھا۔ سب سے پہلے موسٹ فیورٹ ”وہ جو عشق تھا“ پڑھی۔ نازیہ آپی ویلڈن۔ اس کے بعد ”دل کانچ کا گھر“ ام ایمان قاضی نے بہت اچھا لکھا مگر ابھی کہانی کی شروعات ہے تو کہانی سمجھنے میں دو تین ماہ لگ جائیں گے۔ ”مجھ کو تسلیم کیوں نہیں کرتے“ مس وفا آپی آپ پلیز کہانی بہت سلو جا رہی ہے اس میں کچھ تبدیلیاں لائیں۔ باقی مکمل دوسرا مکمل ناول بھی ایشاء گل نے اچھا لکھا۔ خدا آنچل کی پوری ٹیم کو صحت و تندرستی عطا فرمائے اور تمام رائٹر کو قارئین کو بھی اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔ اس درخواست کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ پہلی دفعہ لیٹر لکھ رہی ہوں پلیز شہلا صاحبہ ضرور شامل کیجئے گا۔ آخر میں، میں اگست کے حوالے سے اپنے پیارے ملک پاکستان کے لیے کہنا چاہوں گی کہ اللہ کرے میری ارضِ پاک پر اترے وہ محفلِ گل کہ اندیشہ زوال نہ ہو آمین۔

☆ ڈیئر سسٹرز! پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔

اب اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ رب العزت ہمیں نیک و دین دار قیادت عطا فرمادے آمین۔

pklibrary.com